فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

شرح صحیح بخاری

جلد ۳

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبد اللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةُ لِلْجُزْءِ الثَّالِثِ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيّ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِخَتْمِهٖ وَانْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

یہ کتاب ہے بیان میں وقتوں نماز کے

بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا وَقَوْلِهٖ ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ مُوَقَّتًا وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ.

یہ نماز کے وقتوں کا بیان اور اس کی فضیلت اور ثواب کا بیان اور اس آیت کی تفسیر کا بیان کہ تحقیق یہ نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کیا ہوا۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں کہا) کہ مراد اس آیت میں موقوتا سے یہ ہے کہ نماز کا وقت مسلمانوں پر مقرر کر دیا گیا ہے اپنے وقت معین سے اس کو نکال کر پڑھنا کسی حال میں جائز نہیں۔

فائدہ: اس کتاب اور باب میں یہ فرق ہے کہ کتاب سے مراد مطلق نماز ہے اور باب سے مراد یہ ہے کہ یہ نماز اجتہاد سے فرض ہوئی ہے یا وحی سے اور اس آیت سے مجمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت مقرر ہے پس وجہ مناسبت اس آیت کی باب سے ظاہر ہے۔

٤٩١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهٗ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَّهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ

۴۹۱۔ ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ) نے ایک دن نماز عصر کو دیر سے پڑھا یعنی اس قدر تاخیر کی کہ وقت مستحب نکل گیا سو عروہ اس کے پاس آیا اور اس کو یہ حدیث بتلائی کہ بے شک مغیرہ بن شعبہ صحابی نے ایک دن ملک عراق میں نماز کو دیر سے پڑھا سو ابو مسعود صحابی انصاری اُس کے پاس آیا اور اس کو آ کر کہا کہ اے مغیرہ یہ کیسی تاخیر ہے یعنی تو نے نماز کو اس قدر دیر سے کیوں پڑھا

جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ أَوَأَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِىْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِىْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ بے شک جبرئیل علیہ السلام (آسمان سے) اترے یعنی شب معراج کی صبح کو) سو جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کے ساتھ نماز پڑھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی یعنی جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی اور آپ کو پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں تعلیم کے واسطے پڑھائیں تا کہ امت کو اسی طرح تعلیم کریں پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ نماز کو ان پانچ وقتوں میں ادا کروں یا یہ کہ ان وقتوں میں آپ کو نماز پڑھاؤں سو عمر نے عروہ سے کہا کہ اس حدیث کو سوچ کر کہو یعنی کیا یہ حدیث سچ ہے کیا تجھ کو معلوم ہے کہ ٹھیک جبرئیل علیہ السلام ہی نے حالت میں بیان کرنے وقتوں نماز کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی تھی عروہ نے کہا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرائی تھی اسی طرح سے۔ بشیر بن ابو مسعود اس حدیث کو اپنے باپ سے روایت کیا کرتا تھا (پھر) عروہ نے (اپنی شہادت کے لیے عمر سے) کہا کہ بے شک مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اس حالت میں کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھتے تو اس وقت سایہ آفتاب کا بہت بلند ہوتا تھا اس لیے کہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت
ہوتا تھا جب کہ آفتاب بہت بلند ہوتا اور جب کہ آفتاب نیچے
جاتا تو اس وقت سایہ اس کا حجرے کی دیوار پر چڑھ جاتا خاص
کر ثابت ہو چکا ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں کا صحن بہت
تنگ تھا جیسے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔

فائدہ: جب مروان کا پوتا ولید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس زمانے میں عمر بن عبدالعزیز اس کی طرف سے مدینہ منورہ پر حاکم ہوا اور اس وقت احکام شرع میں کچھ سستی ہو گئی تھی اور بنی امیہ نماز کو دیر کر کے پڑھا کرتے تھے سو ایک دن اُس نے بھی نماز عصر کو دیر کر کے پڑھا تو عروہ نے اس پر انکار کیا اور اس کو یہ حدیث سنائی لیکن فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد دیر کرنے سے یہ ہے کہ وقت مستحب یعنی اول وقت نہیں رہا تھا یہ مراد نہیں کہ آفتاب بالکل غروب ہو گیا تھا اس لیے کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں صریحاً آ گیا ہے کہ اُس نے نماز عصر میں تھوڑی سی دیر کی تھی اور اعتراض عروہ کا عمر پر اور اعتراض ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا مغیرہ پر بھی اسی وجہ سے تھا کہ اول وقت سے نماز کی دیر ہو گئی تھی اور عروہ نے جو حدیث جبرئیل علیہ السلام کی عمر کے آگے بیان کی تو اس حدیث سے عمر پر کوئی الزام نہیں آ سکتا ہے اس واسطے کہ اس میں نماز کے وقتوں کی تعیین نہیں ہے مگر شاید عمر کو تفصیل وقتوں نماز کی پہلے سے معلوم ہوگی عمل مستمر ہونے کی وجہ سے اس وجہ سے اُس نے اس کے آگے یہ حدیث جبرئیل علیہ السلام کی بیان کی اور انکار عمر سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو مطلق نہیں پہنچانتا تھا بلکہ اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کے وقتوں کو تو جانتا تھا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اصل تعیین اوقات نماز کی جبرئیل علیہ السلام کے فعل سے ثابت ہو رہی ہے یا کہ اجتہاد سے سو عروہ نے یہ حدیث اس کے پیش کی یعنی اصل تعیین اوقات کی جبرئیل علیہ السلام کے فعل سے ثابت ہے اور اسی واسطے اُس نے عروہ سے یہ حدیث دوہرا کر پوچھی اور شاید اس کی یہ رائے بھی تھی کہ اول وقت اور آخر وقت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ برابر ہے اور یہی تاویل ہے فعل مغیرہ کی پس ظاہر ہو گئی وجہ مناسبت بیان کرنے عروہ کی اس حدیث کو اور نیز اس حدیث کے بعض طریقوں میں تعیین اوقات کا بیان صاف آ چکا ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے پس وجہ الزام کی ظاہر ہو گئی اور عروہ کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا صحیح ہو گیا اور اس حدیث جبرئیل علیہ السلام کے یہاں لانے میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس کے بعض طریقوں میں تفصیل اوقات کی آ چکی ہے جیسے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے اور چونکہ عمر نے نماز عصر کو تاخیر کیا تھا اس واسطے عروہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا اس لیے کہ وہ صریح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو اول وقت میں پڑھا کرتے تھے پس عروہ کی غرض اول حدیث سے یہ ہے کہ اصل بیان اوقات کا جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے ہے اور دوسری سے یہ غرض ہے کہ نماز کو اول وقت پڑھنا چاہیے پس وجہ مناسبت کی دونوں

حدیثوں میں ظاہر ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ اسی حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ﷺ کو دوروز امامت کرائی پہلے دن اول وقتوں میں اور دوسرے دن اخیر وقتوں میں پھر فرمایا کہ وقت نماز کا ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اخیر وقت مختار میں بھی نماز جائز ہے مکروہ نہیں پس استدلال ابومسعود اور عروہ کا اس سے صحیح نہیں ہوگا اور اسی طرح اعتراض عروہ کا عمر پر بھی صحیح نہیں ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس انکار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے وقت مکروہ میں نماز ادا کی تھی اس لیے کہ احتمال ہے کہ انکار عروہ کا اس وجہ سے ہوا کہ اس نے وقت مختار یعنی دومثل کے بعد عصر کی نماز پڑھی ہو یا وجہ انکار کی یہ ہو کہ حضرت ﷺ نے اول وقت پر ہمیشگی کی ہے اور تو نے اول وقت سے تاخیر کی ہے سو انکار کی وجہ مواظبت نبوی کی مخالفت ہے اور اس سے نماز کے وقتوں کا معین ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل تعیین اوقات نماز کی وحی سے ثابت ہے پس اس سے ثابت ہوگئی وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور دوسرا مسئلہ باب کا اس سے لزوماً ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ نماز پڑھنے کو ثواب لازم ہے واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عالم کا امیر کے پاس جانا جائز ہے۔ دوم یہ کہ حاکم سے کوئی کام خلاف سنت کے واقع ہو تو اس کو اس کام سے منع کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ اگر کوئی نیا مسئلہ عالم سے سنے تو اس کو دوہرا کر تحقیق کرنا جائز ہے۔ چہارم یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں جھگڑا پڑے تو حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ پنجم یہ ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنے میں ثواب ہے اور خبر واحد کی مقبول ہے۔ ششم یہ کہ اگر کوئی آدمی قضا فرض پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے وقتی فرض کی نیت کر کے کھڑے ہو جانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حجت وہی حدیث ہوتی ہے جو متصل ہو منقطع حجت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ عمر نے مرسل سے انکار کیا پھر عروہ نے اس کا اتصال ثابت کیا چنانچہ کہا کَذٰلِكَ کَانَ بَشِیْرُ بْنُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جب عروہ نے اس حدیث کو عمر کے آگے بیان کیا تو عمر نے اس کو مان لیا یا انکار کیا لیکن ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکار کیا تھا آخر کو تحقیق کے بعد مان لیا چنانچہ دوسری روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جب ابومسعود نے مغیرہ کے آگے یہ حدیث بیان کی تو اس نے اس کا کیا جواب دیا ظاہر یہی ہے کہ اُس نے بھی اس کو مان لیا اور اپنے فعل سے رجوع کیا یا سکوت کیا اور وہ بھی دلیل تسلیم کی ہے اور یہ جو عروہ نے ابومسعود کا مغیرہ پاس آنا عمر کے آگے بیان کیا تو یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ مغیرہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا اور عراق سے یہاں مراد عراق عرب ہے جس کا طول عبادان سے موصل تک ہے اور چوڑائی اس کی قادسیہ سے حلوان تک، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان (جو مسلمانوں کے حق میں وارد ہے) کہ در حالیکہ رجوع کرنے والے ہیں طرف

الْمُشْرِكِيْنَ﴾.

اس کے اور قطع کرنے والے ہیں غیر اس کے سے اور ڈرو اس سے اور قائم رکھو نماز کو اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں سے بلکہ ہو جائے موحدین جو نرالے رب کی عبادت کرتے ہیں۔

۴۹۲ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا إِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَّرَآئَنَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا إِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ.

۴۹۲۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبدالقیس (عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے) کے ایلچی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون قوم سے ہو؟) سو انہوں نے عرض کی کہ ہم ربیعہ کی قوم سے ہیں اور ہم آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں پاتے ہیں مگر مہینے حرام میں (یعنی ذی قعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں) سو آپ ہم کو کوئی امر (حق اور باطل میں فرق کرنے والا) فرما دیجیے جس کو ہم آپ سے سیکھ جائیں اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی طرف بلائیں یعنی اپنی قوم کو جو وطن میں چھوڑ آئے ہیں اسلام کی طرف بلائیں) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو حکم کرتا ہوں چار چیزوں کا اور منع کرتا ہوں چار چیزوں سے پھر آپ نے ان کو وہ چار چیزیں بیان فرمائیں۔ اس کی گواہی دینا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اور نماز کا قائم کرنا اور زکوۃ کا دینا اور لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ میرے پاس ادا کرنا اور میں تم کو منع کرتا ہوں کدو کے تونبے سے اور لاکھے برتن سے اور روغنی رال والے برتن سے اور چوبی برتن سے۔

فائدہ: ابتدائے اسلام میں شراب مباح ہونے کے وقت لوگ شراب کو ان چار قسم کے باسنوں میں بنایا کرتے تھے سو جب شراب حرام ہوگئی تو سدِ باب کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے باسنوں کے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا تاکہ لوگ اس سے بالکل باز رہیں پھر بعد اس کے جب شراب کی حرمت لوگوں کے دلوں میں خوب جم گئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باسنوں کے استعمال کرنے کی اجازت فرمائی اب ان باسنوں کو استعمال کرنا جائز ہے اور

عبدالقیس ربیعہ کی قوم سے ایک گروہ کا نام ہے جب وہ حضرت ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہونے کو آئے تب آپ نے ان کو یہ احکام سکھلائے اور مناسبت اس حدیث کی آیت سے اس طور پر ہے کہ جیسے اس آیت میں نفی شرک کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے ویسے ہی اس حدیث میں بھی اثبات توحید کے ساتھ اقامت نماز کا ذکر ہے اس لیے کہ نفی شرک اور اثبات توحید در حقیقت ایک ہی چیز ہے اور کتاب کے ساتھ اس باب کی مناسبت اس طور سے ہے کہ مراد اقامت نماز سے اپنے وقت پر پڑھنا ہے پس مجمل طور سے وقت نماز کا اس حدیث سے ثابت ہے، واللہ اعلم۔
اور یہ جو انہوں نے عرض کی کہ ہم مہینے حرام کے سوا آپ کے پاس نہیں آ سکتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں کافر لوگ آٹھ مہینے آپس میں سکھ شاہی کی طرح لوٹ مار کرتے تھے جب یہ چار مہینے آتے تو کوئی شخص کسی راہی اور مسافر کو نہ چھیڑتا ملک میں امن ہو جاتا ان چار مہینوں کی وہ لوگ بہت تعظیم کرتے تھے ان کے دلوں میں ان مہینوں کی بڑی عظمت بیٹھی ہوئی تھی اور یہ حدیث اول پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

فائدہ ثانیہ: بعض لوگ اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ تارک نماز کافر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ترک صلوۃ مشرکین کے فعلوں سے ہے پس غرض یہ ہے کہ اُن کے ساتھ تشبیہ پیدا نہ کرو اور اُن کی مانند نہ ہو جاؤ نہ یہ کہ جو نماز ترک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ. نماز کے قائم کرنے پر بیعت کرنے کا بیان۔

فائدہ: مراد بیعت سے بیعت اسلام کی ہے یعنی جب حضرت ﷺ کسی سے اسلام کی بیعت لیتے تو بعد تعلیم توحید کے سب سے پہلے قائم کرنے نماز کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں بدنیہ کی جڑ ہے پھر زکوۃ کے دینے کی شرط کرتے اس لیے کہ وہ سب عبادتوں مالیہ کی جڑ ہے پھر بعد اس کے جس کام کی کسی کو سخت حاجت ہوتی اس کام کی تعلیم کرتے چنانچہ جریر کو آپ نے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا تو گویا اس کو فرمایا کہ اپنی قوم کی خیر خواہی کیا کرو اور وفد عبدالقیس کو لوٹ کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنے کی تاکید کی اس لیے کی کہ قبیلہ مضر وغیرہ آس پاس والے کافروں سے ان کی لڑائی رہتی تھی۔

۴۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۴۹۳ - جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوۃ کے دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر یعنی میں نے حضرت ﷺ کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ نماز کو قائم رکھوں گا اور زکوۃ دیتا رہوں گا اور ہر مسلمان کے حق میں بھلائی کرتا رہوں گا۔

فائدہ: جریر نے فقط انہی حکموں پر حضرت ﷺ سے بیعت نہیں کی بلکہ یقین ہے کہ اسلام کے سب احکام اور ارکان پر بیعت کی ہوگی اور صرف انہی تین حکموں کی تخصیص اس واسطے کہ ان کا شان زیادہ ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ كَفَّارَةٌ.

نماز گناہ کا کفارہ ہے۔

٤٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَهُ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيْءٌ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هٰذَا أُرِيْدُ وَلٰكِنِ الْفِتْنَةَ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ إِذًا لَا يُغْلَقَ أَبَدًا قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّيْ حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

۴۹۴۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (کئی صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کون تم میں ایسا ہے کہ یاد رکھتا ہو حدیث حضرت ﷺ کی فتنہ کے باب میں یعنی جس حدیث میں حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک بڑا فتنہ فساد پیدا ہوگا وہ حدیث کس کو یاد ہے) میں نے کہا کہ وہ حدیث مجھ کو بعینہ یاد ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک تو حضرت ﷺ پر یا اس حدیث پر (راوی کو شک ہے) بڑا دلیر ہے کہ بھول چوک ہو جانے کا تجھ کو خوف نہیں ہے میں نے کہا کہ قصور مرد کا اس کی بیوی کے حق میں ہے اور اس کے مال اور لڑکے اور ہمسایہ میں ہے اور ان سب کو نماز اور روزہ اور صدقہ یعنی زکوۃ وغیرہ کا دینا اور نیکیات بتلانا اور برے کام سے روکنا دور کر ڈالتا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے بلکہ میں اس بڑے فتنے کا حال دریافت کرنا چاہتا ہوں جو موج مارے گا جیسے کہ دریا موج مارتا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! تجھ کو اُس سے کچھ خوف نہیں ہے یعنی تیری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر نہیں ہوگا بے شک تیرے اور فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہے بند کیا ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دروازہ ٹوٹ جائے گا یا کھل جائے گا یعنی میرے مرنے کے بعد حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹوٹ جائے گا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر وہ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی بند نہیں ہو سکے گا ہم نے (یہ قول شقیق کا ہے) (حذیفہ رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کو جانتا تھا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

کہا ہاں وہ اس کو جانتا تھا جیسے کہ کل کے دن سے رات قریب ہے (حذیفہ رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث ایسی سنائی ہے کہ غلط نہیں ہے یعنی یہ حدیث سچی ہے (شقیق نے کہا) کہ ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کا حال پوچھنے سے ڈرے یعنی دروازہ سے کون آدمی مراد ہے سو ہم نے مسروق کو (حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کا) حکم کیا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

فائدہ: اصل فتنے کا معنی ہے جانچنا اور امتحان لینا اور یہاں مراد قصور ہے سو فتنہ مرد کا اس کے بیوی بال بچوں میں یہ ہے کہ اُن کے حقوق کو جو اس پر واجب ہیں ادا نہ کرے یا اس کے سبب سے گناہ میں گرفتار ہو اور اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ اس کو ناجائز طور سے کمائے اور بیجا صرف کرے اور اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ اُن کی محبت میں مشغول ہو کر نیک کاموں سے باز رہے اور ہمسایہ کا فتنہ یہ ہے کہ اس کے ملک میں ناحق تصرف کرے پس مطلب حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اہل و مال و اولاد وغیرہ آدمی کے لیے امتحان کا مقام ہیں اگر آدمی سے ان کے حق میں کچھ قصور یا ناانصافی ہو جائے تو وہ گناہ نماز و روزہ وغیرہ نیک کاموں سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے لیکن معاف صرف وہی گناہ ہوتے ہیں جو صغیرہ ہوں کبیرہ گناہ اس سے معاف نہیں ہوتے ہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ اگر ایک نماز سے دوسری نماز تک کبیرے گناہوں سے بچتا رہے تو صغیرے معاف ہو جاتے ہیں اور یہ جو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان فتنے کے ایک دروازہ بند کیا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فتنہ تیری حیاتی میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ تیری موت کے بعد پیدا ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ظالموں کے ہاتھ سے ناحق شہید ہوئے تو اس دن سے فتنے کا دروازہ ایسا کھل گیا کہ قیامت تک بند نہیں ہوگا فتنے پر فتنے پیدا ہوتے چلے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں کیا کیا لڑائیاں وقوع میں آئیں اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کیا کیا فساد ظاہر ہوا وغیرہ وغیرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اول یہ کہا کہ درمیان تیرے اور درمیان فتنے کے ایک دروازہ ہے اور پھر یہ کہا کہ وہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے تو ان دونوں قولوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ مطلب پہلے قول کا یہ ہے کہ درمیان زمانے تیرے اور زمانے فتنے کے دروازہ تیری حیاتی ہے سو جب وہ دروازہ ٹوٹ گیا یعنی تیری حیاتی ہو چکی تو فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور لڑائی اور جھگڑے قیامت تک قائم رہیں گے پس مطلب دونوں قولوں کا ایک ہی ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اُس دروازے کو جانتے تھے تو پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کیوں پوچھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

بیشک اس دروازے کو جانتے تھے لیکن شدت خوف سے اُن کو اس بات کا ڈر ہوا کہ مبادا میں اس کو بھول نہ جاؤں اس واسطے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ واللہ اعلم۔ اور مناسبت اس حدیث کی کتاب سے اس طور پر ہے کہ نماز سے مراد وقت پر قائم کرنا ہے پس وقت نماز کا اس سے مجمل طور پر ثابت ہے اور یہ جو عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو بڑا دلیر ہے تو یہ حدیث کا انکار نہیں ہے بلکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس دعوے پر انکار ہے کہ میں اس کو ویسے ہی یاد رکھتا ہوں جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا کہ ایسا دعویٰ کیوں کرتا ہے کہ مجھ کو بعینہ ویسے ہی یاد ہے بندہ بشر ہے بھول چوک ہو جاتی ہے احتمال ہے کہ کوئی لفظ بھول گیا ہو یا الفاظ حدیث میں کوئی تغیر وتبدل ہو گیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث بالمعنیٰ جائز ہے واللہ اعلم۔

٤٩٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ أُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

۴۹۵۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کسی بیگانی عورت کا بوسہ لیا پھر وہ مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو یہ حال بتایا سو اللہ نے (اس کے حق میں) یہ آیت اُتاری کہ قائم رکھ نماز کو دونوں طرفوں میں دن کے یعنی صبح کی نماز اور ظہر اور عصر کی نماز اور کچھ گھڑیوں میں رات کے یعنی مغرب اور عشاء کے نماز) (اس لیے) کہ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں سو اس مرد نے عرض کی کہ یا حضرت (یہ انعام باری) خاص میرے لیے ہے یا سب کے لیے ہے آپ نے فرمایا (یہ انعام تیرے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ) میری تمام امت کے لیے ہے۔

فائدہ: جو نیکیاں کہ برائیوں کو دور کر دیتی ہیں ان میں نماز بھی داخل ہے پس گناہوں کے لیے نماز کا کفارہ ہونا ثابت ہو گیا اور یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور فرقہ مرجیہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ نیکیوں سے کبیرے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق مقید ہے ساتھ دوسری حدیثوں کے یعنی مراد اس سے وہی گناہ ہیں جو صغیرے ہوں اور کبیرے گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور اس کا بیان آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ علاوہ اس کے ادا کے اور گناہوں کو بھی مٹا دیتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا.

وقت پر نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

٤٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ

۴۹۶۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ أَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِيْ.

حضرت ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر پڑھنا اس نے عرض کیا پھر بعد اس کے کون سا عمل اللہ کے نزدیک بہت پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اس نے عرض کی کہ پھر اس کے بعد کون سا افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے مجھے یہ تین عمل بیان فرمائے اور اگر میں آپ سے کچھ زیادہ پوچھتا تو آپ بیان فرماتے یعنی میں نے آپ سے صرف یہی تین عمل پوچھے سو آپ نے بیان فرما دیے اور اگر میں کوئی اور مسئلہ پوچھتا تو آپ اس کو بھی بیان فرما دیتے۔

فائدہ: اور بہت حدیثوں صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ سب عملوں سے بہتر بھوکے کو کھانا کھلانا ہے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ سب عملوں سے افضل جہاد ہے اور بعض حدیثوں میں دوسرے عملوں کا بہتر ہونا آیا ہے سو ان حدیثوں میں تطبیق کئی طور سے ہوسکتی ہے کہ یا تو یہ اختلاف جواب کا باعتبار مختلف ہونے حال سائلوں کے ہے اس طور سے کہ جس قوم کو جس عمل کی زیادہ ضرورت دیکھی ان کو وہی فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ عمل سب عملوں سے بہتر ہے یا جس کام کی طرف ان کی زیادہ رغبت دیکھی یا اُن کے لائق دیکھا تو ان کو وہی افضل فرمایا یا یہ اختلاف افضلیت کا باعتبار اختلاف وقتوں کے ہے اس طور سے کہ یہ عمل اس وقت میں افضل ہے اور عملوں سے جیسے کہ مثلاً جہاد ابتدائے اسلام میں سب عملوں سے افضل تھا اس لیے کہ یہ عملوں کے قائم کرنے کا وسیلہ ہے اور اس سے ان کے ادا کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے وعلی ہذا القیاس۔ نماز صدقے سے بہتر ہے ومع ذلک آدمیوں کی تنگی اور اضطراب کی حالت میں صدقہ افضل ہے اُس سے یا یہ اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے بلکہ مراد اس سے مطلق فضیلت ہے پس معنی یہ ہے کہ سب عمل بہتر اور اچھے ہیں یا یہ کہ جو عمل زیادہ فضیلت رکھتے ہیں یہ عمل بھی ان عملوں سے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ مراد اُن عملوں سے اعمال بدنیہ ہیں پس جس حدیث میں ایمان افضل ہونے کا ذکر ہے اس کے ساتھ تطبیق ہو جائے گی اس لیے کہ ایمان فعل دل کا ہے اور یہ جو فرمایا کہ نماز کو وقت پر پڑھنا بہت بہتر ہے اس سے معلوم ہو کہ جو نماز غیر وقت میں ادا کی جائے جیسے کہ سو جانے والا اور بھول جانے والا غیر وقت میں ادا کرتا ہے یا مکروہ وقت میں ادا کی جائے تو ایسی نماز کا ثواب کم ہے اس کو افضل نہیں کہا جائے گا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ماں باپ کی تعظیم کرنے میں بڑا ثواب ہے اور یہ کہ نیکی کے کام ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ دوم یہ کہ

ایک وقت میں مختلف مسئلوں کا سوال کرنا جائز ہے اور یہ کہ عالم سے بہت مسئلے نہ پوچھے جس میں کہ اُس کو رنج ہو اور یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ سوم یہ کہ اشارہ بمنزلہ تصریح کے ہوتا ہے جب کہ مشارالیہ معین ہو اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دوسری اور تیسری بار اشارہ سے سوال کیا کہ پھر کون ہے عملوں کا صریح ذکر نہ کیا۔ واللہ اعلم اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ نماز وقت پر پڑھنی سب عملوں سے بہتر ہے۔

بَابُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا إِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا.

پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ ان کو وقت پر پڑھا جائے جماعت سے یا اکیلے۔

٤٩٧ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا.

۴۹۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ندی ہو کہ وہ اس میں سے ہر روز پانچ بار نہائے کیا اس کی میل سے کچھ باقی رہے گا اصحاب نے عرض کی کہ کچھ اس کی میل سے باقی نہ رہے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال ہے پانچ نمازوں کا کہ اُن کے سبب سے حق تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

فائدہ: یہ تمثیل ہے نماز کی ساتھ پانی ندی کے یعنی جیسے کہ ہر روز پانچ وقت نہانے سے بدن پر میل نہیں رہتا ہے اسی طرح پنجگانہ نماز سے گناہ نہیں رہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ نماز گناہ کا کفارہ ہے **وفیه مطابقة للترجمة** اور فائدہ اس تمثیل کی تاکید ہے اور معقول کو محسوس کی طرح کر دینا ہے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ کبیرے ہوں خواہ صغیرے لیکن مراد اس سے فقط صغیرے گناہ ہیں اس لیے کہ اس کو میل سے تشبیہ دی گئی ہے اور میل ادنیٰ ہے بہ نسبت بڑے زخموں اور جراحات کے اور امام شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حالات آدمی کے بہ نسبت اس کے گناہوں کے پانچ قسم ہیں اول یہ کہ اس سے کوئی چیز صادر نہ ہو سو یہ معارض ہے ساتھ رفع درجات کے۔ دوم یہ کہ صغیرے گناہ اس سے صادر ہوں اور اس پر اصرار نہ ہو تو یہ یقیناً نماز سے معاف ہو جائیں گے۔ سوم یہ کہ گناہ صغیرے ہوں لیکن اُن پر اصرار اور ہٹ کرے تو یہ نماز سے معاف نہیں ہوں

گے۔ چہارم یہ کہ گناہ کبیرہ ایک ہو اور صغیرے بہت ہوں۔ پنجم یہ کہ کبیرے گناہ بھی بہت ہوں اور صغیرے بھی بہت ہوں تو یہ دونوں قسم کے گناہ بھی معاف نہیں ہوں گے انتہی۔ اور جس گناہ میں حق العبد ہو یعنی آدمی کی تقصیر کی ہو تو اس کا معاف ہونا اس کی بخشش پر موقوف ہے۔

بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا.

نماز کو وقت سے نکالنا منع ہے۔

٤٩٨ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ الصَّلَاةُ قَالَ أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيْهَا.

۴۹۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ جو جو نیک عمل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیے جاتے تھے اُن میں سے ایک عمل کو بھی نہیں پاتا ہوں یعنی اب ان مین سے کوئی نیک عمل باقی نہیں رہا لوگوں نے غفلت کی وجہ سے سب عمل چھوڑ دیے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ باقی رہے کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز تو باقی ہے (پس تو کیوں کہتا ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں رہی) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ شان نہیں ہے کہ ضائع کی تم نے وہ چیز جو ضائع کی ہے تم نے نماز میں۔

فائدہ: نماز کے ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اُس کو اپنے وقت سے نکال دیا جائے اور وقت نماز کا بالکل باقی نہ رہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم نے ظہر کو مغرب کے ساتھ نہیں ملا دیا ہے پس وجہ مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے اور اس وقت میں روزہ، حج و زکوۃ بھی باقی تھے لیکن اس نے نماز کی تخصیص اس واسطے کی کہ یہ سب عبادتوں میں عمدہ ہے۔

٤٩٩ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ أَخِيْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلَاةَ وَهٰذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ

۴۹۹۔ زہری سے روایت ہے کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں آیا اس حال میں کہ وہ رو رہے تھے میں نے کہا کہ کس سبب سے روتے ہو انہوں نے کہا میں ارکان اسلام سے کسی چیز کو باقی نہیں پاتا ہوں مگر نماز کو اور یہ نماز بھی ضائع ہو چکی ہے یعنی اس کو بھی اپنے وقت سے نکال دیتے ہیں وقت پر ادا نہیں کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

فائدہ: جب ولید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اُس نے ملک شام اور بصرے میں اپنی طرف سے نائب بھیجے اور حجاج نابکار کو ملک عرب پر حاکم کر کے بھیجا اور یہ حجاج نہایت ظالم تھا اور دین میں بڑا سست تھا نماز کو ہمیشہ قضا کر دیتا تھا کبھی وقت پر نہیں پڑھتا تھا تو انس رضی اللہ عنہ اس کی شکایت کرنے کو ولید حاکم وقت کے پاس دمشق میں گئے مگر چونکہ ولید خود بھی نماز کو قضا کر دیا کرتا تھا اس لیے اُس نے انس رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ سنی اور اسی طرح ملک شام اور بصری میں اس کی طرف سے جو نائب رہتے تھے وہ بھی نماز کو قضا کر دیتے تھے سو انس رضی اللہ عنہ اُن کا حال دیکھ کر ایک دن رو رہے تھے کہ زہری تابعی اُن کے پاس ملاقات کو گیا اور اُن سے اُن کے رونے کا سبب پوچھا تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث فرمائی اور مراد نماز کے ضائع کرنے سے یہی ہے کہ وہ نماز بالکل قضا کر دیتے تھے جیسے کہ مصنف عبدالرزاق میں عطا سے روایت ہے کہ ولید نے جمعہ میں یہاں تک دیر کی شام ہوگئی سو میں نے پہلے ظہر پڑھی پھر بیٹھے بیٹھے اشارے سے عصر پڑھی اور حالانکہ ولید ابھی جمعے کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور عطا نے اشارہ سے نماز اس واسطے پڑھی کہ اگر کھڑا ہو کر پڑھوں گا تو ولید مجھ کو قتل کر ڈالے گا پس اس سے ظاہر ہوگئی مطابقت درمیان باب کے اور درمیان اس حدیث کے اور انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ارکانِ اسلام سے کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ ارکانِ اسلام کے سب باقی تھے مگر نماز نہیں تھی تو ظاہراً ان دونوں قولوں میں تعارض ہے سو وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ پہلا قول اُن کا امیروں شام اور بصری کے حق میں وارد ہوا ہے اور دوسرا قول اُن کا خاص مدینہ والوں کے حق میں وارد ہوا ہے مدینہ میں اس وقت عمر بن عبدالعزیز حاکم تھے وہ صرف نماز میں سستی کیا کرتے تھے سو جب عروہ نے ان کو حدیث تعیین اوقات کی سنائی تو اس دن سے وہ وقت کی نہایت محافظت کیا کرتے تھے، واللہ اعلم۔

بَابُ الْمُصَلِّيْ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ.

نمازی نماز میں اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے۔

٥٠٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهٗ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ

٥٠٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے سو اپنی داہنے طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قبلے کی طرف نہ

وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

تھوکے اور نہ اپنے داہنے لیکن اپنے بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

۵۰۱ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ.

۵۰۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درست اور ٹھیک ہو جایا کرو اپنے سجدے میں اور تم میں سے کوئی اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ بچھایا کرے کتے کی طرح اور جب کوئی (نماز میں) تھوکے تو اپنے سامنے نہ تھوکے اور نا اپنے داہنے اس لیے کہ بیشک وہ اپنے رب سے بات چیت کرتا ہے۔

فائدہ: اگر نماز میں تھوک آ جائے تو آگے نہ تھوکے اس واسطے کہ قبلہ ہے اور داہنے فرشتہ ہے تو بائیں قدم کے نیچے تھوکے اگر جنگل میں ہو اور اگر مسجد میں یا بائیں طرف کوئی نمازی کھڑا ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے اور مناسبت اس باب کی پہلے بابوں سے اس طور پر ہے کہ پہلے بابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی نماز کو وقت پر ادا کرے اس کے لیے بڑا ثواب ہے اور جو شخص نماز کو وقت سے نکال دے اس کو بڑا گناہ ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کلام کرنے سے آدمی کا درجہ بلند ہوتا ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے نماز کو وقت پر پڑھنے کی ترغیب دینا ہے یعنی نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا چاہیے تا کہ یہ مرتبہ مناجات کا حاصل ہو پس یہی وجہ ہے مناسبت اس باب کی باب مواقیت الصلوۃ سے، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدے میں کہنیوں کو زمین سے اور پیٹ کو رانوں سے ملانا منع ہے علیحدہ رکھے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ.

سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا۔

۵۰۲ ۔ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَنَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

۵۰۲۔ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سخت گرمی ہوا کرے تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھا کرو اس واسطے کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

۵۰۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ.

۵۰۳۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو) فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے ٹھنڈا ہونے دے یا یوں فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہوا کرے تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو (ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے کرنے کا حکم فرمایا) یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا۔

۵۰۴ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

۵۰۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آگ نے اللہ کے آگے شکوہ کیا او رعرض کی کہ اے رب! میرے بعض نے بعض کو کھا لیا ہے یعنی نہایت گرمی اور شدت جوش سے سو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو بار دم لینے کا اذن کیا ایک بار سردی کے موسم میں اور ایک بار گرمی کے موسم میں سو جو گرمی کہ تم گرمی کے موسم میں پاتے ہو وہ اُسی سانس کی سخت گرمی سے ہے اور جو سردی کہ تم سردی کے موسم میں پاتے ہو وہ اُسی سانس کی نہایت سردی سے ہے۔

۵۰۵ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۵۰۵۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيٰى وَأَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

فائدہ: ان حدیثوں سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے اس لیے کہ جوش گرمی کا غضب کا وقت ہے وَفیہ مطابقة للترجمة اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک سخت گرمی میں ظہر میں تاخیر کرنی مستحب ہے یہاں تک کہ وقت ٹھنڈا ہو جائے اور گرمی ٹوٹ جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو تو ٹھنڈے وقت میں ظہر پڑھے اور اگر اکیلا ہو تو اس کے لیے اول وقت میں نماز پڑھنی افضل ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر مالکیہ کا لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھنڈا کرنے کا حکم صرف اسی جگہ میں ہے جہاں شہر گرم ہو اور جماعت کے واسطے لوگ دور دور سے آئیں اور اگر ایک جگہ جمع ہوں تو ان کے لیے اول وقت نماز پڑھنی افضل ہے ٹھنڈا کرنا افضل نہیں ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں ابراد افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ظہر کو اول وقت پڑھنا ہر حال میں افضل ہے اور وہ لوگ اس حدیث ابراد کا یہ معنی کرتے ہیں کہ مراد ٹھنڈا کرنے سے اول وقت پڑھنا ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے رد کرتا ہے اس تاویل کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ شدت گرمی کی دوزخ کے جوش سے ہے اس لیے کہ یہ علت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد اسی نماز کا تاخیر کرنا ہے ورنہ یہ علت لغو ہو جائے گی اور یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کی جو عنقریب آتی ہے صریح ہے اس کے ضعیف ہونے پر اس لیے کہ اس میں صاف موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظار کر اور جو لوگ کہ گرمی میں بھی اول وقت نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں اُن کی ایک دلیل حدیث خباب رضی اللہ عنہ کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت گرمی کی شکایت کی کہ ہمارے ہاتھ اور پیشانی گرمی سے جل جاتے ہیں یعنی سجدہ کرنے کے وقت (پس آپ ہم کو نماز ٹھنڈا کرنے کی اجازت دیجیے) سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ٹھنڈا کرنے کی اجازت نہ دی سو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابراد کی حدیثوں سے منسوخ ہے اس لیے کہ ابراد کی حدیثیں مؤخر ہیں اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اصل ابراد کے وقت سے زیادہ تاخیر چاہتے تھے یعنی جس وقت کہ بالکل گرمی دفع ہو جائے سو کبھی کبھی ایسی تاخیر میں ظہر کا اصل وقت بھی جاتا رہتا ہے اس لیے آپ نے اُن کو تاخیر کا اذن نہ دیا اور جو لوگ کہ ظہر اول وقت پڑھنے کو افضل جانتے ہیں دوسری دلیل اُن کی وہ حدیثیں ہیں جو اول وقت ظہر پڑھنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں سو جواب ان کا یہ ہے کہ وہ حدیثیں مطلق اور عام ہیں اور حدیث ٹھنڈا کرنے کی خاص ہے پس یہ حدیث مقدم کی جائے گی اُن پر اس لیے کہ تخصیص عام کی خاص سے بالاتفاق جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اول وقت ظہر پڑھنی افضل ہے اس واسطے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ افضلیت اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ کبھی آسان کام زیادہ افضل ہوتا ہے مشکل کام سے جیسے کہ سفر

میں نماز کا قصر کرنا افضل ہے پوری پڑھنے سے اور امام احمد سے روایت ہے کہ دونوں امروں سے آخری فعل حضرت ﷺ کا یہی ہے کہ آپ نے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھی ہے اور بعض نے دونوں طرف کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اول وقت افضل ہے اور ابراد رخصت اور جائز ہے اور بعض اس کے برعکس کہتے ہیں کہ ٹھنڈا کرنا افضل ہے اور اول وقت پڑھنا جائز ہے انتہی۔

مترجم کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے پارہ میں ان حدیثوں میں یہ تطبیق دی تھی کہ ٹھنڈا کرنا اول وقت کے منافی نہیں ہے بلکہ دونوں آپس میں جمع ہو جاتی ہیں اس لیے کہ حد ٹھنڈا کرنے کی یہ ہے کہ دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ اس میں آدمی چل کر مسجد کی طرف جا سکے اور بعض لوگ اس حدیث سے سند لاتے ہیں اس پر کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے اس لیے کہ بالو کے ٹیلے زمین پر بچھے ہوئے ہوتے ہیں اور اُن کی بلندی کم ہوتی ہے پس اس کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ سایہ ہر چیز کا دو مثل ہو جائے سو جواب اُس کا یہ ہے کہ جب سایہ ہر چیز کے دو مثل سایہ ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ ٹیلوں کے دو مثل ہونے تک بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے حالانکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اور حد تاخیر ظہر کی اسی وقت تک ہے جب کہ سایہ ٹیلوں کا ابتداء شروع ہو پس یہ حدیث اُن کے بھی مخالف ہے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ سایہ ٹیلوں کا دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے مگر اس کی حد یہی ہے کہ ایک مثل کے اندر ہوتا ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ جب شدت گرمی کی وجہ سے نماز کی تاخیر جائز ہے تو نہایت سردی کی وجہ سے بھی تاخیر نماز کی جائز ہوگی اس لیے کہ وہ بھی آگ کے جوش سے ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ نہایت سردی اکثر صبح ہی کے وقت ہوتی ہے اور وہ آفتاب نکلنے کے سوا دور نہیں ہوتی ہے سو اگر یہاں بھی نماز کو تاخیر کیا جائے تو صبح کا وقت باقی نہیں رہے گا پس تاخیر جائز نہ ہوگی اور یہ جو فرمایا کہ آگ نے اللہ کے نزدیک اپنی شدت کا گلہ کیا سو اکثر کہتے ہیں کہ یہ گلہ حقیقی زبان سے ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح اس میں بھی حیاتی پیدا کی ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ گلہ زبان حال سے واقع ہوا ہے یعنی شدت گرمی سے آگ کا جوش خروش کرنا گویا کہ یہ گلہ ہے لیکن پہلی بات صحیح ہے اس لیے کہ جب پیغمبر صادق کسی امر ممکن کی خبر دے تو اس کی تاویل کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہی بات صواب ہے یعنی مراد اس سے حقیقی کلام ہے اس لیے کہ آگ کی گفتگو پیغمبر کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ بہت واقع ہو چکی ہے چنانچہ مومن جب پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ کہے گی کہ اے مومن! میرے اوپر سے جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میرے جوش کو بجھا دیا ہے واللہ اعلم اور آگ میں سردی کے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دوزخ ان دونوں کی جگہ ہے بعض طبقوں میں اُس کے آگ ہے اور ایک طبقہ اُس میں زمہریر ہے کہ اس میں اس شدت کی سردی ہے کہ اس کی حد سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں پس مراد آگ سے اس حدیث میں دوزخ ہے۔

فائدہ ثانیہ: فرقہ معتزلہ کہتے ہیں کہ دوزخ قیامت کے دن پیدا کی جائے گی اس وقت پیدا نہیں ہو چکی ہے سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دوزخ پیدا ہوئی ہے اور اب موجود ہے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ.

سفر میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا بیان۔

۵۰۶ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلٰى لِبَنِي تَيْمِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَتَفَيَّأُ تَتَمَيَّلُ.

۵۰۶۔ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سو مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو) فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے (سو آپ نماز کو ٹھنڈا کرنا فرماتے رہے) یہاں تک کہ جب ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا (تو اس وقت آپ نے نماز پڑھی) اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے سو جب سخت گرمی ہوا کرے تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿يَتَفَيَّؤُا ظِلَالُهُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ معنی یتفیؤ کا یہ ہے کہ مائل ہو اور جھک جائے سایہ اس کا ایک طرف سے دوسری طرف۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ظہر ٹھنڈا کرنے کی حد میں علماء کو اختلاف ہے سو بعض نے کہا کہ ایک ہاتھ سایہ ہونے تک ہے اور بعض نے کہا کہ آدمی کے قد کی چوتھائی تک ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی تہائی تک ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے نصف تک اور بعض نے کہا کہ وہ مختلف ہے باعتبار اختلاف وقتوں کے لیکن شرط یہ ہے کہ آخر وقت قضا نہ ہو جائے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ٹیلوں کا سایہ اُن کے برابر ہو گیا تھا سو مراد اُس سے یہ ہے کہ پہلے ظاہر نہیں تھا پھر ظاہر ہو گیا نہ یہ کہ ایک مثل ہو گیا تھا یا شاید اس واسطے تاخیر کیا ہو گا کہ عصر کے ساتھ جمع کا ارادہ ہو گا اور مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا صرف گھر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سفر میں بھی ٹھنڈا کرنا جائز ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ مسافر کسی منزل پر اترا ہوا ہو اور جب چلتا ہو یا سواری پر تو اس وقت نماز جمع کر لینی چاہیے تقدیم ہو یا تاخیر جیسے بیان اس کا آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مناسبت ترجمہ کی حدیث سے ظاہر ہے۔

بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ظہر کی نماز کا وقت آفتاب ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے

يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ. وقت سخت گرمی میں نماز پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے

فائدہ: غرض اس باب سے رد کرنا اُن کوفیوں پر جو کہتے ہیں کہ نماز اول وقت میں فرض نہیں ہوتی ہے۔

۵۰۷ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ فَذَكَرَ أَنَّ فِيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَّا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَآءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِيْ قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَآئِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

۵۰۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے سو آپ نے اول وقت ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ نے (بعد نماز ظہر کے) منبر پر خطبہ پڑھا اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑی بڑی مصیبتیں ہونے والی ہیں پھر فرمایا کہ جو کچھ کوئی پوچھنا چاہے سو پوچھے سو مجھ سے جو کچھ پوچھو گے بتلا دوں گا جب تک کہ میں اپنے اس مقام میں ہوں یعنی منبر پر سو اصحاب بے اختیار قیامت کے خوف سے رونے لگے سو آپ نے بہت بار لوگوں سے یہ کلمہ فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ چاہو پوچھو سو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذافہ ہے پھر بہت بار فرمایا کہ جو کچھ چاہو سو مجھ سے پوچھو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بہت غضب میں آ گئے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ہم راضی ہیں اللہ کی خدائی سے اور اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوا اور آپ چپ ہو گئے پھر فرمایا کہ بہشت اور دوزخ اس وقت میرے سامنے لائے گئے اس دیوار کی طرف سے سو میں نے بھلائی اور برائی کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابتداء وقت ظہر کا زوال سے شروع ہوتا ہے اس لیے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے آفتاب ڈھلنے کے وقت نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ اول وقت ظہر کا آفتاب کا ڈھلنا ہے اور یہی وجہ مناسبت حدیث کی ترجمہ سے ہے اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال سے پہلے نماز پڑھی ہو اور اس پر اب تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اور قدیم زمانے میں بعض صحابہ سے اس باب میں اختلاف تھا کہ ظہر کو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جائز رکھتے تھے اور اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور اسحاق بھی جمعہ پڑھنے کو زوال سے پہلے جائز رکھتے ہیں جیسے آئندہ

آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور زوال کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سیدھی چیز کو برابر زمین میں سیدھا کھڑا کیا جائے اور صبح کو آفتاب نکلنے کے وقت اس چیز کے سایہ کو جو مغرب کی طرف ہو دیکھتا رہے سو جس قدر آفتاب بلند ہوتا جائے اسی قدر اس کا سایہ بھی کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آفتاب اپنے نہایت حد کی بلندی پر پہنچے اور عین سر پر آ جائے تو اس وقت ایک لحظہ ٹھہرا رہتا ہے اور اس وقت اس کا سایہ بھی ٹھہر جاتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ پس یہ وقت آدھے دن کا ہے اور اسی وقت کو استواء کہتے ہیں پھر ایک لحظہ کے بعد آفتاب وہاں سے ڈھل جاتا ہے پس جو اول درجہ ڈھلنے کا ہے یعنی اپنے نہایت درجہ کی بلندی سے ڈھل کر جس درجہ میں اول اول آئے وہی وقت زوال کا ہے اور وہی ہے اول وقت ظہر کا اور یہ وقت وہ ہے جب کہ سایہ اس چیز کا مشرق کی طرف میں ذرا سا ظاہر ہو کر نظر آنے لگے اور قسطلانی میں حدیث نقل کی ہے کہ جتنی دیر میں آدمی زبان سے لا نعم کہتا ہے اتنی دیر میں آفتاب پانچ سو برس کی راہ قطع کر جاتا ہے اور حضرت ﷺ غصے اس وجہ سے ہوئے تھے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ پیغمبر ہمارے سوال میں عاجز ہے جو کچھ ہم پوچھتے ہیں اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے سو حضرت ﷺ نے منافقوں کی یہ کلام سن لی تھی اس واسطے حضرت ﷺ غصے سے بار بار فرماتے تھے اُن کی طرف اشارہ کر کے کہ پوچھے جس کا جی چاہے عبداللہ بن حذافہ اس مطلب کو نہ سمجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ بات بوجھ گئے کہ کلام حضرت ﷺ کا اصحاب سے نہیں ہے منافقوں سے ہے تب وہ بات عرض کی جس سے حضرت ﷺ غصہ گیا اور رونا اصحاب کا یا تو اس خوف سے تھا کہ پہلی امتوں کی طرح ہم پر بھی عذاب نازل نہ ہو جائے کہ پہلی امتوں نے بھی پیغمبروں کو ایذاء دی تھی اور حضرت ﷺ کو بھی منافقوں سے ایذاء پہنچی ہے اور یا رونا ان کا قیامت کے حالات سننے کی وجہ سے تھا اور حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باپ اس واسطے پوچھا کہ لوگ اس کو کسی اور شخص کا بیٹا کہتے تھے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بہشت اور دوزخ اس وقت میرے سامنے لائے گئے سو یہ سامنے لانا یا تو اس طرح سے تھا کہ جو پردہ کہ درمیان بہشت اور دوزخ اور درمیان آدمیوں کے ہے وہ درمیان سے اٹھا دیا گیا تھا اور یا بہشت اور دوزخ کے لوگ آپ کو دکھلائے گئے تھے یا ان دونوں کی مثال حضرت ﷺ کو دکھلائی گئی تھی واللہ اعلم۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ میں نے بھلائی اور برائی کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی ہے سو مراد اس سے یا تو یہ ہے کہ میں نے بہشت جیسی بہتر جگہ اور دوزخ جیسی بری جگہ کوئی نہیں دیکھی اور یا یہ مراد ہے کہ میں نیکی اور گناہ کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی ہے کہ نیکی سے آدمی بہشت میں داخل ہوتا ہے اور گناہ کے سبب سے آدمی دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور اس حدیث سے بڑی بزرگی اور نہایت تیز فہمی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون حاجت کے بے فائدہ سوال عالم سے کرنا منع ہے۔

۵۰۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ

۵۰۸۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا تھا اور نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے تھے یعنی جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوتے تو اس وقت ایسی روشنی ہوجاتی کہ ایک دوسرے کو پہچان لیتا جیسے دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ ایسے وقت میں نماز شروع کرتے تھے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر مدینے کی پرلی طرف اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور حالانکہ ابھی آفتاب خون سفید ہوتا تھا یعنی اُس کی گرمی اور رنگ نہ بدلتا (ابو المنہال کہتا ہے کہ) میں بھول گیا ہوں اس کو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے حال میں کہا اور عشاء کی نماز کو تہائی رت تک یا کہا آدھی رات تک تاخیر کرتے تھے (یہ راوی کا شک ہے) یعنی وقت مستحب عشاء کا تہائی یا آدھی رات تک ہے والا اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت عشاء کا صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز کے چار وقت میں اول وقت فضیلت کا ہے اور تہائی رات تک مختار وقت ہے اور صبح صادق تک جواز کا وقت ہے اور مغرب کے ساتھ جمع کرنا عذر کا وقت ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ ظہر کا اول وقت وہ ہے جب کہ آفتاب ڈھل جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے۔

٥٠٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ فَسَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

٥٠٩۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت گرمی میں ظہر کی نماز پڑھا کرتے تو اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے گرمی سے بچنے کے لیے یعنی گرمی کی شدت سے زمین ایسی گرم ہوجاتی تھی کہ اس پر سجدہ کرنے سے پیشانی جل جاتی پس گرمی سے بچنے کے واسطے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

فائدہ: جب حضرت ﷺ نے گرمی میں ظہر کی نماز پڑھی تو معلوم ہوا کہ زوال کے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اس لیے کہ شدت گرمی کی زوال کے سوا اور کسی وقت میں نہیں ہوتی ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہ حدیث ابراد کی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اول وقت جائز ہے اور ابراد افضل ہے واللہ اعلم اور یہ حدیث دوسرے پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

بَابُ تَأْخِيْرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ. ظہر کی نماز کو عصر تک تاخیر کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مراد اس سے یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ایسے وقت میں ادا کرے کہ اُس سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو جائے اور اس کو جمع صوری کہتے ہیں یعنی ظاہر میں دونوں نمازیں ایک وقت میں معلوم ہوتی ہیں اور درحقیقت اپنے اپنے وقت پڑھی جاتی ہیں اور غرض امام بخاری کی اس باب سے یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے بلکہ وہ محمول ہے جمع صوری پر یعنی ظہر کو آخر وقت میں ادا کیا اور عصر کو اول وقت میں ادا کیا بایں طور کہ جب ظہر سے فارغ ہوئے تو شاید عصر کا وقت داخل ہو گیا۔

۵۱۰ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ فَقَالَ أَيُّوْبُ لَعَلَّهُ فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى.

۵۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مدینہ میں نماز پڑھی سات رکعتیں اکٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں اور مغرب اور عشاء کی سات رکعتیں یعنی چار فرض ظہر کے اور چار فرض عصر کے آٹھ رکعتیں جمع کر کے ایک وقت میں پڑھیں اور تین فرض مغرب کے اور چار فرض عشاء کے یہ سات رکعتیں ایک وقت میں جمع پڑھیں سو ایوب نے کہا کہ شاید حضرت ﷺ کا یہ جمع کرنا مینہ کے دن میں ہوگا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کے وقت گھر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا درست ہے لیکن اس حدیث کی لوگوں نے کئی تاویلیں کی ہیں امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید حضرت ﷺ کا جمع کرنا مینہ کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل ضعیف ہے اس لیے کہ مسلم کے ایک طریق میں صاف آ گیا ہے کہ اس وقت نہ مینہ تھا اور نہ کوئی خوف تھا پس معلوم ہوا کہ یہ جمع کرنا نہ خوف کے سبب سے تھا اور نہ سفر اور مینہ کے سبب سے تھا اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع کرنا بیماری کے سبب سے تھا مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر مرض کے عذر سے جمع ہوتی تو آپ کے ساتھ وہی لوگ جمع کرتے جن کو بیماری ہوتی حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے وہ نماز بہت اصحاب کے ساتھ پڑھی تھی اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ پہلے ابر تھا سو حضرت ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر

آسمان صاف ہو گیا اُس وقت معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آ گیا ہے پس آپ نے عصر کی نماز پڑھی مگر یہ تاویل بھی ضعیف ہے اس لیے کہ یہ احتمال ظہر اور عصر کی نماز میں تو ہو سکتا ہے مگر مغرب اور عشاء کی نماز میں یہ احتمال بالکل نہیں ہو سکتا کہ کہا جائے گا پھر اندریں صورت مغرب اور عشاء کو کیوں جمع کیا اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ جمع صوری ہے جمع حقیقی نہیں ہے جیسے کہ بیان اس کا ابھی ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیہ کا لیکن یہ احتمال بھی ضعیف ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ احتمال باطل ہے اس لیے کہ ظاہر حدیث کے مخالف ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ راوی حدیث کا کہتا ہے کہ یہ مینہ کے عذر سے تھا لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ احتمال جمع صوری کا قوی ہے اس لیے کہ اس حدیث کے کسی طریق میں جمع کے وقت کا ذکر نہیں آیا ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو کس وقت جمع کیا اور مغرب اور عشاء کو کس وقت میں جمع کیا اور ظاہرًا کوئی عذر بھی نہیں بن سکتا ہے جیسے کہ ابھی بیان عذروں کا گزر چکا ہے کہ سب عذر ضعیف ہیں پس اندریں صورت اگر مراد مطلق جمع جائز رکھی جائے جیسے کہ مثلاً ظہر کو عصر کے وقت میں جمع کرنا یا بالعکس اس کے تو لازم آئے گا نکالنا نماز کا اپنے وقت مقررہ سے بلا عذر اور یہ جائز نہیں ہے جیسے کہ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے کہ نماز کا وقت معین اور مقرر ہے اپنے وقت سے اس کو نکالنا جائز نہیں ہے اور اگر مراد اس سے جمع صوری رکھی جائے تو نماز کو وقت سے نکالنا لازم نہ آئے گا اور نیز سب حدیثوں کی آپس میں تطبیق ہو جائے گی پس معلوم ہوا کہ اس کو جمع صوری پر حمل کرنا اولیٰ ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے لیکن صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی حدیث میں یہ لفظ آ چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کو اس ارادہ سے جمع کیا کہ آپ کی امت سے کسی کو کوئی حرج نہ ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جمع اس واسطے کیا ہے کہ میری امت کو حرج نہ ہو سو یہ حدیث صریح ہے کہ مراد اس سے جمع حقیقی ہے جمع صوری نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل اس حدیث میں نہیں بن سکتی ہے اس لیے کہ جمع صوری حرج سے خالی نہیں ہے اور نیز نفی حرج کی رو سے صورت میں صادق آتی ہے جب کہ جمع حقیقی ہو اور نیز جمع صوری میں وقت نکل جانے کا خوف ہے خاص کر عوام لوگ کہ اُن کو وقت ظہر کے آخر جزء اور وقت عصر کے اول جزء میں بالکل تمیز نہیں ہو سکتی ہے پس اس میں حرج ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے بصرہ میں نماز ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ان کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع حقیقی ہے اس لیے کہ نوافل کا ان کے درمیان نہ پڑھنا صرف جمع حقیقی میں ہوتا ہے صوری کے درمیان نوافل پڑھ لیتے ہیں اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مترجم نے کلام المتین میں کر دی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے غرضیکہ اس حدیث میں جمع صوری بھی مراد نہیں ہو سکتی ہے اور اماموں کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور ضرورت کے وقت گھر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز رکھا ہے بشرطیکہ عادت نہ ٹھہرا رکھے اور ساتھ

اسی کے قائل ہیں ابن سیرین اور ربیعہ اور اشہب اور ابن منذر اور قفال کبیر اور ساتھ اسی کے قائل ہے ایک جماعت محدثین کی اور دلیل ان کی یہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جس میں حرج کے واسطے جمع کرنا آیا ہے۔

مترجم کہتا ہے افسوس ہے کہ شارحین خاص کر امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں بہت طویل کلام کی اور سب تاویلوں کو رد کر دیا لیکن آخر کوئی معنی اس حدیث کا بیان نہ کیا اور کوئی بات محقق مقرر نہ کی جس پر آدمی عمل کرے لیکن جمع کرنے کا آپ نے یہ سبب تو بیان فرمایا ہے کہ میری امت کو کوئی حرج نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں جمع کرنے کا کوئی سبب ضرور تھا اور کسی عذر کی وجہ سے آپ نے نمازوں کو جمع کیا تھا گو شارحین نے عذروں کو رد کر دیا ہے لیکن یہ علت بالکل لغو جائے گی کہ حرج بدون کسی عذر کے متصور نہیں پس ظاہر معنی اس حدیث کے یہی ہیں کہ گھر میں بھی عذر کے واسطے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ آدمی اس کو عادت نہ ٹھہرا رکھے کبھی کبھی ضرورت کے وقت کر لیا کرے جیسے کہ ایک جماعت محدثین کا یہی مذہب ہے کما مر واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ. نماز عصر کے وقت کا بیان۔

٥١١ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

۵۱۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب میرے حجرے سے ابھی باہر نہ نکلتا۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ سایہ آفتاب کا میرے حجرے کے صحن میں ہوتا یعنی آفتاب بہت بلند ہوتا تھا اس لیے کہ چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کا سایہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ آفتاب خوب بلند ہو اور جب آفتاب نیچے چلا جائے تو اس وقت اس کا سایہ صحن میں نہیں رہتا ہے بلکہ دیواروں پر چڑھ جاتا ہے جیسے کہ مشاہدہ سے یہ بات ظاہر ہے اور بعض دشمن عقل کے اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا دروازہ مغرب کی طرف تھا پس جب آفتاب آسمان کے کنارہ پر جاتا یعنی غروب کے نزدیک ہوتا تو اس کی روشنی دروازے سے حجرے کے اندر چلی جاتی تھی پس آفتاب کے حجرے سے نہ نکلنے کی یہی مراد ہے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت دو مثلوں کے بعد ہوتا ہے جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

اول: یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا مغرب کی طرف دروازہ ہونا مسلم نہیں ہے۔

دوم: یہ کہ حجرہ کے دروازہ پر پردہ پڑا رہتا تھا جیسے کہ شیخ نے جذب القلوب میں بیان کیا ہے پس دروازہ سے روشنی کا

اندر جانا ممکن نہیں تھا۔

سوم : کتاب المواقیت کے اول میں یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر چکی ہے اس میں صریح موجود ہے کہ آفتاب دیوار کے سایہ پر چڑھنے سے پہلے آپ عصر پڑھتے تھے اور آئندہ حدیثیں بھی اس باب میں صریح ہیں پس اگر روشنی آفتاب کے دروازہ سے اندر جاتی تھی تو پھر دیوار پر سایہ چڑھنے اور نہ چڑھنے کا کیا معنی ہوا پس اس حدیث سے یہ قید بالکل لغو ہو جائے گی۔

چہارم: یہ کہ جب آفتاب غروب کے نزدیک ہوتا ہے تو وہ وقت بالاتفاق مکروہ ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اکثر اوقات یہی عادت تھی پس ایسے وقت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا کبھی ممکن نہیں ہے پس اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ عصر کا وقت دو مثل کے بعد ہوتا ہے **فمن ادعى ذلك فعليه البيان.**

٥١٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.

۵۱۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور حالانکہ آفتاب ابھی میرے حجرے میں تھا اس کا سایہ بلند نہیں ہوا تھا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تہ زمین سے سایہ بلند نہ ہوا ہوتا۔

٥١٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

۵۱۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب میرے حجرے میں ہوتا تھا اس کا سایہ ابھی بلند نہ ہوا ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مالک اور یحییٰ اور شعیب اور ابن ابی حفصہ کی روایت میں یہ ہے کہ آفتاب اس کے حجرے میں ہوتا دیوار پر چڑھنے سے پہلے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس معلق حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ اس روایت میں نسبت بلند ہونے کی آفتاب کی طرف کی ہے اور پہلی روایت میں نسبت بلند ہونے کی سایہ کی طرف کی ہے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے کہ مراد آفتاب کے نہ بلند ہونے سے یہ ہے کہ اس کی روشنی ابھی حجرے سے باہر نہیں نکلتی تھی اور سایہ کے نہ بلند ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ابھی تک اس کا سایہ صحن حجرے میں چوڑا اور فراخ نہ ہوا ہوتا پس دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ سایہ اسی وقت چوڑا ہوتا ہے جب کہ آفتاب کی روشنی حجرے سے باہر نکل

جائے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز میں بہت جلدی کرنی چاہیے اور اس کو اول وقت پڑھنا چاہیے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے یہی سمجھا ہے اور اسی طرح عروہ راوی حدیث نے بھی یہی سمجھا ہے اسی واسطے اُس نے عمر بن عبدالعزیز پر اس حدیث سے دلیل پکڑی لیکن امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کا اول وقت پر پڑھنا ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ حجرے کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں سو آفتاب اسی وقت پوشیدہ ہوتا جب کہ غروب کے نزدیک جاتا پس معلوم ہوا کہ عصر کو اول وقت نہیں پڑھتے تھے بلکہ دیر کر کے پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال طحاوی کا اس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب کہ حجرے کا صحن فراخ اور چوڑا ہو حالانکہ استفاضہ اور مشاہدے سے معلوم ہو چکا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے حجرے فراخ نہیں تھے بلکہ تنگ اور بہت چھوٹے تھے اور چھوٹے حجرے کے صحن میں آفتاب کی روشنی اسی وقت باقی رہتی ہے جب کہ آفتاب خوب بلند ہو وَ اِلاَّ جب آفتاب غروب کے قریب چلا جائے تو اس وقت اسی روشنی حجرے کے صحن میں بالکل نہیں رہتی بلکہ بلند ہو جاتی ہے اگرچہ حجرے کی دیواریں چھوٹی ہوں امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حجرے کا میدان بہت تنگ تھا اور اس کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں بایں طور کہ لمبائی دیواروں کے صحن کی چوڑائی سے کچھ ہی کم تھی سو جب سایہ دیوار کا ایک مثل ہو جاتا تو آفتاب کی روشنی صحن کے اخیر میں چلی جاتی تھی اور گویا کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مثل کے بعد وقت عصر ہونے پر کوئی حدیث صریح اپنی شرط پر نہ پائی تو صرف اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر اکتفا کیا اور اسی سے اول وقت عصر کا استنباط کیا اور صحیح مسلم میں اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جو اس باب میں صریح ہیں کہ وقت عصر کا بعد ایک مثل کے شروع ہو جاتا ہے اور کسی اہل علم سے اس کا خلاف منقول نہیں ہوا مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہ وہ کہتے ہیں وقت عصر کا بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے امام قرطبی نے کہا کہ تمام جہان کے علماء اس کے مخالف ہیں یعنی کہتے ہیں کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد بھی اس کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن امام صاحب کے بعض مقلدین متاخرین نے ابراد وغیرہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے مگر یہ استدلال ان کا ٹھیک نہیں ہے کہ ابراد کی حدیث سے یہی مراد ہے کہ ہر چیز کا سایہ ظاہر ہو جائے **وقد مر بیانه مرارًا** امام ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس استدلال کی حکایت کرنی اس کی رو سے مستغنی کر دیتی ہے۔

٥١٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِيْ عَلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ أَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

۵۱۴۔ سیار سے روایت ہے کہ میں اور میرا باپ (ہم دونوں) ابو برزہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس آئے سو میرے باپ نے ان سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس وقت پڑھا کرتے تھے سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز (جس کو تم پیشیں کہتے ہو) اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا یعنی

الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولٰى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

جب کہ آسمان کے درمیان سے مغرب کی طرف ذرا سا جھک جاتا اور عصر کی نماز پڑھے (یعنی ایسے وقت میں) کہ ہم میں سے کوئی عصر پڑھ کر مدینہ کے پرے اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور حالانکہ آفتاب سفید زندہ ہوتا تھا یعنی اس کے رنگ میں کچھ تغیر نہ آتا (راوی نے کہا) کہ میں بھول گیا ہوں اس کو جو ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے باب میں کہا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز (جس کو تم اندھیرے کی نماز کہتے ہو) میں دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے یعنی دیر کر کے پڑھا کرتے تھے اور نماز عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو برا جانتے تھے اور صبح کی نماز سے (ایسے وقت میں) فارغ ہوتے کہ ہر ایک مرد اپنے پاس والے کو پہچان لیتا اور آپ نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے سو یہ ٹھنڈے وقت میں ظہر پڑھنے کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اول وقت میں پڑھنا سردی کے موسم میں ہو یا حدیث ابراد سے پہلے کا یہ واقعہ ہو یا شدت گرمی کی نہ ہو یا بیان جواز کے لیے کیا ہو یعنی اول وقت میں بھی ظہر پڑھنی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک ابراد افضل ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ سخت گرمی میں مستحب ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں جمہور صحابہ اس لیے کہ احادیث صحیحہ اس میں وارد ہو چکی ہیں اور بہت جگہوں میں آپ نے اس کے ساتھ حکم فرمایا ہے لیکن حد ابراد کی یہ ہے کہ دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ اس میں لوگ چل سکیں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نماز عصر میں ابراد کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں مگر اشہب مالکی کے نزدیک اور جمعہ کی نماز میں ابراد کرنا بھی جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں اور ظہر نماز کو پیشیں اس واسطے کہتے ہیں کہ دن کی سب نمازوں سے یہ پہلے نماز ہے یا یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہی نماز پڑھائی تھی اور ظہر اور عشاء کو پیشیں اور اندھیرے کی نماز کہنا شاید اس وجہ سے ہے کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے اور عشاء میں تاخیر کرنی چاہیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں اس واسطے دیر کرتے تھے کہ سب نمازی جمع ہو جائیں جیسے کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور مراد آفتاب کے زندہ ہونے سے یہ

ہے کہ اس کی گرمی اور روشنی کی تاثیر اور قوت باقی ہو اور اس کا رنگ قائم ہو اور یہ نہیں ہوتا ہے مگر بعد ایک مثل کے واللہ اعلم ۔ اور یہ جو راوی نے کہا کہ حضرت ﷺ صبح کی نماز سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ ہر ایک آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا تھا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنی چاہیے اس لیے کہ اپنے پاس والے کو پہچاننے کی ابتداء اندھیرے کے آخر میں شروع ہوتی ہے اور اس وقت میں حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت ﷺ کی عادت قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تھی اور نماز کے اور رکنوں میں بھی بہت اطمینان کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز غلس یعنی اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی عالم سے مسئلہ پوچھے اور اس کو وہ جانتا ہو تو سائل کو جلدی جواب دینا چاہیے۔

٥١٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَنَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

٥١٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر کوئی آدمی (عصر کی نماز پڑھ کر) قبیلہ بنی عمرو کی طرف جاتا سو ان کو عصر کی نماز پڑھتے پاتا۔

فائدہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ مدینہ سے بنی عمرو کا گاؤں دو میل کے فاصلہ پر تھا اور وہ لوگ عصر کی نماز میانہ وقت میں پڑھتے تھے اس لیے کہ وہ اپنے کاموں اور کھیتوں میں مشغول رہتے تھے اور حضرت ﷺ عصر کی نماز اول وقت میں پڑھا کرتے تھے سو جو لوگ وہاں کے حضرت ﷺ کے ساتھ اول وقت نماز پڑھ کر اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاتے اور دو میل چل کر جاتے تو اس وقت قوم کے اور لوگوں کو نماز پڑھتے پاتے پس معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ عصر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے کہ آدمی عصر کی نماز پڑھ کر دو میل چلا جاتا تب عصر کا درمیانہ وقت ہوتا تھا اور یہ حدیث تو ظاہر میں موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

٥١٦ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا

٥١٦۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم وہاں سے نکل کر انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے سو ہم نے اس کو عصر کی نماز پڑھتے پایا سو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اُن سے کہا کہ اے چچا تم نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے یعنی ظہر ہے یا عصر؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عصر کی نماز ہے اور یہ وہ نماز ہے جس کو ہم حضرت ﷺ

عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ.

کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے اور اس کا اول وقت وہ ہے جب کہ ظہر کا وقت تمام ہو جائے اسی وجہ سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں شک کیا کہ یہ ظہر ہے یا عصر پس معلوم ہوا کہ دونوں وقتوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کا وقت بعد ایک مثل کے ہو جاتا ہے اس لیے کہ اگر اُن کی نماز ظہر کی بعد دو مثل کے ہوتی تو پھر انس رضی اللہ عنہ سے نماز پوچھنے کا کوئی معنی نہ تھا اور اُس نے انس رضی اللہ عنہ کو چچا اس واسطے کہا کہ وہ عمر میں اُس سے بڑے تھے حقیقی چچا نہیں تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو نام سے نہ بلائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ سے بڑے کو چچا یا ماموں وغیرہ کہنا جائز ہے اگرچہ کوئی غیر ہو۔

۵۱۷ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِيْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهٖ.

۵۱۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ آفتاب بلند اور روشن ہوتا سو کوئی جانے والا عوالی کی طرف جاتا سو وہاں کے لوگوں کے پاس جاتا اور حالانکہ آفتاب ابھی بلند ہوتا تھا اور بعض گاؤں مدینہ سے چار میل پر ہیں یا مثل اس کی۔

فائدہ: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مدینے سے عوالی چھ میل ہیں اور بعض میں دو یا تین میل کا ذکر آیا ہے سو تطبیق ان میں یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ قریب ہیں وہ دو میل ہیں اور جو سب سے زیادہ دور ہیں وہ چھ میل ہیں اور میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس حدیث میں لفظ عوالی کا آیا ہے اور عوالی کہتے ہیں ان گاؤں کو جو مدینہ کے آس پاس نجد کی طرف واقع ہیں اور یہ طرف مدینہ کی اونچی اور بلند ہے اس لیے کہ ان گاؤں کو عوالی کہتے ہیں یعنی اونچی طرف اور بلندی پر واقع ہیں اور جو گاؤں کہ مدینہ سے تہامہ کی طرف واقع ہیں اُن کو سافلہ کہتے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہیے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر دو یا تین میل چلنا اور پھر بھی آفتاب کا بلند اور روشن رہنا ممکن نہیں مگر جب کہ عصر کو ایک مثل کے بعد پڑھا جائے اور یہ حاصل نہیں ہوتا ہے مگر لمبے دنوں میں پس یہ حدیث دلیل ہے واسطے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور جب کہ عصر دو مثل کے بعد پڑھی جائے تو پھر دو تین میل چل کر آفتاب کا روشن رہنا ممکن نہیں ہے جیسے کہ مشاہدہ سے یہ بات حاصل ہوتی ہے جس کو شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے غرض کہ ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ حدیث ابراد میں ٹھنڈا کرنے کی حد یہی ہے کہ ایک مثل سے پہلے ظہر کی نماز ادا ہو جائے یا دیواروں کا سایہ اس قدر ہو جائے کہ آدمی اس میں چل سکے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

۵۱۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلٰى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

۵۱۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر (بعد نماز کے) ہم میں سے کوئی آدمی قبا کی طرف جاتا سو وہ قبا والوں کے پاس آتا اس حالت میں کہ آفتاب ابھی بلند ہوتا تھا۔

فائدہ: قبا ایک جگہ کا نام ہے تین یا چار میل مدینہ سے سو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں بہت جلدی کیا کرتے تھے اس لیے کہ بعد عصر کے چار میل چل کر جانا اور پھر بھی آفتاب کا بلند رہنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ عصر کو بعد ایک مثل کے پڑھے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ.

جس کی عصر کی نماز جاتی رہے اُس کو کیا گناہ ہوتا ہے؟۔

۵۱۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهٗ وَمَالَهٗ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهٗ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ لَهٗ مَالًا.

۵۱۹۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز جاتی رہے تو جیسے اس کے جورو لڑکے اور مال چھن گیا۔

فائدہ: یعنی اس نماز کے فوت ہونے کا ایسا غم کرنا چاہیے جیسے کہ آدمی اپنے بیوی بچے اور مال کے ہلاک ہو جانے کا غم کرتا ہے یا اس نماز کے فوت ہو جانے سے ایسا ڈرے جیسے کہ اہل اور مال کے ہلاک ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا يَتِرَكُمْ (یہ اشارہ ہے طرف آیت ﴿وَلَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ کے) یعنی ہرگز نہ ناقص کرے گا تمہارے عملوں کو دوسری کلام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی ''وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتَ لَهٗ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتَ لَهٗ

مَالًا'' یہ عرب کا محاورہ ہے جب کوئی کسی کے بھائی بند یا مددگار کو مار ڈالے اور اس کے اسباب کو چھین لے تو اس وقت یہ کلمہ بولتا ہے وَتَرْتُ الرَّجُلَ یعنی میں نے اس کو ناقص کر دیا اور اکیلا کر دیا اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت اور عرب کے لوگوں کے محاورہ سے یہ ہے کہ لفظ اَھْلَهٗ وَمَالَهٗ کے لام پر پیش اور زبر دونوں جائز ہیں اور وتر کا باب کبھی دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور کبھی ایک مفعول کی طرف سو آیت دو مفعول کی طرف متعدی ہونے کی شہادت ہے اور محاورہ عرب کا ایک مفعول کی شہادت ہے۔

فائدہ: مراد فوت ہو جانے سے یہ ہے کہ بے عذر نماز کو وقت جواز سے نکال دے پس ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی عصر کی نماز جاتی رہے اُسکو بڑا گناہ ہوتا ہے کہ اس کے سب عمل اکارت اور برباد ہو جاتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور نماز عصر کی خاص کر تاکید اس واسطے ہے کہ یہ وقت غفلت کا ہے لوگ اس وقت بازار میں مشغول ہوتے ہیں نماز عصر قضاء ہو جاتی ہے اور یا اس واسطے اس کو خاص کیا کہ ہر روز فرشتے عصر کے وقت نامۂ اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں اور آمد و رفت کے فرشتے اس وقت میں جمع ہوتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فجر کا بھی یہی حال ہے کہ اُس میں بھی فرشتے جمع ہوتے ہیں لیکن اس میں سو جانے کا عذر ہے اور اس میں عذر نہیں اس لیے کہ یہ جاگنے کا وقت ہے اور وہ سونے کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تفضیل کا کلی ہونا لازم نہیں بلکہ بنسبت اکثر نمازوں کے یہی ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ تخصیص باعتبار سوال سائل کے ہے کہ اُس نے فقط اسی نماز کا سوال کیا ہو اور یا کاشتکار لوگ زراعت میں مشغول ہوتے ہیں یا کوئی اور وجہ تخصیص کی ہوگی لیکن اصل تخصیص کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نماز کو چاہتا ہے فضیلت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے وجہ تخصیص کی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور بعض نے اس حدیث کو بھول جانے پر محمول کیا ہے یعنی جس کی عصر کی نماز بھول سے جاتی رہے اُس کا یہ ذکر ہے سو اس تقدیر پر اس کا یہ معنی ہوگا کہ جس کی نماز عصر کی بھول سے جاتی رہے تو جب کسی عصر پڑھنے والے کے ثواب کو دیکھتا ہے تو اس کو ایسا غم حاصل ہوتا ہے جیسے کہ جورو لڑکے وغیرہ چھن جانے والے کو غم حاصل ہوتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نماز عمداً چھوڑ دے تو اس کو بہت زیادہ غم ہوتا ہے ایک اس وجہ سے کہ اُس کے ہاتھ سے ثواب فوت ہوا دوسرا اس وجہ سے کہ اس کو گناہ حاصل ہوا اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا بہت حقیر ہے تھوڑا عمل بہتر ہے بہت دنیا سے اور بعض نے کہا کہ اس حدیث کے برابر کوئی حدیث نہیں ہے اس لیے کہ کیفیت محافظت عصر کی اس کے سوا کسی حدیث میں پائی نہیں جاتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ. جو عصر کی نماز کو جان کر چھوڑ دے تو اس کو کیا گناہ ہوتا ہے؟

٥٢٠ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي

٥٢٠۔ ابوالملیح سے روایت ہے کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک لڑائی میں تھے مینہ کے دن میں سو بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز عصر

كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.

کے پڑھنے میں جلدی کرو یعنی اول وقت پڑھو اس لیے کہ بے شک حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی یعنی جان کر تو اس کا عمل اکارت ہوا یعنی اس کا ثواب باطل ہو گیا معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے چھوڑنے کا بڑا گناہ ہے۔

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے اہلِ مذہب اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ جو شخص جان کر نماز چھوڑ دے وہ کافر ہو جاتا ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اس لیے کہ مقرر ہو چکا ہے کہ سوائے شرک کے کسی چیز سے عمل اکارت نہیں ہوتے ہیں پس اس حدیث کی انہوں نے بہت تاویلیں کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ مراد اکارت ہونے سے یہ ہے کہ نزدیک ہے کہ اکارت ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمل سے صرف وہی نماز ہے یعنی خاص اس نماز کا اس کو ثواب نہیں ملے گا نہ یہ کہ کل عمل اس کے اکارت ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ عمل سے مراد کام دنیا کے ہیں جس کے سبب سے نماز چھوٹی یعنی ایسے کام سے اس کو فائدہ اور نفع حاصل نہیں ہوگا وعلی ہذا القیاس بعضوں نے اس کی کچھ اور تاویلیں کی ہیں لیکن سب سے عمدہ یہ تاویل ہے کہ یہ حدیث زجر کے مقام میں واقع ہوئی ہے ظاہر معنی اس کے مراد نہیں ہیں اور وجہ تاویل کی یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں وارد ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ﴾ یعنی جس نے کفر کیا ساتھ ایمان کے تو اس کا عمل اکارت ہوا پس اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ کفر نہ کرے اس کا عمل اکارت نہیں ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا عمل اکارت ہے پس اس آیت اور حدیث میں تطبیق کے واسطے یہ تاویل کی گئی اس لیے کہ تطبیق جب تک ممکن ہو اولیٰ ہے ترجیح سے اور یہی ہے جواب امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل سے اور اگر کوئی سوال کرے کہ ابر کے دن میں بریدہ کو اول وقت کا داخل ہونا کیسے معلوم ہوا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ بریدہ کو اول وقت معلوم ہو گیا ہو اس لیے کہ ابر کے دن میں کبھی کبھی آفتاب ظاہر بھی ہو جاتا ہے اور اگر بالفرض آفتاب بالکل ظاہر نہ ہو تو اس میں یقین شرط نہیں ہے بلکہ اس میں اجتہاد کرنا بھی کافی ہو جاتا ہے اور اس ترجمہ اور سابق ترجمہ میں یہ فرق ہے کہ فوت ہو جانا ترک عمد میں صریح نہیں ہے اور ترک کرنا عمد میں صریح ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ.

نمازِ عصر کی فضیلت کا بیان۔

۵۲۱ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ

۵۲۱۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سو آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا کہ بیشک تم قیامت میں دیکھو گے اپنے رب کو جیسا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

کہ اس کو دیکھتے ہو یعنی چاند کو ہجوم نہ کر سکو گے اس کے دیکھنے میں یعنی خلقت کے ہجوم اور کثرت سے اس کے دیدار میں کچھ حجاب اور آڑ نہ ہوگی جیسے چاند کے دیکھنے میں ہجوم خلل نہیں ڈالتا ہے سو اگر تم سے ہو سکے کہ غافل نہ ہو نماز سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے تو کیا کرو پھر حضرت ﷺ نے قرآن سے اس کی دلیل پڑھی کہ پاکی کہہ تعریف کے ساتھ رب اپنے کے سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

فائدہ: مراد سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز ہے اور ڈوبنے سے پہلے عصر کی نماز ہے اور ان دو وقتوں کو اس واسطے خاص کیا کہ فرشتے آمد و رفت کے ان میں جمع ہوتے ہیں اور ان دونوں وقتوں میں آدمیوں کے نامہ اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کی بڑی فضیلت ہے کہ اخبار نویس فرشتے اس میں جمع ہوتے ہیں وفیہ مطابقۃ للترجمۃ اور یہی وجہ ہے مناسبت وارد کرنے حدیث اجتماع فرشتوں کی بعد اس حدیث کے لیکن یہ فضیلت ان دونوں نمازوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر موقوف نہیں بلکہ ظاہر حدیث سے مطلق نماز ثابت ہوتی ہے جماعت سے ہو یا تنہا ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا دیدار قیامت میں ایمانداروں کو نصیب ہوگا اور یہی مذہب ہے سب اہل سنت کا مگر شیعہ اور معتزلہ دیدار کے منکر ہیں یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز فجر اور عصر کو دیدار اللہ کے حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے اور ان دونوں نمازوں پر محافظت کرنے میں اللہ کے دیدار کی امید ہے اور مناسبت ذکر ان دونوں نمازوں کی اللہ کے دیدار کے ساتھ یہ ہے کہ جیسے یہ دونوں نمازیں سب نمازوں سے افضل ہیں ایسے ہی مناسب ہے کہ ان کا ثواب بھی سب ثوابوں سے افضل ہو اور وہ دیدار الٰہی ہے پس عصر کی نماز کی فضیلت ثابت ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

۵۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ

۵۲۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں آگے پیچھے آجایا کرتے ہیں فرشتے ہر ایک رات اور دن میں اور جمع ہوتے ہیں عصر کی نماز اور فجر کی نماز میں پھر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں وہ فرشتے جو رات کو تمہارے درمیان رہے تو اللہ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہارا حال ان سے زیادہ تر جانتا ہے کہ کس حال میں تم نے میرے

الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

بندوں کو چھوڑا تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اُن کو چھوڑ آئے ہیں نماز پڑھتے اور جاتے وقت پایا اُن کو ہم نے نماز پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شب وروز اخبار نویس فرشتوں کی دو بار بدلی ہوتی ہے اور بندوں کا حال دو بار دربارِ الٰہی میں عرض ہوتا ہے جو فرشتے دن کو بندوں میں رہتے ہیں وہ ان کا حال عصر کے وقت جا کر عرض کر دیتے ہیں اور جو فرشتے رات کو بندوں میں رہتے ہیں وہ ان کا حال صبح کو دربارِ الٰہی میں عرض کر دیتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں یاالٰہی ان کو قیامت میں بخش دے اور یہ بدلی والے فرشتے وہ فرشتے نہیں جو آدمی کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں بلکہ یہ اُن سے علیحدہ ہیں اور فرشتوں سے بندوں کا حال پوچھنے کی یہ حکمت ہے کہ فرشتوں کی زبان سے بندوں پر نیکی کی شہادت دلائی جائے واسطے اظہار حکمت کے انسان کی پیدائش میں یعنی چونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے انکار کیا تھا کہ کیا تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے؟ تو اس واسطے اللہ چاہتا ہے کہ ان فرشتوں سے انسان پر شہادت دلائے یعنی خود تمہاری شہادت سے ثابت ہو گیا کہ انسانوں میں بھی ایسے آدمی ہیں جو مثل تمہاری اللہ کی پاکی بولتے ہیں اور فرشتوں نے صرف نماز کا جواب دیا اور چیز کا ذکر نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ نماز سب عملوں سے افضل ہے اور جو گناہ نمازوں کے درمیان ہوں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اسی واسطے فرشتوں نے گناہ کا ذکر نہ کیا اور اسی واسطے اسی کا سوال ہوا اور اسی کا جواب ہوا اور یہ جو فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم اُن کو چھوڑ آئے ہیں نماز پڑھتے سو اس سے لازم آتا ہے کہ فرشتے نماز پڑھنے سے پہلے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں حالانکہ حدیث میں صاف آچکا ہے کہ وہ نماز میں اُن کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ قول فرشتوں کا محمول ہے اس پر کہ جن لوگوں نے اول وقت میں نماز پڑھی ہے فرشتے اُن کے ساتھ حاضر تھے اور جنہوں نے بعد اس کے نماز شروع کی ہے یا ابھی نماز کی تیاری میں ہیں اس وقت بھی حاضر تھے پس یہ قول اُن کا بہ نسبت اور لوگوں کے صادر ہوا ہے جو بعد اس کے نماز میں داخل ہوئے یا تیاری میں ہیں۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے نکلتے ہیں ایک یہ کہ جب کوئی چیز انسان کے بدن سے جدا ہو تو مستحب ہے کہ آدمی اس وقت پاکی سے ہو جیسے کہ بالوں کا منڈانا اور ناخنوں کا کٹوانا اور کپڑے کا بدلنا وغیرہ اور دوم یہ کہ نماز سب عبادتوں سے افضل ہے اس لیے کہ اسی کا سوال ہوا اور اسی کا جواب ہوا اور سوم یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں وقت بڑی فضیلت کے وقت ہیں کہ ان میں فرشتے جمع ہوتے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ صبح کے بعد رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور عصر کے بعد اعمال آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں سو جو شخص کہ ایسے وقت عبادت میں ہو اس کے رزق اور عمل میں برکت کی جاتی ہے اور اس کا رزق بڑھ جاتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز عصر کی بڑی فضیلت ہے پس یہی

وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہی حکمت ہے ان دونوں نمازوں پر محافظت کرنے کی حکم میں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ امت سب امتوں سے افضل ہے پس اس کا نبی بھی سب نبیوں سے افضل ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے جس کی وجہ سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور یہ کہ ان وقتوں میں خوش ہونا چاہیے اس سے کہ اللہ کے رسول ہمارے پاس اس وقت آتے ہیں اور اللہ ان سے ہمارا حال پوچھتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ہمارے ساتھ بہت محبت رکھتے ہیں پس ہم کو بھی اُن کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے تا کہ ہم کو اس وجہ سے اللہ کے نزدیک مرتبہ حاصل ہو اور یہ کہ اللہ اپنے فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور بعض حنفیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نماز عصر کی دیر کے ساتھ پڑھنی مستحب ہے تا کہ فرشتوں کا آسمان پر چڑھنا نماز سے بعد آخر دن میں واقع ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے عصر کا تاخیر کرنا لازم نہیں آتا ہے اس لیے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ فرشتے نماز سے فارغ ہونے کے وقت آسمان پر چڑھتے ہیں بلکہ احتمال ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھی جائے اور وہ بعد اس کے آخر دن تک ٹھہرے رہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دن کے فرشتے چڑھ جائیں اور کچھ دن ابھی باقی ہو اور رات کے فرشتے ٹھہرے رہیں اور یہ ٹھہرنا ان کا رات رہنے کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ رات رہنا اُن پر صادق آتا ہے اگرچہ وہ کچھ دن رہے آئے ہوں، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ.

جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پائے تو اس کی نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی وہ نماز ادا ہو جاتی ہے قضا کرنے کی حاجت نہیں۔

۵۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ.

۵۲۳ - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایک رکعت عصر کی نماز سورج ڈوبنے سے پہلے پائے تو اپنی نماز پوری کرلے یعنی تین رکعتیں باقی غروب کے وقت پڑھے اور جب ایک رکعت فجر کی نماز سورج نکلنے سے پائے تو اپنی باقی نماز کو پورا کرے یعنی باقی ایک رکعت سورج نکلنے کے وقت پڑھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص ایک رکعت نمازِ عصر یا فجر سورج ڈوبنے یا نکلنے سے پہلے پائے تو وہ اپنی باقی نماز کو پورا کرلے اور یہ نماز اس کی ادا ہے قضا نہیں ہے دوبارہ قضا کر کے اس کو پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور ابو سعید اصطخری کہتے ہیں کہ عصر کی نماز دو مثل کے بعد قضا

ہو جاتی ہے سو یہ حدیث صریح ہے اس کے رد میں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رکعت کا لفظ بڑھا دیا ہے تو اس سے یہ غرض ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ سجدہ کا واقع ہوا ہے تو اس سے مراد رکعت ہے تو گویا یہ ترجمہ تفسیر ہے اس حدیث کی اور عصر کے پانچ وقت میں ایک وقت مستحب ہے اور وہ بعد ایک مثل کے ہے متصل اس کے اور دوم وقت مختار ہے اور وہ دو مثل تک ہے سوم وقت محض جواز کا ہے اور وہ دو مثل سے لے کر سورج کے زرد ہونے تک ہے چہارم وقت ضرورت کا ہے اور وہ بعد زرد ہونے سورج کے ڈوبنے تک مگر جو اس وقت تک تاخیر کرے وہ گنہگار ہوتا ہے۔ پنجم وقت عذر کا ہے اور وہ عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا ہے واسطے سفر کے یا مینہ کے انتہی۔ پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر ضرورت کے وقت میں ایک رکعت پائے تو نماز ادا ہو جائے گی لیکن تاخیر کے سبب سے گنہگار ہو گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک رکعت نماز فجر کی سورج نکلنے سے پہلے پائے تو وہ نماز صحیح ہو جاتی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سب اماموں کا لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز تو درست ہے مگر فجر کی نماز سورج نکلنے کے وقت درست نہیں ہے باطل ہو جاتی ہے اور حنفیہ امام صاحب کی طرف سے یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ غروب اور طلوع اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں کئی حدیثیں آ چکی ہیں اور وہ عام ہیں پس وہ اس حدیث کے ساتھ معارض ہیں اور حکم تعارض کا یہ ہے کہ قیاس کی طرف رجوع کیا جائے اور قیاس نے عصر کی نماز کو ایسے وقت میں جائز رکھا ہے اور فجر کی نماز کو قیاس نے جائز نہیں رکھا یعنی فجر کا وقت کامل ہے پس ادا ناقص نہ ہونی چاہیے سو اس کا جواب مترجم نے اپنی کتاب کلام المتین میں کافی شافی دیا ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور یہاں اس کا جواب فقط اتنا ہی کافی ہے کہ حدیثیں ممانعت کی عام ہیں اور یہ حدیث خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے ائمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے پس تخصیص کو ناجائز کہنا دلیل ناواقفی کی ہے کتب اصول سے اور نیز یہ قیاس مقابلے میں نص کے ہے اور قیاس نص کے مقابلے میں بالاجماع مقبول نہیں اور نیز حدیث جواز کی نص ہے معنی جواز میں اور حدیث نہی کی ظاہر ہے معنی عدم جواز میں اور تعارض کے وقت نص مقدم ہوتی ہے ظاہر پر اور نیز عصر کی نماز کو جو قیاس سے جائز رکھتے ہیں تو یہ قیاس بھی حدیث نہی کے مقابلہ میں ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے سو جواب اس کا یہ ہے کہ ناسخ کا مؤخر ہونا شرط ہے سو مدعی نسخ کو لازم ہے کہ ناسخ کا اس حدیث جواز سے مؤخر ہونا ثابت کرے بعدہٗ دعوے نسخ زبان پر لائے ورنہ خرط القتاد اور باقی تفصیل اس مسئلے کی کلام المتین میں مذکور ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ اگر کوئی شخص عصر یا فجر کی نماز سے ایک رکعت کا وقت پائے پھر سورج نکل آئے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے باقی نماز کو پورا کر لے اور عصر کی جائز ہونے میں تو سب علماء کا اجتماع ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تمام علماء کے نزدیک صبح کی نماز بھی جائز ہے مگر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں اور یہ حدیث حجت ہے اس پر انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر نفل اس سے مخصوص ہوتے تو فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا بھی جائز ہوتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتوں کو عصر کے بعد قضا کر کے پڑھا پس قضا شدہ نمازوں کو اس وقت پڑھنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا پس یہ استحالہ بالکل غلط ہے۔

٥٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ أُوْتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهُوَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَآءُ.

۵۲۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ سوائے اس کے کوئی مثل نہیں ہو سکتی کہ عمریں اور مدت تمہاری اے مسلمانوں کیا گلی امتوں کی عمری اور مدت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ عصر کی نماز سے شام تک یعنی اگلی امتوں کی زندگی زیادہ تھی جیسے صبح سے عصر تک اور مسلمانوں کی عمر کم ہے جیسے عصر سے شام تک مثلاً اگلی امتوں کی عمر ہزار برس اور اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی اور اس امت کی عمر سو برس تک بھی نہیں ہے سو یہود کو توراۃ دی گئی سو کام کیا یہود نے یہاں تک کہ جب دوپہر ہوئی تو عاجز ہو گئے یعنی تمام دن کام نہ کر سکے سو ان کو ایک ایک قیراط مزدوری ملی پھر نصاریٰ کو انجیل دی گئی سو نصاریٰ نے (دوپہر سے) عصر تک کام کیا پھر عاجز ہو گئے سو اُن کو بھی ایک ایک قیراط مزدوری ملی پھر ہم کو یعنی امت محمدی کو قرآن ملا سو ہم نے عصر سے) شام تک کام کیا سو ہم کو دو دو قیراط مزدوری ملی سو یہود اور نصاریٰ قیامت میں کہیں گے کہ اے رب ہمارے تو نے ان کو یعنی امت محمدی کو دو دو قیراط مزدوری دی اور ہم کو ایک ایک قیراط دی اور ہم کام میں زیادہ ہیں (پس عجب بات ہے کہ کام بہت اور محنت کم) اللہ فرمائے گا کیا میں نے تم پر کچھ ظلم کیا یعنی جو مزدوری ٹھہر گئی تھی اس سے کچھ کم دیا کہیں گے جو ٹھہرا تھا اس سے کم نہیں ملا اللہ فرمائے گا سو یہ تو یعنی دونی مزدوری دنیا میں میرا فضل ہے جس کو چاہوں

اس کو دوں۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ یہ ماجرا قیامت میں ہوگا اور حضرت ﷺ نے وحی سے معلوم کر کے اُس کی خبر دی جیسے کہ آپ نے اور علامات قیامت کی خبر دی ہے اور قیراط کہتے ہیں آدھے دانگ کو سونے کی ہوتی ہے وزن میں پانچ جو کے برابر ہوتی ہے ملک مصر میں اُس کی بہت چال ہے اور اصلی معنی قیراط کے یہاں مراد نہیں بلکہ یہ صرف ایک تمثیل ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی ہر چند عمریں زیادہ تھیں اور عبادت بہت لیکن امت محمدی کو باوجود کم عمری اور قلت عبادت کے اُن سے ثواب دونا ہے یہ اللہ کا فضل ہے اپنے حبیب کی ضعیف امت پر الٰہی! ہزار ہزار شکر تیرے احسان کا کہ اپنے حبیب کی امت میں ہم کو پیدا کیا اور یہود ونصاریٰ کے کام کرنے اور عاجز آنے سے یہ مراد ہے کہ اُنہوں نے تورات اور انجیل پر عمل کیا اور اسی پر ایمان کے ساتھ مر گئے اور اسلام کے زمانے کو اُنہوں نے نہ پایا کہ اُس کا اجر بھی اُن کو ملتا تو گویا کہ وہ عاجز آ گئے کہ اسلام کے ثواب سے محروم رہے، واللہ اعلم۔ اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ابن عمر اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم کی ان دونوں حدیثوں کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ کبھی آدمی کو بعض عمل کرنے سے کل کا ثواب مل جاتا ہے جیسے کہ عصر سے شام تک کام کرنے والے کو کل دن کی مزدوری دی گئی پس یہ نظیر ہے اس کی جس کو ایک رکعت پانے سے ساری نماز کا ثواب ملے پس یہی وجہ ہے مناسبت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہمارا کام بہت ہے اور محنت کم اس قول سے دلیل پکڑی ہے بعض احناف نے ابوزید کی طرح اس پر کہ وقت عصر کا دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اس لیے کہ اگر ایک مثل کے بعد شروع ہو تو ظہر کے وقت کے برابر ہو جائے گا اور یہ مخالف ہے اُن کے قول کی کہ ہمارا کام بہت ہے اس واسطے کہ بہت کام کے لیے بہت وقت چاہیے پس معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے سو جواب اس کا دو وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ وقت عصر کا وقت ظہر کے برابر ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ وقت ظہر کا وقت عصر سے بہت ہے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے اور بعض حنابلہ سے جو منقول ہے کہ وقت عصر کا چوتھائی دن کی ہے تو اس سے مراد تقریباً ہے نہ حقیقتاً یعنی قریب چوتھائی دن کے ہوتا ہے مگر یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وقت عصر کا ایک مثل کے بعد شروع ہو جیسے کہ جمہور کا مذہب ہے لیکن حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ عصر کا وقت بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے پس حنفی مذہب کی رو سے تو ظہر کا وقت عصر کے وقت سے قطعاً بہت لمبا ہے اور عصر کا وقت یقیناً اُس سے چھوٹا ہے۔ دوم یہ کہ اگر دونوں وقتوں کا برابر ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو ہر وجہ سے مساوات لازم نہیں آتی ہے۔ سوم یہ کہ جب کوئی حدیث کسی معنی مقصود میں وارد ہو تو اُس سے معارضہ نہ کیا جائے گا ساتھ اس چیز کے جو خاص اُسی معنی میں وارد ہوئی ہو مقصود دوسرے امر میں۔ چہارم یہ کہ اس حدیث میں کوئی نص نہیں کہ ہر ایک دونوں گروہوں سے کام میں بہت ہیں اس لیے کہ یہ بات صادق آتی ہے کہ دونوں گروہ مل کر مسلمانوں سے کام میں بہت ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تغلیباً بولا گیا ہو اور یہ بھی احتمال

ہے کہ یہ قول صرف یہود کا ہو پس اس سے یہ اعتراض جڑ سے اکھڑ جائے گا کہا جائے گا کہ دونوں گروہ کا کام مراد نہیں بلکہ یہ عموم ہے کہ اس سے خصوص مراد ہے یا تغلیبًا بولا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ اُن کے کام بہت ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ اُن کا وقت اور زمانہ بھی بہت ہو اس لیے کہ احتمال ہے کہ اُن کے زمانے میں عمل مشکل اور سخت ہو اور اسی کی تائید کرتی ہے یہ آیت ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے کام کا مشکل ہونا ہے اُن کے زمانے میں نہ وقت کا بہت ہونا اور اسی امر کی تائید کرتی ہے یہ دلیل کے تمام اہلِ اخبار اور سب اہلِ تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ﷺ کے درمیان کا زمانہ بہت کم ہے اس زمانے سے جو ہمارے حضرت ﷺ اور قیامت کے درمیان ہے اس لیے کہ جمہور اہلِ تاریخ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت ﷺ تک چھ سو برس گزرے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ ایک سو پچیس برس ہیں اور اسلام کا زمانہ اس سے قطعًا بہت ہے جیسا کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے سو اگر حنفی اس سے دلیل پکڑیں کہ مراد دونوں زمانوں کا بہت اور چھوٹا ہونا ہے تو اس سے قطعًا لازم آئے گا کہ وقت عصر کا وقت ظہر سے بڑا ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے پس ثابت ہو گیا کہ مراد اس سے عمل کا بہت اور تھوڑا ہونا ہے نہ زمانے کا لمبا اور چھوٹا ہونا واللہ اعلم پس اس حدیث سے دلیل پکڑنی باطل ہو گئی۔

٥٢٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلٰى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرَ اٰخَرِيْنَ فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

۵۲۵۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مثل مسلمانوں کی اور مثل یہود اور نصاریٰ کی مثل اُس مرد کی ہے جس نے ایک گروہ کو مزدور پکڑا جو اس کا کام کریں صبح سے شام تک سو انہوں نے صبح سے دوپہر تک کام کیا سو کہنے لگے کہ ہم کو تیری مزدوری کی کچھ حاجت نہیں (پھر) اُس مرد نے دوسرے مزدور رکھے اور کہا کہ تم باقی دن پورا کرو اور جو مزدوری میں نے مقرر کی ہے وہ تم کو ملے گی سو انہوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے تجھ کو اپنی مزدوری چھوڑی یعنی ہم تجھ سے اپنی مزدوری نہیں چاہتے ہیں سو اُس نے کہا اب تھوڑا دن باقی رہ گیا ہے اس کو پورا کرو اور اپنی مزدوری لے لو سو اُنہوں نے انکار کیا سو (پھر) اُس نے اور مزدور رکھے سو انہوں نے باقی دن کام کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا سو انہوں نے پہلے دونوں

گروہوں کی پوری مزدوری لی۔

فائدہ: اس حدیث میں مراد یہود اور نصاریٰ سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کی تحریف کی اور اپنے پیغمبر کے سوا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا اور دین محمدی کو قبول نہ کیا اور اپنے کفر اور گمراہی پر اڑے رہے اور بے عذر عمل سے باز رہے سو چونکہ انہوں نے ان مزدوروں کی طرح جنہوں نے بعض دن کام کر کے باقی دن کام کرنے سے انکار کیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گئے تھے اپنے پیغمبر کو مانا اور اُس کے حکموں پر عمل کیا اور باقی دن یعنی باقی پیغمبروں کو نہ مانا اور ان حکموں پر عمل کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں گروہ کی مزدوری یعنی اُن کے عملوں کا ثواب جو اُن کو اپنے پیغمبروں کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوا تھا بھی مسلمانوں کو دے دیا اس لیے کہ انہوں نے باقی دن پوار کیا اور سب پیغمبروں کو مانا (وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور میں وہ یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں جو اپنے دین کے منسوخ ہونے سے پہلے مر گئے اور دوسرے پیغمبر کا زمانہ نہ پایا اور غرض ان دونوں حدیثوں سے یہ ہے کہ پہلے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اہل عذر کی مثال ہے اس لیے کہ اس میں عمل سے عاجز ہو جانے کا ذکر ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص پورا عمل کرنے سے عاجز ہو جائے اور عذر ہو تو اس کو پورا ثواب ملتا ہے اور حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اُس شخص کی مثال ہے جو بے عذر کام سے باز رہے پس اس کو بالکل کچھ مزدوری نہیں ملتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ. نماز شام کے وقت کا بیان۔

فائدہ: مغرب کے وقت کے انتہا میں اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء اور اہل سنت وغیرہ تابعین کہتے ہیں کہ مغرب کا آخر وقت سرخی ڈوبنے تک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ اس کا وقت سفیدی ڈوبنے تک ہے یعنی جب تک سفیدی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی مروی ہے ابو بکر صدیق اور عائشہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ سے اور ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن راجح اور مختار پہلا قول ہے اور ابن منذر نے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور اوزاعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ مغرب کا وقت فقط غروب کے بعد ہے اور طاؤس اور عطاء سے روایت ہے کہ مغرب اور عشاء کا وقت صبح تک باقی رہتا ہے، واللہ اعلم۔

وَقَالَ عَطَآءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ. یعنی عطاء نے کہا کہ بیمار کو نماز شام اور عشاء جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے۔

فائدہ: نووی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بیمار کو شام اور عشاء جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہی مختار قول ہے اور یہی ہے مذہب بعض شافعیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور اسحاق رحمہ اللہ علیہ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک سفر اور مینہ اور بیماری سب میں جمع کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک مطلق کسی صورت میں جمع جائز نہیں اور مشہور قول شافعیہ کا بھی یہی

ہے لیکن صحابہ سے اس باب میں کچھ منقول نہیں ہوا ہے اور مناسبت اس قول کی عطاء کے ترجمہ باب سے اس طور پر ہے کہ وقت مغرب کا عشاء تک دراز ہوتا ہے اور آخر وقت اُس کا اول وقت عشاء کے ساتھ متصل ہے اس لیے کہ اگر اس کا وقت تنگ ہوتا تو اس کے اور عشاء کے درمیان فصل ہوتا پس دونوں نمازوں کو اس میں جمع کرنا جائز نہ ہوتا جیسے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں جائز نہیں اور نیز جمع فی الحضر سے مراد بخاری کی جمع صوری ہے گو مرض کے عذر سے ہو اور جن حدیثوں سے بعض شافعیہ وقت مغرب کے تنگ ہونے پر استدلال کرتے ہیں سو اُن حدیثوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ اول قوت سب نمازوں کو پڑھا کرتے تھے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے ثابت ہے اور حضرت ﷺ کی سب نمازوں میں یہ عادت تھی مگر جن میں خلاف ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ سخت گرمی میں ٹھنڈے وقت نماز پڑھنے اور لوگوں کے انتظار کے واسطے عشاء میں دیر کرنی سو اِن حدیثوں سے نماز شام کا تنگ وقت ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ مغرب کو سرخی ڈوبنے تک تاخیر کرنا جائز ہے اس میں کچھ گناہ نہیں اور یہی صحیح اور صواب بات ہے جس کا خلاف کرنا جائز نہیں اور جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اُس نے مغرب کو دونوں روز ایک وقت میں پڑھا جب کہ سورج غروب ہوا سو جواب اس کا تین طور پر ہے ایک یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے فقط مختار وقت پر اقتصار کیا اور وقت جواز کو استیعاب نہیں کیا اور یہ امر ظہر کے سوا سب نمازوں میں جائز ہے۔ دوم یہ کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام کی مکی ہے اور یہ حدیثیں مغرب کے وقت دراز ہونے کی مدنی ہیں سو ان پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ سوم ان حدیثوں کی اسناد جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے سے زیادہ ترصحیح ہے سو ان کا مقدم کرنا واجب ہے۔

٥٢٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ صُهَيْبٌ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

۵۲۶۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ مغرب نماز پڑھا کرتے تھے سو ہم میں سے کوئی (نماز پڑھ کر) پھر جاتا (اور تیر اندازی کرتا) اور بے شک وہ تیر گرنے کی جگہ دیکھتا تھا یعنی نماز شام ایسی جلدی پڑھتے تھے کہ بعد نماز کے بہت روشنی ہوتی تھی اور جس جگہ تیر گرتا اس جگو کو تیر انداز پہچان لیتا تھا۔

٥٢٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

۵۲۷۔ محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ حجاج مدینے میں آیا اور نمازوں کو بہت دیر سے پڑھا کرتا تھا سو ہم نے جابر رضی اللہ عنہ سے (نماز کے وقتوں کا حال) پوچھا سو اُس نے کہا کہ حضرت ﷺ

الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَاٰهُمُ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَاٰهُمْ اَبْطَوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ.

ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر کی نماز پڑھتے اور حالانکہ آفتاب سفید ہوتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھتے جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور نمازِ عشاء کو مختلف وقتوں میں پڑھتے تھے جب لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھتے اور جب لوگ آنے میں دیر کرتے تو دیر سے پڑھتے اور حضرت ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: حجاج بن یوسف ایک مشہور ظالم تھا کہ عبدالملک بن مروان نے اس کو ملکِ عرب پر حاکم کر کے بھیجا تھا اور اس وقت مکے میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حاکم تھے سو اس ظالم نے عبدالملک کے حکم سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا اور بعد اس کے ۷۴ھ ہجری میں عبدالملک نے اس کو حرمین وغیرہ پر حاکم کر دیا اور اسی وقت وہ مدینہ میں گیا تھا اور اس کی عادت یہ تھی کہ نمازوں کو دیر سے پڑھا کرتا تھا سو جب مدینہ میں گیا اور نمازوں میں دیر کرنے لگا تو لوگوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی سے نمازوں کے وقتوں کا حال پوچھا سو اُس وقت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ﷺ اول وقت نماز پڑھا کرتے تھے اور وقت نماز کے تو سب کو معلوم تھے لیکن شاید زیادہ تحقیق کے واسطے انہوں نے پوچھا ہو گا یا غرض اُس سے حجاج کو سنانے کی ہو گی تا کہ وہ نمازوں کو اول وقت پڑھا کرے اور حضرت ﷺ کا ظہر کو اول وقت پڑھنا ابراد کے مخالف نہیں ہے جیسے کہ تطبیق اس کی اوپر گزر چکی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت جماعت کے واسطے نمازیوں کا انتظار کرنا اول وقت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن انتظار کرنا اسی وقت تک ہے جب تک بہت دیر نہ ہو جائے اور نمازی بیٹھے بیٹھے تنگ نہ ہو جائیں اور ابن بطال نے کہا کہ اب اماموں کو نماز عشاء کی تاخیر کرنی لائق نہیں اس لیے کہ آپ نے اماموں کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ مقتدیوں میں ضعیف اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں پس انتظار اور تطویل کو ترک کرنا اولیٰ ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ اگر قوم ضعیف ہوں تو تعجیل مستحب ہے اور اگر اہلِ رغبت ہوں تو تاخیر مستحب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سورج ڈوب جائے تو نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ دیکھنے والے کے درمیان اور سورج کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو۔

۵۲۸ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ

۵۲۸۔ سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

شام کی نماز پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج چھپ جاتا یعنی آسمان کے کنارہ میں پوشیدہ ہو جاتا۔

۵۲۹ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا جَمِيعًا.

۵۲۹۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی سات رکعتیں اکٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی یعنی ظہر اور عصر کو جمع کیا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

فائدہ: بیان اس حدیث کا پہلے ہو چکا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر وقت مغرب کا اول وقت عشاء کے ساتھ متصل ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو جمع کرنا گھر میں تھا اس دلیل سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں ایک بار اکٹھی پڑھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت شریف سفر میں یہ تھی کہ ظہر اور عصر میں قصر کیا کرتے تھے یعنی دو فرض ظہر کے اور دو فرض عصر کے پڑھتے تھے سو اس حساب سے کل چار رکعتیں ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں دونوں نمازوں کو جمع کیا تھا اسی وجہ سے آٹھ رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس حدیث میں جمع صوری ہے یعنی ظہر کو آخر وقت پڑھا اور عصر کو اول وقت پڑھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ نمازِ مغرب کا آخر وقت اول وقت عشاء تک باقی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت ترجمہ باب کی اس حدیث سے۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَآءُ.

مغرب کو عشاء کہنا منع ہے۔

۵۳۰ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ الْأَعْرَابُ وَتَقُولُ هِيَ الْعِشَآءُ.

۵۳۰۔ عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر غلبہ نہ کرنے پائیں عرب کے جنگلی لوگ تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگلی لوگ مغرب کو عشاء کہتے ہیں یعنی مغرب کا نام عشاء رکھتے ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ تمہاری نماز کا نام عشاء ہے سو البتہ اُس نماز کا نام اللہ کی کتاب میں عشاء

ہے اور جنگلی لوگ اندھیرے میں اونٹوں کا دودھ دوھتے ہیں اور عرب کے جنگلی لوگ نمازِ مغرب کو عشاء کہتے تھے اور عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے عتمہ کا معنی اندھیرا ہے یعنی اندھیرے کے دودھ دوھنے والی نماز اس واسطے کہ عشاء کے وقت وہ لوگ اپنے اونٹوں کا دودھ دوھتے تھے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کہیں نہ ہو کہ اس کا نام بدل جائے اور جنگلی لوگوں کی بولی مشہور ہو جائے اور مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کہتے ہیں اس اندھیرے کو جو اول رات میں مغرب کے بعد پیدا ہوتا ہے اور ابتداء اس کی سرخی کے غائب ہونے سے ہوتی ہے سو اگر مغرب کو بھی عشاء کہا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ مغرب کا وقت بھی سرخی غائب ہونے کے بعد شروع ہوا اور بعض نے کہا کہ وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اگر لفظ عشاء کا مغرب پر بولا جائے اور لوگوں میں مشہور ہو جائے تو لفظ عشاء کا جو قرآن میں واقع ہوا ہے اس میں شبہ پڑ جائے گا کہ آیا اس لفظ سے مراد مغرب ہے یا عشاء پس قرآن میں خرابی لازم آئے گی اس واسطے اس سے منع کیا گیا اور مغرب کو مغرب اس واسطے کہا گیا کہ اپنے مسمی کی خبر دیتا ہے یا اس واسطے کہ وہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابتداء وقت شام کا غروب سے ہوتا ہے لیکن اگر مغرب کو عشاء اول کہا جائے یا تغلیبًا دونوں کو عشائین کہا جائے تو جائز ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْعِشَآءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَآءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ أَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَآءُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَآءِ﴾ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ فَأَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ

نماز خفتین کو عشاء اور عتمہ کہنا جائز ہے یعنی خواہ اس کو عشاء کہے خواہ اس کا نام عتمہ رکھے دونوں جائز ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا منافقوں پر بہت بھاری نماز عشاء کی اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ اگر وہ لوگ جانیں جو کہ ان میں ثواب ہے تو بے شک ان کے واسطے آئیں گھسٹتے ہی سہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ اُس کا نام عشاء بلائیں اس واسطے کہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ یعنی بعد نماز عشاء کے یعنی اللہ کی کتاب میں اُس نماز کا نام عشاء ہے پس بہتر یہی ہے کہ اس کو عشاء کہا کریں اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس عشاء کے وقت باری باری سے حاضر ہوا کرتے تھے سو آپ اس میں دیر کرتے یہاں تک کہ بہت اندھیرا ہو جاتا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَآءَ وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَآءَ وَقَالَ أَنَسٌ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ أَيُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر کی اور بعض نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عتمہ کو دیر سے پڑھا۔

فائدہ: یہ سب حدیثیں معلق ہیں لیکن دوسری جگہ میں سب مسند ہیں اور بعض میں نماز خفتن کو عشاء کہا گیا ہے اور بعض میں عتمہ کہا گیا ہے سوغرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان سب حدیثوں سے صرف یہی ہے کہ نماز خفتن کو عشاء کہنا بھی جائز ہے اور عتمہ بولنا بھی جائز ہے اور ان دونوں نام سے اس کو بلانا درست ہے لیکن مختار اور افضل یہی ہے کہ اس کو عشاء ہی کہا جائے اس لیے کہ اس کا نام اللہ کی کتاب میں عشاء ہے اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اکثر اس نماز کا نام عشاء ہی فرمایا ہے اور نیز اس کو عشاء نام رکھنا دلالت کرتا ہے اول وقت پر اور لفظ عتمہ کا دلالت کرتا ہے تاخیر کرنے پر اور نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں خلاف کی طرف اشارہ کیا ہے سو جو خلاف کا ناقل ہوا اس کو جائز ہے کہ ایک قول کو اختیار کر لے۔

٥٣١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

۵۳۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی اور وہ نماز وہ ہے جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اندھیرے کی نماز پھر نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا۔

فائدہ: یعنی سو برس سے زیادہ اس وقت میں کسی کی عمر نہ ہوگی سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب عمر ایسی کم ٹھہری تو دنیا کا لالچ کرنا بے فائدہ ہے اور دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا تھا کہ میرے بعد بعض جھوٹے

لوگ میری صحبت کا دعویٰ کریں گے کہیں گے کہ ہم حضرت ﷺ کے صحابی ہیں جیسے کہ ہندوستان میں کئی سو برس کے بعد بابا رتن ہندی حضرت ﷺ کی صحبت کا دعویٰ کرتا تھا سو اس حدیث سے اس کا دعویٰ غلط ہوگیا اس واسطے کہ حضرت ﷺ کے زمانے کے لوگ سو برس کے اندر گزر چکے اور تیسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ خضر اب تک زندہ نہیں ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خضر بھی اس حدیث سے مخصوص ہے کما مراور جن بھی اس حدیث سے مخصوص ہیں ان کو یہ حکم شامل نہیں ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ نمازِ عشاء کو عتمہ کہنا بھی جائز ہے اور جن حدیثوں میں عشاء کو عتمہ کہنا منع آیا ہے سو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے پس جواز کے منافی نہ ہوگی یا یہ کہ جو لوگ عشاء کے نام کو نہیں جانتے تھے ان کو عتمہ کے نام سے خطاب کیا ہوگا۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوْا.

وقت عشاء کا وہ ہے جب کہ آدمی جمع ہو جائیں جلدی جمع ہو جائیں یا دیر سے آئیں یعنی جب نمازی جمع ہو جائیں اسی وقت نماز عشاء کی پڑھی جائے۔

۵۳۲ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو هُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

۵۳۲۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی نماز آدھے دن میں پڑھا کرتے تھے یعنی بعد زوال کے اور عصر کی نماز پڑھتے اس حال میں کہ سورج سفید ہوتا اور مغرب کی نماز پڑھتے جب کہ آفتاب ڈوب جاتا اور عشاء کی نماز میں اگر لوگ جمع ہو جاتے تو جلدی کرتے اور اگر لوگ دیر کر کے آتے تو آپ نماز میں تاخیر کرتے۔

فائدہ: بعض لوگ ان دونوں میں یہ فرق کرتے ہیں کہ جب نماز خفتن کی جلدی پڑھی جائے تو اس کو عشاء کہتے ہیں اور جب دیر کر کے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے اس لیے کہ اس حدیث میں اس نماز کو تقدیم اور تاخیر کی دونوں حالتوں میں عشاء کہا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فرق غلط ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ فَضْلِ الْعِشَآءِ.

نمازِ عشاء کی فضیلت کا بیان۔

۵۳۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۳۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک

اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَّفْشُوَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ.

رات نمازِ عشاء میں بہت دیر کی اور یہ واقعہ اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے تھا سو حضرت ﷺ گھر سے تشریف نہ لائے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا کہ عورتیں اور لڑکے سو گئے ہیں سو (پھر) آپ باہر آئے اور فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشاء کی نماز کا زمین کے رہنے والوں سے تمہارے سوا کوئی۔

فائدہ: اسلام ظاہر نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت تک اسلام مدینہ منورہ کے سوا اور شہروں میں نہیں پھیلا تھا بلکہ بعد فتح مکہ کے اور ملکوں میں اسلام ظاہر ہوا سو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نے نماز عشاء میں بہت دیر کی آپ نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے لوگ بہت دیر تک آپ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ بعض لوگ سو گئے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا کہ لوگ انتظار کرتے کرتے سو گئے ہیں تو اس وقت باہر تشریف لائے اور یہ حدیث فرمائی یعنی اس وقت تک زمین پر تمہارے سوا نماز پڑھنے والوں سے کوئی باقی نہیں رہا یعنی سب نماز پڑھ چکے ہیں صرف تم ہی منتظر بیٹھے ہو تو تم کو دو سبب سے ثواب زیادہ ہوا ایک تو انتظار کرنے کا ثواب دوسرا خالی وقت عبادت کا ثواب کہ تمہارا کوئی شریک نہیں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنا اور اس کا انتظار کرنا افضل ہے کہ اس میں بہت ثواب ملتا ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء اس امت کا خاصہ ہے۔

٥٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِيْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ

۵۳۴۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے ساتھ (جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے) بطحان (مدینہ میں ایک میدان کا نام ہے) کے میدان میں اترے ہوئے تھے سو اُن میں سے چند آدمی ہر رات عشاء کے وقت باری باری سے حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے سو میں اور میرے بعض ساتھی ایک رات حضرت ﷺ کے پاس آئے یعنی اپنی باری کے دن اور حالانکہ آپ کسی کام میں مشغول تھے یعنی کوئی کام کر رہے تھے سو آپ نے نمازِ عشاء میں بہت دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی پھر آپ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز

بَعْضِ أَمْرِهٖ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوْا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ أَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِيْ أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَفَرِحْنَا بِمَاسَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پڑھائی سو جب آپ نماز ادا کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ جلدی نہ کرو ٹھہرو میں تم کو سکھلاتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں کہ البتہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمہارے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے اس گھڑی نماز پڑھی ہو یا حضرت ﷺ نے یوں فرمایا کہ تمہارے سوا اس گھڑی میں کسی نے نماز نہیں پڑھی (یہ شک راوی کا ہے) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس سے (اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے اور ہم خوش تھے اس حدیث سے جو ہم نے حضرت ﷺ سے سنی۔

فائدہ: یعنی ایک بار حضرت ﷺ نے آدھی رات گئے نماز پڑھی بعد اس کے یہ حدیث فرمائی کہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس وقت کی عبادت تمہارے ہی واسطے خاص کی اور آدمی عبادت میں اس وقت تمہارے شریک نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنا افضل ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور یہ اول وقت کی حدیث کے معارض نہیں اس لیے کہ انتظار میں ثواب زیادہ ہے لیکن نماز عشاء کی دیر کر کے پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو دیر کرنے کی قوت رکھتا ہو اور نیند اس پر غالب نہ آ جائے اور مقتدیوں پر بھی نماز بھاری نہ ہو اور جس کو نیند غلبہ کرے تو اس کو اول وقت نماز پڑھنا بہتر ہے اور علماء کا اس باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز عشاء کو تہائی رات تک دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول بھی یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تہائی رات سے پہلے پڑھنا افضل ہے اور یہ مذہب ہے لیث اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ نصف رات تک تاخیر کرنا افضل ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ. عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس واسطے مکروہ ہے کہ مبادا سوتے سوتے عشاء کا وقت افضل یا جائز فوت نہ ہو جائے اور نیز لوگ سستی کر کے نماز سے غافل نہ ہو جائیں۔

٥٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّآءُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ أَنَّ

۵۳۵۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ﷺ مکروہ رکھتے تھے نماز عشاء سے پہلے سونے کو اور اُس سے پیچھے بات چیت کرنے کو۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ)۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ترمذی نے کہا کہ نماز عشاء سے پہلے سونا اکثر اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے اور یہی قول ہے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کوفہ والوں کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن سیرین اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ وہ عشاء کی نماز سے پہلے سوتے تھے اور اپنے لوگوں کو کہتے تھے کہ نماز کے وقت ہم کو جگا دینا پس معلوم ہوا کہ مراد کراہت سے کراہت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے واسطے خوف فوت ہونے وقت کے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط رمضان کے مہینے میں عشاء سے پہلے سونا جائز ہے اور دنوں میں جائز نہیں سو جب کوئی جگانے والا ہو یا خود بخود اس کو وقت مختار میں جاگ آ جاتی ہو تو اس وقت عشاء سے پہلے سونا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ علت کراہت کی یہ ہے کہ مبادا وقت جاتا رہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ وقت عشاء کے داخل ہونے سے پہلے جائز ہے اور بعد دخول وقت کے مکروہ ہے اور بعد نماز عشاء کے بات چیت کرنا اسی وقت مکروہ ہے جب کہ بے فائدہ اور لغو ہو اور جب کہ کوئی مصلحت ہو یا دینی امر کی بحث ہو جیسے علم کی تعلیم وغیرہ تو یہ جائز ہے جیسے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنی اس واسطے مکروہ ہے کہ وہ بیداری کا سبب ہے اور خوف ہے کہ آدمی نیند میں غرق ہو کر رات کے قیام اور صبح کی نماز سے غافل ہو جائے اور فجر کا وقت افضل یا جائز فوت ہو جائے اور نیز جب آدمی رات کو جاگے گا تو دن کو کاروبار دینی اور دنیاوی میں سست ہو جائے گا اور حقوق واجبہ کو ادا نہ کر سکے گا پس اس واسطے شارع نے اس سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ لِمَنْ غُلِبَ.

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کو عشاء کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے۔

۵۳۶ ـ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةَ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا

۵۳۶۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ان دنوں مدینہ کے سوا کسی جگہ میں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یعنی اس واسطے کہ اس وقت اسلام اور جگہ میں پھیلا نہیں تھا اور راوی نے کہا کہ عشاء کی نماز سرخی ڈوبنے اور تہائی رات کے درمیان میں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب۔

يَنتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوا يُصَلُّوْنَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

فائدہ: اس باب میں اشارہ ہے اس طرف کہ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس شخص کے حق میں مکروہ ہے جو اپنے اختیار سے سو جائے نیند نے اس پر غلبہ نہ کیا ہو اور جس پر نیند غلبہ کر جائے تو اس کو سو جانا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر گھر میں سو جائے تو مکروہ ہے اور اگر مسجد میں جماعت کے انتظار میں سو جائے تو جائز ہے اس لیے کہ جو لوگ حضرت ﷺ کے انتظار میں سو گئے تھے آپ نے ان پر انکار نہیں کیا اور مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے مگر یہ وقت مختار کا ذکر ہے اور جس حدیث میں آدھی رات تک نماز تاخیر کرنے کا ذکر ہے تو وہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں اس لیے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اکثر عادت پر محمول ہے اور کبھی کبھی آدھی رات تک بھی دیر کی ہے۔

۵۳۷ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ يَعْنِي ابْنَ غَيْلَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ أَقَدَّمَهَا أَمْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى أَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَآءٍ وَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا

۵۳۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نماز عشاء میں گھر سے تشریف نہ لائے آپ نے بہت دیر کی یہاں تک کہ ہم سب مسجد میں سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے پھر حضرت ﷺ گھر سے تشریف لائے پھر فرمایا کہ نہیں انتظار کرتا عشاء کی نماز کا زمین والوں سے تمہارے سوا کوئی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کے اول وقت پڑھنے اور دیر کر کے پڑھنے کو دونوں طرح جائز رکھتے تھے جب کہ اُن کو غلبہ نیند سے وقت نکل جانے کا خوف نہ ہوتا اور نماز عشاء سے پہلے سو لیا کرتے تھے۔ ابن جریج (اس حدیث کا راوی ہے) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث (نافع سے سن کر) عطاء کے آگے بیان کی اس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ نے عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھی یہاں تک کہ لوگ سو گئے پھر جاگے پھر سو گئے پھر جاگے سو عمر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی کہ نماز میں بہت دیر ہو گئی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر حضرت ﷺ باہر

وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةَ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَأْسُهٗ مَآءً وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا فَاسْتَثْبَتُّ عَطَآءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا أَنْبَأَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِيْ عَطَآءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتّٰى مَسَّتْ إِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا.

تشریف لائے جیسے کہ میں آپ کو اب دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو سر پر رکھا ہوا ہے سو آپ نے (اس وقت) فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشکل اور کٹھن نہ جانتا تو میں اُن کو واجب کر کے حکم کرتا کہ عشاء کی نماز اسی طرح پڑھا کریں (ابن جریج نے) کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ حضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کو کس طرح سر پر رکھا ہوا تھا سو عطاء نے (میرے دکھانے کے لیے) اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا کھولا پھر انگلیوں کو سر کی ایک طرف پر رکھا پھر ان کو آپس میں ملایا اس حالت میں کہ اُن کو اسی طرح سر سے نیچے کھینچتے تھے یہاں تک کہ گھمایا انگوٹھا اس کا کنارہ کان کو جو کنپٹی اور ڈاڑھی کی طرف منہ کے متصل ہے اور نہ نچوڑتے اور نہ جمع کرتے تھے بالوں کو مگر اسی طرح یعنی بالوں کو ہاتھ میں جمع کر کے نہ نچوڑتے تھے بلکہ بالوں کو نچوڑنا ہاتھ کی سختی سے تھا اور فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو میں اُن کو وجوبًا حکم کرتا کہ عشاء کی نماز اسی وقت پڑھا کریں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نچوڑنے میں نہ جلدی کرتے اور نہ دیر کرتے۔

فائدہ: اس حدیث میں جو عشاء میں دیر کر کے پڑھنا مذکور ہے تو مراد اس دیر سے وہ دیر ہے جو کسی کام کی وجہ سے ہوئی تھی اور جو دیر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد وہ دیر ہے جو نمازیوں کے انتظار کے واسطے ہوئی تھی اور اس حدیث سے بعض نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ سونا ان کا بیٹھے بیٹھے ہو باقدرت اور یہ بھی احتمال ہے کہ کروٹ پر لیٹ گئے ہوں لیکن نیند سے اٹھ کر پھر وضو کر لیا ہو اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ صحابہ بے وضو نماز نہیں پڑھتے تھے خاص کر حدیث اس سے ساکت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عشاء سے پہلے سونا جو آیا ہے تو اس سے مراد وہی سونا ہے کہ غلبہ نیند سے وقت مختار نکل جانے کا خوف نہ ہو جیسے کہ ابھی اوپر گزر چکا ہے غرض ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر نیند غلبہ کر جائے تو عشاء کی نماز سے پہلے سونا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اِن حدیثوں کی ترجمہ باب سے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا.

یعنی نماز عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے ۔ اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ عشاء کی نماز دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں آدھی رات تک کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث کے دوسرے طریق مین (جو اوپر گزر چکا ہے) صاف آ گیا ہے کہ آدھی رات تک نماز عشاء کو تاخیر کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو آدھی رات تک تاخیر کرنا جائز ہے وفیہ المطابقة للترجمة.

۵۳۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا أَمَا إِنَّكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ.

۵۳۸ ـ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ نے نمازِ عشاء کو آدھی رات تک دیر کیا پھر نماز پڑھی پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں اور سو گئے ہیں خبردار ہو کہ تم نماز ہی میں ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرو یعنی نماز کے انتظار کرنے کا ثواب بھی پڑھنے کے برابر ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے میں آپ کی خاتم النبوۃ کی طرف دیکھ رہا ہوں یعنی جس رات میں آپ نے نماز عشاء کی دیر کر کے پڑھی وہ رات مجھ کو ایسی یاد ہے جیسے کہ میں اب دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حد آدھی رات تک ہے اس کے بعد وقت باقی عشاء کا نہیں رہتا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اصطخری کا کہ بعد آدھی رات کے ان کے نزدیک عشاء کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح صریح نہیں آئی کہ عشاء کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک عشاء کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گناہ صرف اُس شخص کو ہوتا ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے اور جمہور کے نزدیک انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ مختار اور مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور لیکن اس کے جواز کا وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز صبح صادق تک جائز ہے اور اس کے سوا اور کئی حدیثیں بھی اس باب میں آ چکی ہیں اور نیز یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اس باب میں نص نہیں ہے کہ عشاء کا وقت آدھی رات کے بعد باقی نہیں رہتا ہے اور نہ اس سے حد اور انتہا وقت عشاء کا ذکر ہے بلکہ اُس سے صرف اتنا معلوم ہوتا

ہے کہ آپ نے آدھی رات تک نماز کو تاخیر کیا سو جائز ہے کہ وقت عشاء کا اس کے بعد بھی باقی رہے اس لیے کہ معین وقت سوائے تعیین دوسری ہم مثل کے دور نہیں ہوسکتا ہے پس جیسے کہ کوئی حدیث عشاء کے وقت کی صبح تک رہنے میں صریح نہیں اسی طرح ہی کوئی حدیث اس باب میں بھی ثابت نہیں جو صریح ہو کہ وقت عشاء کی حد اور انتہاء آدھی رات تک ہے اور اس کے بعد نہیں ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ.

نمازِ فجر کی فضیلت کا بیان۔

٥٣٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا.

۵۳۹۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے حضرت ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا خبردار ہو کہ بیشک تم قیامت میں دیکھو گے اپنے رب کو جیسا کہ اس کو دیکھتے ہو یعنی چاند کو ہجوم نہ کرسکو گے اس کے دیکھنے میں یعنی خلقت کے ہجوم سے اس کے دیدار میں کچھ حجاب اور آڑ نہ ہوگی جیسے کہ چاند کے دیکھنے میں ہجوم خلل نہیں ڈالتا ہے سو اگر تم سے ہوسکے کہ غافل نہ ہو نماز سے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے تو کیا کرو پھر حضرت ﷺ نے قرآن سے اس کی دلیل پڑھی کہ پاکی کہہ تعریف کے ساتھ اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

فائدہ: مراد سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے فجر اور عصر کی نماز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کو دیدار الٰہی کے حاصل ہونے میں دخل ہے جیسے کہ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

٥٤٠ ـ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا

۵۴۰۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو دونوں ٹھنڈے وقت یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھے گا وہ بہشت میں جائے گا۔

حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

فائدہ: ان دونوں نمازوں کو اس واسطے خاص کیا گیا کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں جیسے کہ اوپر گزرا یا اس واسطے کہ فجر کو نیند غالب ہوتی ہے اور عصر کو دنیا کے کام بہت درپیش آتے ہیں تو اس واسطے ان دونوں نمازوں کا بہت بڑا ثواب ہے کہ ان دونوں کے سبب سے آدمی بہشت میں داخل ہوگا پس معلوم ہوا کہ نمازِ فجر کی سبب ہے داخل ہونے بہشت کا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے، مقصود ان دونوں معلق حدیثوں سے یہ ہے کہ ابو رجا نے دونوں کو مرسل روایت کیا ہے اور اسحاق نے مرفوع بیان کیا ہے پس اس میں اسناد مذکور کی تقویت ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ.

نمازِ فجر کے وقت کا بیان۔

۵۴۱ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا اِلَی الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِیْ اٰيَةً.

۵۴۱۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ اصحاب نے حضرت ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کی طرف کھڑے ہوئے میں نے کہا کہ نماز اور سحری کھانے کے درمیان کس قدر دیر ہوئی تھی اس نے کہا کہ مقدار پچاس یا ساٹھ آیت کے یعنی جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیت پڑھی جائے اتنی دیر اُن کے درمیان ہوئی تھی۔

۵۴۲ ۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلَاةِ فَصَلّٰی قُلْنَا لِاَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِی الصَّلَاةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَاُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً.

۵۴۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ﷺ نے ایک رات مل کر سحری کھائی سو جب دونوں سحری کھا چکے تو حضرت ﷺ نماز کی طرف کھڑے ہوئے پس آپ نے نماز پڑھی ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں کی سحری اور نماز کے درمیان کس قدر دیر ہوئی تھی اس نے کہا جتنی دیر میں آدمی پچاس آیتیں پڑھے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اول وقت نمازِ فجر کا طلوع صبح صادق ہے اس لیے کہ اس میں کھانا پینا

حرام ہو جاتا ہے اور جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھی جائیں وہ ایک گھڑی کے تین خمس ہوتے ہیں سو اس قدر میں صرف وضو ہی ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ اول وقت فجر کا طلوع صبح صادق ہے اور حضرت ﷺ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو ابواب ستر العورات میں مذکور ہو چکی ہے وہ اس باب میں بڑی صریح ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ ہمیشہ اسی وقت پڑھا کرتے تھے اور سب سے زیادہ صریح یہ حدیث ہے جو ابو داود میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک بار فجر کی نماز روشنی میں پڑھی ہے بعد اس کے آپ ﷺ ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اور یہ خدیث جو آئی ہے کہ صبح کی نماز روشن کر کے پڑھو کہ اس میں ثواب زیادہ ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جمہور نے کہا کہ مراد اس سے صبح صادق کے طلوع کا تحقق ہے یعنی جب اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو اس وقت نماز پڑھے اس کا یہ معنی نہیں کہ بہت روشن کر کے پڑھو اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد روشن کرنے سے یہ ہے کہ اس میں قراءۃ لمبی پڑھے یہاں تک کہ نماز سے فراغت روشنی میں واقع ہو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری میں ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دن مزدلفہ کے سوا اور کسی دن میں صبح کی نماز غیر وقت پڑھتے نہیں دیکھا یعنی اس دن آپ نے فجر کو اول وقت پڑھا تھا سو مراد اس سے یہ ہے کہ ہمیشہ حضرت ﷺ طلوع صبح کے بعد ایک لحظہ دیر کیا کرتے تھے جیسے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک لحظہ دیر معلوم ہوتی ہے سو اس دن مطلق کچھ دیر نہ کی یہ مراد نہیں کہ اس دن طلوع صبح صادق سے پہلے نماز پڑھی تھی یہ بات بالاجماع باطل ہے اور جو غلس کو منسوخ کہتا ہے وہ شرائط نسخ کی بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو ابو داؤد سے منقول ہو چکی ضعیف ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اس کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کیا جائے گا تو اور بہت حدیثوں صحیحہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے رہے پس اس کے ضعیف ہونے سے کچھ حرج نہیں اور نیز اسی طرح حدیث اسفروا بالفجر بھی ضعیف ہے پس اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوگا کما ذکر نافی کلام المتین پس تطبیق دینی بہت بہتر ہے جیسے کہ طحاوی نے کہا ہے اور حنفیہ کی دلیل ایک یہ ہے جو کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے اصحاب کسی چیز پر جمع نہیں ہوئے جیسے کہ صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے پر ہوئی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ان کی مراد کل یا اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں تو یہ بات صحیح نہیں اس لیے کہ جمہور صحابہ سے ان کو ملاقات حاصل نہیں بلکہ فقط ایک دو صحابی سے اُن کو ملاقات حاصل ہے چنانچہ تقریب میں ان کو طبقہ خامسہ میں لکھا ہے اور اس طبقے والے وہ لوگ ہیں جن کو فقط ایک دو صحابی سے ملاقات حاصل ہوئی ہے بلکہ بعض کو ان میں سے کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے اور نیز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے تغلیس میں نماز پڑھنی ثابت ہو چکی ہے

پھر دعویٰ اجماع کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور شیخ سلام اللہ حنفی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ جب ان صحابہ سے تغلیس ثابت ہو چکی ہے تو ابراہیم نخعی کا قول محمول ہوگا اس پر کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جن کے ساتھ اس نے اہل عراق سے ملاقات کی نہ کل اصحاب۔

٥٤٣ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۴۳۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سحری کھایا کرتا تھا پھر مجھ کو آنے میں بہت جلدی ہوتی یعنی بہت جلدی سے نماز کی طرف آتا کہ میں صبح کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پاؤں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے اور یہ احتمال کہ شاید سہل رضی اللہ عنہ کا گھر گاؤں میں ہوگا بالکل لغو ہے اس لیے کہ سحری کھا کر نماز کی طرف آنا اول وقت پر دلالت کرتا ہے ورنہ ان کے خبر دینے میں کچھ فائدہ نہیں۔

٥٤٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ.

۵۴۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا کرتیں تھیں یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں آکر نماز پڑھتیں اس حالت میں کہ اپنی چادروں کو لپیٹنے والی ہوتی تھیں پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو پلٹ جاتیں اندھیرے کے سبب سے اُن کو کوئی نہ پہچانتا تھا۔

فائدہ: معنی اس کا یہ ہے کہ اندھیرے کے سبب سے معلوم نہ ہوتا کہ یہ مرد ہے یا عورت دیکھنے والے کو صرف ایک جسم معلوم ہوتا اور بعض نے کہا کہ اُن کے جسموں میں تمیز نہ ہوتی کہ کیا مثلاً یہ خدیجہ ہے یا زینب یا کوئی اور ہے پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو رات کے وقت نماز کے واسطے مسجد میں جانا جائز ہے اور جب رات کو مسجد میں جانا جائز ہوا تو دن کو مسجد میں آنا بطریق اولیٰ جائز ہے اس لیے کہ رات زیادہ شک کا وقت ہے دن سے لیکن مسجد میں جانا اُن کا اسی وقت جائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو اور چونکہ اب اس زمانے میں فتنے کا بہت خوف ہے اس لیے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

چاہیے اور وہ حدیث ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی جو پہلے گزر چکی ہے کہ نماز فجر سے ایسے وقت میں فارغ ہوتے تھے کہ ہر آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا تو وہ حدیث اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی معارض نہیں اس لیے کہ اس میں اُن عورتوں کا ذکر ہے جو دور سے دیکھی جاتی تھیں پس معنی ان دونوں کا یہ ہے کہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا تھا اور آپ سے دور والے کو نہ پہچانتا تھا، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً.

یعنی جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے؟۔

٥٤٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

۵۴۵۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نمازِ فجر سے ایک رکعت پائی سورج نکلنے سے پہلے تو اس نے البتہ فجر کی سب نماز پائی اور جس نے نمازِ عصر کی ایک رکعت پائی سورج ڈوبنے سے پہلے تو اس نے البتہ عصر کی سب نماز پائی۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک رکعت ہی اس کو کافی ہو جاتی ہے باقی نماز پڑھنے کی اس کو کچھ حاجت نہیں ہے لیکن یہ معنی بالا جماع باطل ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت جماعت میں پائی تو اس نے جماعت کی نماز کا ثواب پایا اور جس نے ایک رکعت نہ پائی اس کو جماعت کا ثواب نہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ جس نے بقدر ایک رکعت کے بقدر نماز کا وقت پایا تو اس کی باقی نماز ادا ہے قضا نہیں ہے جیسے کہ فجر کی نماز میں ایک رکعت کے بعد سورج نکل آیا یا عصر کی نماز کے وقت ایک رکعت کے بعد سورج ڈوب گیا تو نماز ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث میں صریح رد ہے طحاوی پر کہ اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان آدمیوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لڑکا جو اس وقت بالغ ہو۔ دوم عورت جو حیض سے پاک ہو۔ سوم کافر جو اس وقت میں مسلمان ہو اور جو ان کی مثل ہیں اور غرض اس کی اس سے اپنے مذہب کی تائید کرنی ہے کہ جو فجر کی نماز سے ایک رکعت پائے تو اس کی نماز باطل ہوتی ہے جیسے کہ بیان اس کا مذکور ہو چکا ہے اور یہ تاویل اُس کی اس پر مبنی ہے کہ جو حدیثیں سورج نکلنے کے وقت نماز کی ممانعت میں وارد ہیں وہ فرضوں اور نفلوں سب کو شامل ہیں پس سورج نکلنے کے وقت کوئی نماز جائز نہیں لیکن تطبیق ان دونوں حدیثوں میں ممکن ہے بایں طور کہ مراد ممانعت کی حدیثوں سے وہ

نفل ہیں جو بلا سبب پڑھے جائیں اور یہ حدیث اس پر محمول ہے جس نماز کا کوئی سبب ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ ہے نہی کی حدیثوں سے لیکن یہ دعویٰ بالکل باطل ہے اس لیے کہ شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں ہے مدعی نسخ شرائط نسخ بیان کرے کہ محض احتمال سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پوری رکعت نہ پائے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور مقدار اس رکعت کا یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہے اور فاتحہ پڑھے اور رکوع کرے اور دو سجدے کرے ساتھ شرائط کے لیکن یہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جن کو کوئی عذر نہ ہو کہ اُن کو پوری رکعت پانی ضرور ہے اور جو لوگ عذر والے ہیں جیسے کہ بیہوش کہ اس وقت ہوش میں آیا یا حائض جو کہ اُس وقت پاک ہوئی یا مثل اُن کی اور کوئی تو ان لوگوں کو اگر اتنا وقت مل جائے تو اُن کی سب نماز ادا ہو جائے گی اُن کو ایک رکعت پوری پانی لازم نہیں صرف اس قدر وقت پالینا کافی ہے اور یہ فضل اللہ کا ہے جس کو چاہے دے اور بعضوں نے کہا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ جس کو عذر نہ ہو اس کو ایسے وقت تک نماز کی تاخیر جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہو اور مقتدیوں نے ابھی نہ اٹھایا ہو تو جب بھی رکعت ہو جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر امام کو سجدے میں پائے تو جب بھی رکعت ہو جاتی ہے بعد نماز کے اٹھ کر رکوع کر لے لیکن یہ سب قول ظاہر حدیث کے مخالف ہیں۔

لطیفہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ حدیث کے لفظ سے ترجمہ باندھتا ہے تو جو حدیث اس باب میں لاتا ہے اس کا لفظ اس ترجمہ سے بعینہ موافق ہوتا ہے یا اس حدیث کے کسی اور طریق میں وہ لفظ ترجمہ کا موجود ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً.

جس نے نماز سے ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے؟۔

٥٤٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ.

۵۴۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی تو اس نے البتہ سب نماز پائی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت پانے سے نماز ہو جاتی ہے اور دونوں بابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرف نماز فجر اور عصر کے وقت پانے کا ذکر ہے اور اس میں مطلق نماز پانے کا ذکر ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس حدیث سے مراد جماعت کے ساتھ ایک رکعت پانا ہے یا جمعہ سے ایک رکعت پانا ہے اور پہلے میں اس قدر وقت کا پانا مراد ہے پس مغایرت ظاہر ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ

نماز فجر سے بعد سورج بلند ہونے تک اور نماز پڑھنے کا

الشَّمْسُ.

کیا حکم ہے؟۔

٥٤٧ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ رِجَالٌ مَّرْضِيُّوْنَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَاسٌ بِهٰذَا.

۵۴۷۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نماز پڑھنے سے بعد نماز صبح کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے اور منع فرمایا ہے نماز سے بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کئی لوگوں نے مجھ کو حدیث (جو اوپر گزری) سنائی۔

فائدہ: اس باب میں فجر کو اس واسطے خاص کیا کہ عصر کی نماز کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ثابت ہو چکا ہے بخلاف فجر کے کہ اس کے بعد آپ کا کوئی نماز پڑھنا ثابت نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز درست نہیں لیکن اس نہی کا عموم اور اطلاق سب نمازوں کو شامل نہیں اس لیے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے اور حنفی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ بعد نماز فجر اور عصر کے کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا قضا ہو لیکن عصر کی نماز کے بعد قضا نماز کو پڑھنا جائز رکھتے ہیں اور حدیث میں دونوں نمازوں کی ممانعت برابر ہے پس اس حدیث سے استدلال ان کا غلط ہے کہ ایک کے بعد منع کرتے ہیں اور ایک کے بعد جائز رکھتے ہیں اور باقی بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کی نماز سے پیچھے اور دوپہر کے وقت اور آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت بلا سبب نماز پڑھنی مکروہ ہے اور ایک جماعت علماء سے کہتے ہیں کہ بلا سبب نماز پڑھنی بھی ان وقتوں میں جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیثیں نہی کی منسوخ ہیں یا نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے اور یہی مذہب ہے داؤد وغیرہ اہل ظاہر کا اور یہی قول ہے ابن حزم کا اور نیز اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان وقتوں میں ادا فرض پڑھنے جائز ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل خواہ قضا ہو یا ادا ہو اور جو نفل کہ حدیثوں میں آ چکے ہیں جیسے کہ تحیۃ المسجد اور عید اور کسوف اور جنازے کی نماز اور فوت شدہ نماز ہے سو امام شافعی رحمہ اللہ ان کو ان وقتوں میں پڑھنا جائز رکھتے ہیں بلا کراہت اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتیں عصر کے بعد پڑھیں پس حاضر سنتیں اور قضا نماز پڑھنا ان وقتوں میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ بلا سبب نفل پڑھنے بھی جائز ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نماز کو اُن وقتوں میں پڑھنا جائز نہیں ہے سو اس دن کی عصر کے اور امام

مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فرض پڑھنے جائز ہیں نفل پڑھنے جائز نہیں اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمہ اللہ کا لیکن احمد نے طواف کی دو رکعتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہی کی حدیثوں میں وہ نماز مراد ہے جو بلا سبب ہو اور جائز وہ نماز ہے جس کا کوئی سبب ہو اور اس میں سب حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے اور یہی بات صحیح ہے واللہ اعلم۔

٥٤٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

۵۴۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قصد کیا کرو نماز کا سورج نکلتے اور نہ ڈوبتے اور فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو تو نماز نہ پڑھو دیر کرو جب تک کہ سب نکل آئے اور جب سورج کا ایک کنارہ ڈوب جائے تو نماز نہ پڑھو دیر کرو جب تک کہ سب ڈوب جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کے بعد صرف اُسی شخص کو نماز پڑھنی منع ہے جو اس کا قصد کرے اور اس کا وقت عمداً تلاش کرے اور جس شخص کی نماز اس وقت میں اتفاقاً واقع ہو اس کو منع نہیں ہے جیسے کہ خواب سے بیدار ہو یا نماز کو بھول گیا ہو یا یہ حدیث خاص ہے عام نہیں یعنی صرف اسی وقت نماز پڑھنی منع ہے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے یا اس کا کنارہ ڈوب جائے پس یہ حدیث تفسیر ہے پہلی حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی اور اس کی مبین ہے اور اس سے تطبیق ہو جائے گی درمیان اس حدیث کے اور ان حدیثوں کے جو ایک رکعت پانے سے نماز کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اکثر کے نزدیک قصد اور عدم قصد برابر ہے اور کوئی کہے کہ جو شخص خواب سے بیدار ہوا ہے اس کا اس نماز کو پورا کرنا تو قصد سے ہے پس تناقض باقی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے ہی عصر کی نماز کے تمام کرنے میں بھی قصد موجود ہے پس وہ بھی جائز نہیں ہوگی حالانکہ تم اس کے جائز ہونے کے قائل ہو۔

٥٤٩ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۵۴۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے دو قسم کی خرید و فروخت سے اور دو قسم کے لباس سے اور دو نمازوں سے آپ نے منع فرمایا نماز پڑھنے سے بعد نمازِ فجر کے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور بعد نمازِ عصر کے

وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَآءِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِيْ بِفَرْجِهٖ إِلَى السَّمَآءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ.

یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور منع فرمایا ہے سب بدن پر کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے سے کہ نماز یا کسی اور کام میں ہاتھ باہر نہ نکل سکیں اور منع فرمایا ایک کپڑے میں زانو اٹھا کر بیٹھنے سے کہ ستر اوپر کی طرف سے کھلا رہے اور منع فرمایا پھینکنے کی بیع سے اور ہاتھ لگانے کی بیع سے۔

فائدہ: بیع پھینکنے کی یہ ہے کہ بیچنے والا اپنے کپڑے کو خریدار کی طرف پھینک دے پہلے اس سے کہ خریدار اس کو کھول کر دیکھ لے یا اس کی طرف نظر کرے اور بیع ملامست کی یہ ہے کہ بدون دیکھے خریدار اس کو ہاتھ لگا دے سو یہ دونوں قسم کی بیع منع ہے اور دوسرے پارے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اور کتاب البیع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا اور مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ اُن سے بعد نماز صبح کے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ثابت ہوتی ہے سوائے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ اس سے صرف عین طلوع اور غروب کے وقت ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

بَابُ لَا تُتَحَرَّى الصَّلَاةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ.

نہ قصد کرے کوئی نماز کا سورج ڈوبنے سے پہلے۔

۵۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

۵۵۰۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قصد کیا کرے تم میں سے کوئی کہ نماز پڑھے سورج نکلتے اور نہ سورج ڈوبتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج ڈوبتے نماز پڑھنی منع ہے وفیہ المطابقة.

۵۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى

۵۵۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں نماز ہوتی بعد نماز فجر کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے اور نہیں نماز ہوتی بعد نماز عصر کے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔

تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ.

فائدہ: یہ نفی بمعنی نہی ہے یعنی بعد نماز فجر اور عصر کے نماز نہ پڑھو اور بعض علماء سلف نے کہا ہے کہ یہ اخبار ہے کہ ان دونوں وقتوں کے بعد نفل نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس وقت نماز پڑھنی منع ہے جیسے کہ عین طلوع اور غروب کے وقت منع ہے اور اس قول کو قوی کرتا ہے جو ابوداؤد میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نماز نہ پڑھا کرو مگر یہ کہ آفتاب سفید اور بلند ہو پس اس حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعدیت عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے ساتھ عین طلوع اور غروب کے پس اس حدیث سے سب جھگڑا فیصلہ ہو گیا واللہ اعلم بالصواب اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے یہ ہے کہ ممنوع نماز صحیح نہیں ہوتی ہے پس لازم ہے کہ آدمی اس کا قصد نہ کرے کہ عاقل بے فائدہ چیز کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا ہے۔

۵۵۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۵۲۔ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک تم ایک نماز پڑھتے ہو اور البتہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سو ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور آپ نے منع فرمایا اس نماز سے یعنی عصر کے بعد دو رکعت سنت پڑھنے سے۔

۵۵۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

۵۵۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دو نمازوں سے ایک تو بعد نماز فجر کے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو اور دوسری بعد نمازِ عصر کے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

فائدہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کی نفی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کو اس نے خطاب کیا تھا وہ لوگ ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ظہر کے بعد پڑھتے ہیں لیکن جس چیز کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے نفی کی ہے اس کو اور لوگوں نے ثابت کیا ہے اور مثبت کو ترجیح ہوتی ہے نافی پر کما تقرر فی الاصول اور آئندہ باب میں آئے گا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا کہ حضرت ﷺ اُن کو مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ گھر میں پڑھا کرتے تھے اور جس حدیث میں بعد عصر کے دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے وہ نہی کی حدیثوں کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ ثبوت کی روایت کے واسطے سبب ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا اور جس نماز میں سبب ہے وہ بھی پڑھنی جائز ہوگی اور اس کے ماسوا اور نماز نہی کے عموم میں داخل رہے گی اور نہی محمول ہوگی اُس نماز پر جس کا کوئی سبب نہ ہو اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو آگے آئے گی کہ حضرت ﷺ بعد عصر کے دو رکعت ہمیشہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا اس نے راہ نسخ کی بند کر دی ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَكْرَهِ الصَّلَاةَ إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ.

کسی وقت میں نماز پڑھنی مکروہ نہیں مگر بعد نماز فجر اور عصر کے روایت کیا ہے اس حکم کو عمر اور ابن عمر اور ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے یعنی حضرت ﷺ سے ان چار صحابہ نے یہ حکم نقل کیا ہے۔

٥٥٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُصَلِّيْ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا أَنْهٰى أَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ مَا شَآءَ غَيْرَ أَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

۵۵۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں ویسی نماز پڑھتا ہوں جیسے کہ میں نے اپنے اصحاب کو پڑھتے دیکھا ہے میں کسی کو منع نہیں کرتا ہوں کہ نماز پڑھے رات میں یا دن میں یعنی سب وقتوں میں جائز ہے جس وقت کوئی چاہے پڑھے لیکن نہ قصد کیا کرو نماز کا سورج نکلتے اور نہ ڈوبتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوپہر کے وقت نفل وغیرہ پڑھنے منع نہیں ہیں اور عین دوپہر کا وقت مکروہ وقتوں میں داخل نہیں ہے پس حاصل اس باب کا یہ ہے کہ جن وقتوں میں نماز پڑھنی منع ہے وہ پانچ وقت ہیں۔ ایک سورج نکلنے کا وقت۔ اور دوم سورج ڈوبنے کا وقت۔ اور سوم نمازِ فجر کے بعد۔ اور چہارم نمازِ عصر کے بعد۔ اور پنجم عین دوپہر کے وقت۔ سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اول چار وقتوں میں نماز کا مکروہ ہونا ثابت کیا سو اول دو وقتوں میں نہ پڑھنا تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت کیا اور دوسرے دو وقتوں میں چار صحابہ کی حدیثوں سے ثابت کیا جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے اور دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کو جائز رکھا ہے جیسے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا کہ ہر روز عین دوپہر کے وقت نماز کو جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک دوپہر کے وقت بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے جیسے کہ اور حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور یہی روایت ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سعید بن مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے بچتے تھے مگر شاید وہ حدیثیں بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی ہوں گی اس

واسطے دوپہر کے وقت میں نماز جائز رکھی لیکن امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے صرف جمعہ کو دوپہر کے وقت جائز رکھا ہے اور اس باب میں حدیثیں بھی آچکی ہیں گو ضعیف ہیں لیکن سب مل کر قوت پا جاتی ہیں اور بعضوں نے ان نمازوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول دوصورتوں میں نماز پڑھنی حرام ہے اور اخیر دوصورتوں میں نماز مکروہ ہے اور یہی قول محمد بن سیرین اور محمد بن جریر کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صبح کے بعد نماز پڑھنی حرام ہے اور عصر کے بعد مباح ہے اور یہی قول ہے ابن حزم کا لیکن مشہور تمام میں کراہت ہے بعضوں کے نزدیک کراہت تحریمی اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُصَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَآئِتِ وَنَحْوِهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

نمازِ عصر کے بعد قضا شدہ وغیرہ نمازوں کا پڑھنا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ عبدالقیس کے ایلچیوں نے مجھ کو ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے باز رکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نماز کا کوئی سبب ہو اس کو عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک جماعت علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ مداومت تھا نہ اصل قضا۔

۵۵۵ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ أَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْرًا مِّنْ صَلَاتِهٖ قَاعِدًا تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ يُّثَقِّلَ عَلٰى أُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

۵۵۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس اللہ کی قسم! جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہان سے لے گیا آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ آپ اللہ سے ملے یعنی آپ نے انتقال فرمایا اور نہ انتقال کیا آپ نے یہاں تک کہ آپ کو نماز بھاری معلوم ہونے لگی اس لیے آپ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز سے عصر کے بعد کی دو رکعتیں ہیں یعنی باوجودیکہ آخر عمر میں نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری ہوگئی تھی مگر تاہم پھر بھی ان دو رکعتوں کو آپ نے نہیں چھوڑا ہمیشہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پڑھا کرتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس خوف سے کہ آپ

کی امت پر مشکل نہ ہو جائے یعنی بوجہ لازم ہونے متابعت کے امت پر۔ اور دوست رکھتے تھے اس چیز کو جس میں امت کو تخفیف اور آسانی ہو۔

٥٥٦ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ أُخْتِيْ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ.

٥٥٦۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے عروہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے نزدیک کبھی نہیں چھوڑی یعنی جب میرے گھر میں ہوتے تو ضرور پڑھتے۔

٥٥٧ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

٥٥٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ دو رکعتیں تو نماز فجر سے پہلے اور دو رکعتیں بعد نماز عصر کے۔

٥٥٨ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

٥٥٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عصر کے بعد جب کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آتے تو دو رکعتیں نماز پڑھتے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے بعد ہر قسم کے نفل پڑھنے جائز ہیں جب تک کہ آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کا قصد نہ کرے یعنی خواہ مخواہ عمداً یہ عادت نہ ٹھہرا رکھے کہ جب طلوع اور غروب کا وقت ہو تو اس وقت ان کو پڑھے اور یہی مذہب ہے داؤد اور اہل ظاہر کا لیکن حنفیہ وغیرہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ خاصہ مداومت ہے نہ اصل قضا پس قضا جائز ہوگی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے کہ نہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو عین طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرے نہ عام اور نیز جامع الاصول میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی

رخصت دی اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عصر کے بعد ہمیشہ نفل پڑھا کرتی تھیں۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَدِيْثُ النَّهْيِ قَوْلٌ وَهٰذَا فِعْلٌ وَالْقَوْلُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْفِعْلِ عِنْدَ التَّعَارُضِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا مُثْبِتٌ وَّحَدِيْثُ النَّهْيِ نَافٍ وَّالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ فَتَدَبَّرْ. لیکن ترجیح سے تطبیق مقدم ہے جب تک تطبیق ممکن ہو ترجیح جائز نہیں ہے اور تطبیق یہاں ممکن ہے کہ نہی سے مراد وہ نماز ہے جو بلا سبب ہو جیسے کہ ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے اور ان حدیثوں سے مراد وہ نماز ہے جس کا کوئی سبب ہو جیسے کہ فوت شدہ نمازیں یا نماز جنازہ یا سنتیں مؤکدہ ظہر وغیرہ کی ہیں پس ایسی نمازوں کو فجر اور عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے اور یہ ہے غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے کہ نہی کی حدیثوں سے یہ نمازیں مخصوص ہیں اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو نہی حدیثوں کے بعد لایا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے اور اسی قول کو ترجیح ہے۔

فائدہ: عصر کے بعد حضرت ﷺ کی نماز پڑھنی دو قسم کی تھی ایک تو وہ نماز تھی جو آپ سے کبھی کبھی کسی کام کی وجہ سے قضا ہو جاتی تھی جیسے سنت مؤکدہ ظہر کی تو اس کو بعد عصر کے آپ پڑھتے تھے اور ایک وہ نماز تھی جس کو آپ ہمیشہ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور وہ دو رکعتیں نفل تھے پس یہ دو رکعتیں نفل جن کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے غیر ہیں ان سنتوں کی جن کو عصر کے بعد قضا کر کے پڑھتے تھے اور یہی معلوم ہوتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان حدیثوں سے پس ان حدیثوں میں حنفیہ کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلَاةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ. ابر کے دن نماز کو اول وقت پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: ظاہر اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابر کے دن ہر نماز کو اول وقت پڑھنا چاہیے لیکن حدیث باب سے صرف نماز عصر معلوم ہوتی ہے اسی واسطے علماء نماز عصر کو ابر کے دن اول وقت پڑھنا مستحب کہتے ہیں۔

۵۵۹ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

۵۵۹ ـ ابو الملیح سے روایت ہے کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ابر کے دن میں سو اس نے کہا کہ نماز کو اول وقت پڑھو اس لیے کہ بے شک حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا کیا اکارت ہوا۔

فائدہ: اس حدیث کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور ظاہر یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابر کے دن نماز عصر میں جلدی کیا کرو تو گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس باب میں لانے سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں معنی ترجمہ کا

ثابت ہے اور یہ عادت ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ وہ بہت جگہ باب باندھتا ہے اور اس میں ایسی حدیث لاتا ہے جو ظاہر میں اس باب کے مطابق نہیں ہوتی تو اس کی اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں ترجمہ ثابت ہے اگرچہ وہ خود اس طریق کو روایت نہ کرے اور گو وہ طریق اس کی شرط پر نہ ہو پس اس سے امام بخاری رحمہ اللہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں ہے اور یہ توجیہ بخاری میں اکثر جگہ کام آتی ہے اور اس سے اکثر ترجمہ بخاری حل ہو جاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ.

قضا نماز کے واسطے اذان دینے کا بیان۔

٥٦٠ ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أُوقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلَّى.

٥٦٠۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے رہے یعنی سفر کیا سو جب تھوڑی رات رہی تو بعض لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت اگر آپ ٹھہریں تو لوگ تھوڑا سا سولیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ تم نماز سے سو جاؤ یعنی کہیں نماز قضا نہ ہو جائے تب بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت میں جاگتا رہوں گا آپ کو نماز کے وقت جگا دوں گا سو حضرت لیٹ گئے (اور لوگ بھی سو گئے اور بلال رضی اللہ عنہ جاگتے رہے جب نیند کا غلبہ ہوا) تو کجاوے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے سو غلبہ نیند سے ان کی دونوں آنکھیں بند ہوگئیں پھر سو گئے (پھر سب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی) سو جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا اور دھوپ نکلی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سب سے جاگے پھر فرمایا کہ اے بلال کدھر گیا جو تو نے کہا تھا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت ایسی نیند مجھ کو کبھی نہیں آئی تھی یعنی میرے کچھ اختیار نہیں رہا پھر فرمایا کہ بے شک اللہ نے بند کر رکھا تمہاری جانوں کو جب چاہا اور چھوڑ دیا جب چاہا اے بلال! اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی یعنی اذان کہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا سو جب آفتاب بلند ہوا اور خوب روشن ہوگیا تو کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی یعنی قضا کر کے نماز جماعت سے پڑھی۔

فائدہ: حضرت ﷺ جہاد سے پلٹ کر مدینہ کو آ رہے تھے سو ایک بار تمام رات چلے جب تھوڑی رات رہی تو حضرت ﷺ اترے اور سو گئے اور اُس رات کو لیلۃ التعریس کہتے ہیں کہ رات کے آخر وقت میں اترے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کے واسطے اذان کہنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور اور ابن منذر کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی کے نزدیک قضا نماز کے لیے اذان کہنی جائز نہیں ہے اور ایک قول شافعی کا بھی یہی ہے لیکن شافعی کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی بات مختار ہے کہ قضا نماز کے واسطے بھی اذان کہی جائے اس لیے کہ یہ حدیث صحیح صریح ہے اس باب میں اور اگر کوئی سوال کرے کہ اذان اس واسطے مشروع ہوئی ہے کہ لوگوں کو نماز کے وقت سے اطلاع ہو جائے اور جماعت سے نماز پڑھی جائے اور قضا نماز میں ان دونوں امروں سے کسی کی حاجت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اذان نماز کی سنت ہے جیسے کہ جماعت سنت ہے اور مقصود اس سے فقط اطلاع نہیں بلکہ اس کے سوا ثواب بھی مقصود ہے ساتھ ذکر کرنے ان کلمات کے اور ظاہر کرنے اشعار اسلام کے اسی واسطے افضل ہے کہ اکیلا آدمی بھی اذان کہے تا کہ جماعت کی شکل پر نماز ادا ہو اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر تابعدار کوئی ایسے کام کی التماس کرے جس میں دینی مصلحت ہو تو جائز ہے۔ دوم یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مصلحت دینی کی زیادہ رعایت رکھے اور جس کام سے نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو اس سے بچتا رہے اور یہ کہ خادم کو ایسے کام کی چوکیداری لازم کر لینا جائز ہے اور یہ کہ بڑے کاموں میں ایک آدمی کی چوکی کافی ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص ایک عذر جائز کو پیش کرے تو اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے اور یہ کہ جو شخص کسی کام کا التزام کر لے اس سے اس کام کے پورا کرنے کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے اس واسطے مطالبہ کیا تا کہ اُن کو تنبیہ ہو جائے کہ ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے اور نفس پر کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ سوم یہ کہ اگر امام خود بخود جہاد میں لشکر کے ساتھ جائے تو جائز ہے۔ چہارم یہ کہ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ قضا نماز کو جاگنے کے وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کا اس نماز کو آفتاب بلند ہونے تک دیر کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ کراہت کا وقت نکل جائے بلکہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ قضا نماز کے لیے اذان نہیں ہے اور وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اذان سے یہاں اقامت ہے مگر یہ تاویل صحیح نہیں محض تکلف لایعنی ہے اس واسطے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ اذان کے بعد آپ نے وضو کیا پھر سورج بلند ہونے تک ٹھہرے رہے پس اگر اقامت مراد ہوتی تو نماز کو اس سے تاخیر نہ کرتے۔ اور روح کا قبض ہونا دو قسم ہے ایک یہ کہ ظاہر اور باطن میں روح بدن سے جدا ہو جائے سو وہ موت ہے اور ایک یہ کہ ظاہر میں صرف جدا ہو باطن میں نہ ہو اور وہ سونا ہے پس روح قبض سے موت لازم نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ.

قضا نماز کو جماعت سے پڑھنے کا بیان۔

۵۶۱ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

۵۶۱۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ خندق کے دن آئے سو کفار قریش کو گالی دینے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نہیں نزدیک تھا کہ گزاروں نماز عصر کو یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ کی میں نے بھی نماز عصر کی نہیں پڑھی ہے سو ہم بطحان کہ (ایک میدان ہے مدینہ میں) کی طرف گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا سو آپ نے عصر کی نماز پڑھی سورج ڈوبنے سے پیچھے یعنی جماعت سے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: چوتھے سال ہجری میں مکے وغیرہ تمام ملک کے کافروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کیا اور مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ کے واسطے مدینہ کے گرد خندق یعنی کھائی کھدوائی تا کہ کوئی کافر مدینہ کے اندر نہ آ سکے اصحاب کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق سے مٹی نکالتے تھے اس واسطے اس کو خندق کی لڑائی کہتے ہیں کہ اس میں خندق کھودی گئی تھی اس میں کافر دس ہزار تھے اور مسلمان تین ہزار تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائی اور جماعت کرانا اگرچہ صریحًا اس حدیث میں مذکور نہیں ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ہم بطحان کی طرف گئے اور ہم نے وضو کیا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جماعت سے نماز پڑھائی تھی اور نیز ایک طریق میں اس حدیث کے یہ لفظ آیا ہے کہ فَصَلّٰى بِهِمْ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی پس یہ صریح ہے جماعت میں پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہو گئی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ میں نہیں نزدیک تھا کہ پڑھوں نماز کو الخ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے سے پہلے اس نے نماز عصر کی پڑھ لی تھی پھر نماز کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور اگر کوئی سوال کرے کہ ظاہر یہی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس ان کا اپنے آپ کو نماز کے لیے خاص کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ شاید کافروں کے ساتھ لڑائی سورج ڈوبنے کے وقت لگی ہو اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے وضو کیا ہوا

تھا سو نماز پڑھ کر حضرت ﷺ کو جا کر حضرت ﷺ کو ایسے وقت میں اطلاع دی کہ آپ نماز کی تیاری کر رہے تھے اسی واسطے اطلاع دینے کے وقت حضرت ﷺ اور اصحاب وضو کی طرف کھڑے ہوگئے اور حضرت ﷺ نے اس نماز کو تاخیر اس واسطے کیا تھا کہ آپ لڑائی میں رہے اور نماز کی فرصت نہ ملی اس واسطے نماز میں تاخیر کی خاص کر دوسری حدیث نسائی سے ثابت ہوتا ہے کہ خوف کی نماز کے نازل ہونے سے پہلے یہ واقعہ ہوا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی عصر کی نماز خندق کی لڑائی میں قضا ہوگئی تھی اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تین نمازیں قضا ہوئی تھیں سو ان میں تطبیق اس طور سے ہے کہ خندق کی لڑائی کئی دن تک ہوتی رہی تھی سو یہ نمازیں کئی دنوں مختلف وقتوں میں قضا ہوئی تھیں یعنی ایک دن عصر کی دوسری دن ظہر کی وعلی ہذا القیاس اور اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں کما سیاتی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ قضا نمازوں کو باترتیب پڑھنا چاہیے اکثر علماء کہتے ہیں کہ اگر یاد ہو تو ترتیب واجب ہے اور اگر نمازیں یاد نہ ہوں تو واجب نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ترتیب واجب نہیں ہے اور اگر وقتی نماز باقی ہو اور قضا نماز یاد آئے اور وقت ایسا تنگ ہو کہ اگر قضا پڑھے گا تو وقتی قضا ہو جائے گی تو اس میں اختلاف ہے مالک کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھے پھر وقتی پڑھے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے اور اکثر اہل حدیث کہتے ہیں کہ پہلے وقتی پڑھے پھر قضا پڑھے لیکن اختلاف اسی وقت تک ہے جب تک قضا نمازیں بہت نہ ہوں اور اگر بہت ہو جائیں تو پھر اتفاق ہے کہ پہلے وقتی پڑھے پھر بعد اس کے قضا پڑھے اور حد قلیل ہونے کی یہ ہے کہ ایک دن کی نمازیں ہوں یا چار نمازیں ہوں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان کو بہت کہا جائے گا۔ اور دوم یہ کہ بدون چاہنے دوسرے کے قسم کھانی جائز ہے جب کہ کوئی مصلحت ہو جیسے کہ اطمینان کا زیادہ ہونا ہے اور وہم کا دفع کرنا اور یہ کہ قضا نمازوں میں جماعت کرانی جائز ہے اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا مگر لیث اس کو جائز نہیں کہتے باوجودیکہ نمازِ جمعہ کی فوت شدہ میں جماعت کو جائز رکھتا ہے اور یہ کہ حضرت ﷺ کے مکارم اخلاق اصحاب کے ساتھ نہایت تک تھے اور اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے بعض نے کہ قضا نماز کے لیے اذان دینی جائز نہیں ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ وقتی نماز کے لیے اذان دینا آپ کی ہمیشہ عادت تھی اور نمازِ مغرب وقتی تھی پس آپ نے اذان ضرور دی ہوگی راوی نے شاید اس کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ.

جو نماز کو بھول جائے تو چاہیے کہ پڑھے جب یاد کرے اور نہ دہرائے مگر اسی نماز کو یعنی اگر کوئی ایک نماز کو بھول گیا اور اسی بھول کی حالت میں اور بہت نمازیں وقتیہ پڑھ گیا اور پھر اس کو وہ نماز یاد آئے تو اب صرف اسی

ایک نماز کو قضا کر لے اور جو نمازیں کہ درمیان میں پڑھ گیا ہے اُن کو نہ دہرائے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَّاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ.

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے بیس برس تک ایک نماز چھوڑی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو دوہرائے یعنی اگر کوئی مثلاً فجر کی نماز یا ظہر کی نماز پڑھنی بھول گیا اور بیس برس تک وہ نماز اس کو یاد نہ آئی بعد اس کے یاد آئی تو وہ صرف اسی ایک نماز کو دوہرائے اور جو نمازیں کہ اس نے بیس برس کے اندر بعد اس کے پڑھی ہیں ان کو نہ دوہرائے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس ترجمہ کی حدیث سے۔

٥٦٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِىْ قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرٰى قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

٥٦٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی نماز کو بھول جائے یعنی نماز قضا ہو جائے تو چاہیے کہ قضا کی نماز پڑھے جب کہ اس کو یاد کرے اور نہیں ہے کفارہ اس کا مگر دوہرانا۔ اللہ نے فرمایا ہے قائم کر نماز کو وقت یاد دلانے میرے کے تجھ کو۔ ہمام راوی نے کہا کہ میں نے قتادہ سے بعد اس حدیث کے آیت کو سنا ہے یعنی جس وقت میں نے اس سے یہ حدیث سنی اس وقت یہ آیت قتادہ نے بیان نہیں کی تھی بلکہ بعد اس کے اور وقت بیان کی تھی۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ وقتیہ نماز دن میں اور قضا نمازوں میں ترتیب واجب نہیں ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس کو یاد کرے تو پڑھ لے سو آپ نے اس میں کسی اور نماز کا ذکر نہیں کیا کہ اگر مثلاً دوسرے یا تیسرے دن کسی کو وہ نماز یاد آئی جیسے کہ اِذا کے عموم سے ثابت ہے تو جو نمازیں کہ اُن کے درمیان پڑھ چکا ہے اُن کو بھی دوہرائے اور نیز آپ نے فرمایا کہ اس کا کفارہ صرف یہی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اور کسی نماز کا دوہرانا واجب نہیں پس اگر درمیان اور نمازیں وقتیہ پڑھ جائے تو ان کے دوہرانے سے یہ کفارہ حاصل نہیں ہوگا پس معلوم ہوا کہ وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں میں ترتیب

واجب نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی نماز وقتی پڑھی پھر اس کو یاد آ گیا کہ اس سے پہلی نماز میری قضا ہے تو اس کو چاہیے کہ پہلے اس نماز قضا شدہ کو پڑھے اور پھر بعد اس کے وقتی نماز کو دوہرائے جو پہلے پڑھ چکا تھا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر پانچ نمازیں متواتر قضا ہو جائیں اور اس کو یاد ہوں تو پہلے اُن قضا شدہ نمازوں کو پڑھے پھر وقتی نماز کو پڑھے اور اگر باوجود یاد کے قضا نمازوں کو نہ پڑھے اور وقتی نماز کو پڑھے تو اُن کو دوہرانا واجب ہے اس لیے کہ ترتیب واجب ہے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو دفع حرج کے واسطے اس حالت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

فائدہ ثانیہ: جو شخص کہ عمداً جان بوجھ کر نماز قضا کرے تو اس کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس نماز کو قضا کرنا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہے صرف استغفار کرے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اُس نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جان کر چھوڑنے والے کے حق میں نماز فرض ہو چکی ہے اور اس کے ذمے میں اس کا ادا کرنا لازم تھا تو یہ اس پر قرض تھا اور قرض نہیں ساقط ہوتا ہے مگر ساتھ ادا کرنے کے جو اس کو قضا کرے گا تو اُس قضا کرنے کا گناہ اس کے ذمہ رہے گا اور جب اس کو قضا کر کے پڑھ لے گا تو طلب اُس سے ساقط ہو جائے گی لیکن وقت سے نکالنے کی وجہ سے گناہ اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اسی قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

بَابُ قَضَآءِ الصَّلَاةِ الْأُوْلٰى فَالْأُوْلٰى.

قضا شدہ نمازوں میں ترتیب کا بیان یعنی پہلی نماز کو پہلے پڑھے اور پچھلی کو پیچھے پڑھے۔

فائدہ: اگر فوت شدہ نماز یاد ہو تو اکثر علماء کے نزدیک اس میں ترتیب واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ترتیب واجب نہیں اور اگر وقتی نماز کا وقت تنگ ہو اور قضا نماز یاد آ جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور حنفیہ اور اکثر علمائے حدیث کے نزدیک پہلے وقتی کو پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے قضا کو پڑھے اگرچہ وقتی نماز قضا ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ پہلے وقتی کو پڑھے خواہ قضا کو پڑھے مگر یہ سب اختلاف اسی صورت میں ہے کہ قضا نمازیں بہت نہ ہوں اور اگر بہت ہوں تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ پہلے وقتی کو پڑھے پھر قضا کو پڑھے اور حد قلیل کی بعضوں کے نزدیک چار نمازیں ہیں اور بعض کہتے ہیں ایک دن کی نمازیں ہیں اس سے زیادہ ہوں تو وہ بہت شمار کی جائیں گی۔

٥٦٣ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْقَطَّانُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ

٥٦٣۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کفار قریش کو گالی دینے لگے اور کہا کہ نزدیک نہیں تھا میں کہ گزاروں نماز عصر کی یہاں تک کہ آفتاب

عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ وَقَالَ مَاكِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

ڈوبنے لگا اس نے کہا کہ ہم بطحان میں گئے سو حضرت ﷺ نے سورج ڈوبنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: یعنی پہلے حضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی پس معلوم ہوا کہ قضا شدہ نمازوں میں ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے یعنی باترتیب پڑھنا چاہیے جیسے پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر وعلی ہذا القیاس اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن اس حدیث سے تریب کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے مگر جب یہ تسلیم کیا جائے کہ مجرد فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ. مگر اس حدیث کے عموم سے دلیل پکڑی جائے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو تو البتہ ممکن ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُس دن نماز مغرب کی بھی قضا ہو چکی تھی جیسے کہ ابوسعید اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَآءِ. نمازِ عشاء کے بعد بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ: مراد اس سے مباح امر کا ذکر کرنا ہے نہ حرام کا کہ وہ سب وقتوں میں حرام ہے اور مستحب ذکر بھی مراد نہیں کہ وہ مکروہ نہیں جیسے کہ آئندہ باب میں آئے گا اور لفظ سَامَر کا سَمَر سے مشتق ہے اور معنی اس کا رات کے وقت قصے کہانیاں بیان کرنے کا ہے اور جمع سَامَر کی سُمَّار ہے جیسے کہ طالب جمع طلّاب کی ہے اور سامر کو جمع اور واحد دونوں پر بولا جاتا ہے اس جگہ جمع واقع ہوا ہے۔

فائدہ: مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے آیت ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سَامِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ کی تفسیر کرنا ہے یعنی سامر کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے تو یہ جمع ہے مفرد نہیں اور ایسا صحیح بخاری میں بہت جگہ واقع ہوا ہے کہ جب کسی حدیث میں کوئی لفظ قرآن کے لفظ کے مطابق آ جائے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُس لفظ کی تفسیر کر دیتا ہے اور جب کوئی لفظ قرآن کا کہیں آ جائے تو اس کا معنی بھی بیان کر دیتا ہے۔

٥٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ إِلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ أَبِيْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

۵۶۴۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی نماز کہ جس کو تم نماز پیشیں کہتے ہو اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا یعنی آسمان کی بلندی سے مغرب کی طرف میل کرتا اور نماز عصر کو ایسے وقت پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی آدمی پرلی طرف مدینہ کے اپنے گھر میں پلٹ جاتا اور

الْمَكْتُوبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولٰى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى أَهْلِهٖ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَآءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهٗ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

حالانکہ آفتاب سفید اور روشن ہوتا اور میں بھول گیا ہوں اس چیز کو جو کہا ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب کے باب میں اور نماز عشاء میں دیر کر کے پڑھنے کو پسند رکھتے تھے اور مکروہ رکھتے تھے سونے کو پہلے عشاء سے اور بات چیت کرنے کو بعد اس کے اور فجر کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوتے کہ ہر ایک آدمی اپنے پاس والے کو پہچانتا اور نماز میں ساٹھ آیت سے لے کر سو آیت تک پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء کے بعد بات چیت کرنا اور قصے کہانیاں بیان کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اُس کی وجہ سے کبھی نماز فجر کی قضا ہو جاتی ہے یا مستحب وقت نکل جاتا ہے یا قیام رات میں قصور ہو جاتا ہے اور تہجد وغیرہ نوافل میں قصور آتا ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے لیکن بعد عشاء کے اگر کسی مصلحت کے لیے بات چیت ہو تو وہ مکروہ نہیں جیسے کہ آئندہ باب میں آتا ہے۔

بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَآءِ.

نماز عشاء کے بعد علم دین اور نیک کام میں بات چیت کرنا جائز ہے۔

٥٦٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهٖ فَجَآءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ انْتَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهٗ فَجَآءَ فَصَلّٰى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ قَالَ

٥٦٥۔ قرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حسن بصری کا انتظار کیا اور اس نے ہم پر بہت دیر کی تا کہ نزدیک ہوئے ہم اسکے قیام سے یعنی جس وقت وہ مسجد سے اٹھ کر سونے کے لیے گھر کو جایا کرتے تھے وہ وقت آ گیا سو حسن بصری ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو ان ہمسایوں نے بلایا تھا یعنی ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی وجہ سے میرے آنے میں دیر ہوگئی پھر حسن بصری نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم نے حضرت کا انتظار کیا یعنی اس واسطے کہ عشاء کی نماز کے لیے گھر سے باہر نہ آئے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی سو بعد اس کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور ہم کو نماز پڑھائی پھر

الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا کہ خبردار ہو کہ بے شک سب لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے ہیں اور تم ہمیشہ نماز ہی میں ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرتے رہو گے یعنی خواہ کوئی جماعت کے لیے انتظار کرے یا ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے لیے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرتا رہے تو اس انتظار کا ثواب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ نماز پڑھنے کا۔ حسن بصری نے کہا کہ ہمیشہ لوگ نیکی میں ہیں جب تک کہ نیکی کا انتظار کرتے رہیں گے۔ قرۃ (راوی)۔ نے کہا کہ یہ کلام آخر کی انس رضی اللہ عنہ کی کلام ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عشاء کے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو وعظ سنایا پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء کے بعد علم دین میں گفتگو کرنا اور مسائل بیان کرنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور حسن بصری نے اپنے یاروں کے لیے یہ حدیث اس واسطے بیان کی کہ اُن کو اطمینان ہو جائے اس لیے کہ وہ اس سے علم دین سیکھا کرتے تھے یعنی اگرچہ تم کو آج دین کے سیکھنے کا ثواب نہیں ملا لیکن تم کو انتظاری کا ثواب ملے گا کہ جو نیکی کی انتظاری کرے اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔

٥٦٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَآءِ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهِلَ النَّاسُ فِيْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مَا يَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ

٥٦٦۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر میں ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی سو جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم بتلاؤ تو اپنی اس رات کے حال کو سو البتہ حال تو یوں ہے کہ اس رات سے سو برس کے سرے تک جو آدمی زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا (یعنی تمہاری عمر اگلی امتوں کی عمروں کی طرح بہت نہیں پس دنیا کا لالچ کرنا بے فائدہ ہے نیک عمل کرو) سو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلام کے سمجھنے میں خطا کی طرف اس چیز کے جو گفتگو کرتے ہیں ان باتوں سے یعنی تاویل کیا انہوں نے ساتھ ان تاویلوں کے سو برس سے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں واقع ہے یعنی سو برس کا مطلب نہ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ یُرِیْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

سمجھ سکے بلکہ اس میں اور اور تاویلیں کرنے لگے سو بعض نے تو یہ سمجھا کہ مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ سو برس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں وارد ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں کہ مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ آج کے دن سے سو برس کے سرے تک جو زمین پر ہے کوئی باقی نہیں رہے گا اور سو برس تک اس زمانے کے لوگوں سے کوئی باقی نہ رہے گا اور یہ زمانہ منقطع ہو جائے گا۔

فائدہ: اصل مراد حضرت ﷺ کی یہ تھی جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء کے بعد علم دین میں تکرار کرنا اور مسائل دینی سیکھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہ خضر زندہ نہیں ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ زندہ ہیں اور اس حدیث کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ خضر اس حدیث سے مخصوص ہے یعنی وہ اس وقت زمین پر نہیں تھا بلکہ دریا پر تھا اور بعض کچھ اور تاویل کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث سب آدمیوں کو شامل ہے سو اگر خضر کو زندہ کہا جائے تو اس کا جواب ایسا ہے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔

بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّیْفِ وَالْاَهْلِ.

نمازِ عشاء کے بعد اپنے گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ بات چیت کرنا جائز ہے۔

۵٦٧ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ فَلَا

۵٦٧۔ عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے اور بے شک حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو کھلانے کے واسطے لے جائے اور جس کے پاس چار آدمی کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا پانچ کے ساتھ چھٹے کو لے جائے (یہ راوی کا شک ہے) اور بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین آدمی کو لائے اور حضرت ﷺ اپنے ساتھ دس آدمی کو لے گئے سو عبدالرحمٰن نے کہا کہ شان یہ ہے کہ گھر میں ہم کل تین آدمی تھے میں اور میرے ماں باپ (راوی کہتا ہے) میں نہیں جانتا

أَدْرِيْ قَالَ وَامْرَأَتِيْ وَخَادِمٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَآءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّيْتِيْهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ يَعْنِيْ حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ يَمِيْنَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ اللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ

کہ کیا عبدالرحمٰن نے یہ بھی کہا ہے کہ میری عورت بھی گھر میں تھی اور ایک غلام میرے گھر کے درمیان اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان خادم تھا یعنی دونوں گھروں کی خدمت وہی کرتا تھا اور بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھایا تھا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیر کی یعنی گھر میں نہ آئے یہاں تک کہ عشاء کی نماز ہو چکی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے پس وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا چکے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر میں کچھ رات گئے آئے جتنی اللہ نے چاہا سو اس کی بیوی نے اس کو کہا کہ کس چیز نے روک رکھا تجھ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا آپ نے مہمان سے (راوی کا شک ہے) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا اس نے کہا کہ مہمانوں نے بدون تیرے آئے کھانا کھانے سے انکار کیا تھا اور بے شک کھانا ان کے سامنے لایا گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کیا تھا عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں جا کر چھپ گیا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غصے کے سبب سے جو میں نے ان میں دیکھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے جاہل! اور اے کم بخت! اور مجھ کو ناک کٹ جانے کی بد دعا دی اور گالی دی یعنی تو نے اُن کو اب تک کھانا کیوں نہیں کھلایا اور گھر والوں کو کہا کہ کھانا کھاؤ تم کو ہضم نہ ہو پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی میں اس کو کبھی نہیں کھاؤں گا اور عبدالرحمٰن نے کہا قسم اللہ کی ہم کوئی لقمہ نہیں اٹھاتے تھے مگر اس کے تلے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تھا عبدالرحمٰن نے کہا کہ سب کے پیٹ بھر گئے اور سب آدمی سیر ہو گئے اور کھانا آگے سے بھی زیادہ باقی بچا تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کو دیکھا پس وہ اتنا ہی تھا جتنا پہلے تھا یا اس سے بھی زیادہ تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی

أَوْ كَمَا قَالَ.

سے کہا کہ اے بنی فراس) یہ اس کے دادا کا نام ہے) کی بہن یہ کیا حال ہے یعنی کیسی کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ سب کھا چکے ہیں اور کھانا اتنا ہی ہے جتنا کہ اُن کے آگے رکھا تھا اُس عورت نے کہا کہ قسم ہے مجھ کو ٹھنڈک آنکھ کی یعنی حضرت ﷺ کی کہ البتہ کھانا تو آگے سے بھی بہت ہے یہ کلمہ اس نے تین بار کہا تو پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے کھایا اور کہا کہ یہ قسم میری شیطان سے تھی یعنی شیطان کے دھوکے سے قسم کھائی تھی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک لقمہ اس سے لیا اور کھایا پھر باقی بچے ہوئے کو اٹھا کر حضرت ﷺ کے پاس لے گئے سو وہ کھانا حضرت ﷺ کے پاس صبح تک پڑا رہا اور ہم میں اور ایک قوم میں عہد تھا سو اس کی مدت گزر گئی اور وہ لوگ مدینہ میں آ گئے سو ہم نے ان کو بارہ گروہ کیا ہر ایک کے ساتھ ان میں سے کئی آدمی تھے اللہ جانتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے سو سب آدمیوں نے اس کھانے سے کھایا یا جیسے کہا راوی کا شک ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ عشاء کے بعد اپنے مہمانوں اور اہل وعیال کے ساتھ بات چیت کرنا جائز ہے اس لیے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد آ کر گھر والوں سے مہمانوں کی خبر پوچھی پھر عبدالرحمٰن کو جھڑکا اور پھر بعد کھانے کے اپنی بیوی سے بات چیت کرتے رہے کہ اے بنی فراس کی بہن کھانا تو اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا وغیرہ گفتگو جو ان کے درمیان واقع ہوئی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور پہلے باب اور اس باب کا مطلب ایک ہی ہے لیکن اس باب میں اتنا فرق ہے کہ اس بات چیت کا رتبہ پہلے باب کے رتبہ سے کم ہے کیونکہ خیر یعنی نیک کام میں گفتگو کرنا محض عبادت ہے اور مہمانوں وغیرہ کے ساتھ گفتگو کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بات چیت کرنا جائز ہے نہ اس میں ثواب ہے اور نہ عذاب ہے اور علم دین اور نیک کام میں گفتگو کرنے میں جیسے کہ پہلے باب میں واقع ہے تو اس میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے پس فرق ظاہر ہے، واللہ اعلم۔ اور یہ جو راوی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ عبدالرحمٰن نے بیوی اور غلام کا ذکر بھی کیا ہے یا نہیں تو مطلب اس کا یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ مجھ کو شک ہے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے گھر والوں سے تین آدمی کو ذکر کیا یا پانچ آدمی کو ذکر کیا اور یہ جو کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا حضرت ﷺ کے پاس کھایا تھا تو اصل یہ کلام اس طرح ہے

کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے پاس کھانا کھایا پس یہ کلام راوی سے آگے پیچھے ہو گئی ہے اور یہ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو یہ قسم اُن کے مہمانوں کے کھانا کھانے سے پہلے واقع ہوئی تھی پھر مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ اگر تم نہیں کھائے گا تو ہم بھی نہیں کھائیں گے تب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا علماء کہتے ہیں کہ یا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا کفارہ دے دیا تھا اور یا یہ قسم لغو تھی اور باقی بچے طعام کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانا بوجہ ظاہر ہونے کرامت کے تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ظاہر ہوئی اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے ظاہرا ہوا اور یہ جو کہا کہ ہم میں اور ایک قوم میں عہد تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں اور کافروں میں ایک مدت تک صلح قرار پا چکی تھی کہ ایک دوسرے کو نہ چھیڑیں سو جب وہ مدت گزر گئی تو مسلمان مدینہ میں چلے آئے کہ مبادا کافر لوگ ہم کو ایذاء دیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بارہ فرقے بنائے کہ بانٹ بانٹ مسلمان اُن کو کھانا کھلا دیں اس لیے کہ اتنے آدمیوں کا بوجہ ایک آدمی نہیں اُٹھا سکتا ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے الخ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے خوف سے مکہ چھوڑ کر مدینے میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اصحاب بھی ہجرت کر آئے تھے اور اپنا مال اسباب سب وطن میں چھوڑ آئے تھے وہ اصحاب صفہ میں (جو مسجد کے آگے ایک دالان تھا) رہا کرتے تھے اُن کو زیادہ تر کھانے کی تکلیف ہونے لگی کہ اُن کا گھر کوئی نہیں تھا مسافر تھے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں سے فرمایا کہ جس کے پاس دو کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جایا کرے اور کھانا کھلائے تب مدینے والوں نے سب اصحاب صفہ کو بانٹ لیا کوئی ایک آدمی کو کھانا کھلاتا تھا اور کوئی دو کو اور کوئی زیادہ کو اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے نکلتے ہیں بیان اُن کا علامات النبوۃ میں آگے آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔
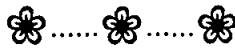
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْأَذَانِ

یہ کتاب ہے اذان دینے کے بیان میں

فائدہ: اذان کا معنی لغت میں خبر دینا اور اعلام کرنا ہے اور عرف شرع میں اذان کہتے ہیں نماز کے وقت کی خبر دینے کے ساتھ خاص لفظوں کے اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اذان سے عقائد کے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں اس لیے کہ اذان کا پہلا لفظ یہ ہے کہ اللہ بڑا ہے سو اس سے اللہ کا وجود ثابت ہوا اور اس کا کمال اور دوسرا لفظ اس کا یہ ہے کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے سو اس سے اللہ کی توحید ثابت ہوئی اور اللہ نرالا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور تیسرا لفظ اس کا یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں سو اس سے حضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوئی یعنی حضرت ﷺ بے شک پیغمبر ہیں۔ اور چوتھا کلمہ یہ ہے کہ آؤ طرف نماز کی سو اس سے ثابت ہوا کہ نماز فرض ہے اور یہ بلانا ہے طرف نماز کی اور اقرار رسالت کی بعد اس کے اس واسطے ذکر کیا کہ یہ رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے اور اس کے سوا اور کسی طریق سے معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔ اور پانچواں کلمہ اس کا یہ ہے کہ آؤ طرف نجات کی اور وہ ہمیشہ کا زندہ رہنا ہے اور ابد الآباد تک سو اس سے آخرت اور حشر ونشر ثابت ہوا اور اذان دینے سے دخول وقت اور جماعت کی طرف بلانا ثابت ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اذان افضل ہے یا امامت افضل ہے سو اگر امامت کے حقوق کو ادا کر سکے تو امامت افضل ہے ورنہ اذان افضل ہے۔

بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ.

اذان کے شروع ہونے کا بیان یعنی اسلام میں ابتدا اذان کی کس طور سے ہوئی اور کب ہوئی؟۔

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾ وَقَوْلُهُ ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب پکارتے ہو تم کافروں کو طرف نماز کی تو پکڑتے ہیں اس کو ٹھٹھا اور کھیل اور یہ حال ان کا بسبب اس کے ہے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے یعنی حق کو باطل سے تمیز نہیں کر سکتے اور اللہ نے فرمایا کہ جب اذان کہی جاتی ہے واسطے نماز کے دن جمعہ کے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان دونوں آیتوں کے لانے سے یہ ہے کہ اذان کا ثبوت ان دونوں سے نکلتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا مشروع ہونا صرف حدیثوں سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور

ان آیتوں میں اذان کا مجمل ذکر ہے اور جن حدیثوں میں اذان کے کلمات مذکور ہیں وہ حدیثیں ان آیتوں کی تفسیر ہیں اور یہ بھی ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ابتدا اذان کی مدینہ میں ہوئی اس لیے کہ یہ آیتیں مدینے میں نازل ہوئی ہیں اور ابتدا جمعہ کی بھی مدینہ میں ہوئی ہے۔

٥٦٨ ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّآءُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

٥٦٨۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے (نماز کی خبر دینے کے واسطے) آگ اور ناقوس کو ذکر کیا اور یہود اور نصاریٰ کو ذکر کیا سو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے۔

فائدہ: نماز کی اذان ہجری کے پہلے سال میں شروع ہوئی اور اصل کیفیت اس کی اس طور سے ہے کہ اسلام میں پہلے اذان نہیں تھی نماز کے وقت لوگ اندازہ کر کے آجاتے تھے سو جب اصحاب بہت ہو گئے اور سب کو خبر دینی مشکل ہوئی تو سب اصحاب نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے واسطے کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس سے نماز کے وقت کے سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کرے سو بعضوں نے تو یہ کہا کہ نماز کے وقت آگ جلایا کرو اس سے سب آدمیوں کو اطلاع ہو جایا کرے گی اور بعضوں نے کہا کہ ناقوس بناؤ کہ نماز کے وقت اس کی آواز سے لوگ آجایا کریں گے اور بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح سینگھ لاؤ کہ نماز کے وقت اس میں پھونک مارا کرو اور بعضوں نے کچھ اور مشورہ دیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ جلانا تو مجوس کا کام ہے یعنی وہ نماز کے وقت آگ روشن کرتے ہیں اور ناقوس نصاریٰ کا کام ہے وہ نماز کے وقت اس کو بجاتے ہیں اور سینگھ میں پھونکنا یہود کا کام ہے پس ان گروہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کوئی نشان کھڑا کرنا چاہیے کہ اُس کو دیکھ کر ایک دوسرے کو خبر کر دیا کریں گے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پسند نہ آیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کسی آدمی کو مقرر کیا جائے کہ نماز کے وقت لوگوں کو اطلاع دے دیا کرے اور کسی نے کوئی اور تدبیر کرنی بتلائی پھر لوگ چلے گئے سو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس امر کا بہت فکر رہا سو رات کو خواب میں اس نے اذان دیکھی یعنی کسی فرشتہ نے اس کو خواب میں سب اذان سکھلائی کہ اس طرح نماز کے وقت کہا کرو سو اس نے فجر کو آ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے وہ خواب بیان کی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تو یہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کو سکھلا دے کہ اس کی آواز بہت بلند ہے نماز کے وقت وہی اذان دیا کرے گا سو جب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر سے دوڑے آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے بھی خواب میں ویسا ہی دیکھا ہے جیسے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب دیکھنا بعد مشورہ کے واقع ہوا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس سے پہلے واقع ہوا ہے پس اس

سے سب حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ ابتدا اذان کی خواب کے ذریعہ سے ہوئی ہے پھر اسی کے موافق وحی کی گئی اور دوسرے لوگوں کو اذان خواب میں نظر آئی اور خود حضرت ﷺ کو نہ آئی تو اس میں یہ حکمت ہے کہ اس سے حضرت ﷺ کی شان کی بلندی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جب غیر کی زبان پر ہو تو اُس سے حضرت ﷺ کے مرتبہ کی بلندی اور آپ کی شان کی عظمت ثابت ہوتی ہے لیکن شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اذان کا شروع ہونا وحی کے ذریعہ سے ہوا ہے جیسے کہ ابوداؤد اور عبدالرزاق نے مراسیل میں روایت کیا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو آ کر اذان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تجھ سے پہلے وحی کے ذریعہ سے مجھ کو اذان معلوم ہو چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی خواب دیکھنے سے پہلے وحی حضرت ﷺ کے پاس آ چکی تھی یا احتمال ہے کہ وحی کا آنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عرض سے بعد ہو اور عمر رضی اللہ عنہ کی عرض کرنے سے پہلے ہو اور اس حدیث سے یہ سوال بھی دفع ہوگیا کہ پیغمبروں کے سوا اور کسی کی خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا پس اصحاب کی خواب دیکھنے سے اذان کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوگا اس لیے کہ جواب اس کا یہ ہے کہ اذان محض اُن کی خواب سے ثابت نہیں بلکہ اس کے ساتھ وحی بھی شامل ہے، واللہ اعلم۔

٥٦٩ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ.

٥٦٩۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو جمع ہوتے تھے اور نماز کے وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے نماز کے لیے اُن کو کوئی نہیں پکارتا تھا سو ایک دن انہوں نے اس باب میں مشورہ کیا سو بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ اور بعضوں نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ پکڑو اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں بھیجتے ہو تم کسی مرد کو کہ لوگوں کو خبر نماز کی دے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہا اے بلال! اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ دینا خواب دیکھنے سے پہلے تھا اور یہ حضرت ﷺ کا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم کرنا بھی عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خواب سے دیکھنے سے پہلے تھا یعنی یوں ہی کسی مکان بلند پر کھڑا ہو کر آواز کر دے کہ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ یعنی نماز تیار ہے سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان بعد ہجرت کے شروع ہوئی ہے اس لیے کہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مطلق نفی کردی ہے کہ پہلے اس سے کسی قسم کی اذان نہیں تھی اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اذان کی مکہ میں ہوئی ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اذان میں اختلاف ہے کہ آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب جمہور علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور امام اوزاعی اور داؤد اور ابن منذر اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ فرض کفایہ ہے لیکن وجوب کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقریر پر ہمیشگی کی ہے اور آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوا اور نہ آپ نے کبھی چھوڑنے کا حکم فرمایا اور نہ اس کے چھوڑنے کی رخصت دی پس معلوم ہوا کہ واجب ہونا اس کا راجح ہے ورنہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے میں تو کچھ بھی کلام نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے بوجہ اس اختلاف کے اس پر کوئی حکم نہ لگایا صرف اس کا جواز ثابت کردیا تا کہ کوئی اعتراض نہ کرے۔

فائدہ ثانیہ: بہت لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خود بھی اپنی زبان مبارک سے اذان کہی ہے یا نہیں سو امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اپنی زبان مبارک سے اذان کہی ہے لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے اور نیز آپ کے اذان کہنے کا یہ معنی ہے کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم فرمایا نہ یہ کہ خود آپ نے اذان کہی پس معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی زبان سے اذان نہیں کہی ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ اور لوگوں کو خبر دے نماز کی سو اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے لیے کھڑا ہونا سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے سب علمائے اسلام کا لیکن حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بیٹھ کر اذان کہنی بھی جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں لیکن قیام کے سنت ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے کام میں مشورہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ جو جو کسی کے قیاس میں آئے اس کو سب کے سامنے پیش کرنا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں اور نیز اس سے فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کے موافق بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لوگوں کو خبر دے نماز کی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کو احکام میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹھ کر اذان دینی جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے تمام علماء کا مگر ابو ثور کہتے ہیں کہ جائز ہے لیکن یہ قول اس کا ضعیف ہے کما قالہ النووی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معانی مستنبطہ سے احکام طلب کرنے جائز ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى.

اذان کے کلمے دو دو بار کہنے کا بیان۔

٥٧٠ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ

٥٧٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے مگر اقامت کو یعنی قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے۔

بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ
اِلَّا الْاِقَامَةَ.

فائدہ: مراد اذان سے اس حدیث میں کل اذان نہیں بلکہ اس کے اکثر کلمے مراد ہیں یعنی اکثر کلمے اذان کے دو دو بار کہے جائیں اس لیے کہ اذان کے اول میں تکبیر چار بار کہی جاتی ہے اور آخر میں کلمہ توحید کا ایک بار کہا جاتا ہے جیسا کہ اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ جب کوئی اذان دینے لگے تو چاہیے کہ اول اور اخیر کی تکبیروں کے سوا اور سب کلمے اذان کے دو دو بار کہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور بہت صحابہ اور تابعین کا اور حنفیہ کے نزدیک اذان اور اقامت دونوں کے اول میں تکبیر چار بار کہی جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو بار کہے لیکن اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ اذان اور اقامت کے آخر میں کلمہ توحید کا فقط ایک بار کہے اور لفظ شفع کا جو اس حدیث میں آیا ہے تو وہ دو بار پر بھی بولا جاتا ہے اور چار بار پر بھی بولا جاتا ہے پس یہ حدیث اول میں چار بار تکبیر کہنے کے مخالف نہیں علاوہ اس کے تکبیر دو دو بار کہنا گو صورت میں تثنیہ ہے لیکن حکم میں مفرد کے ہے اسی واسطے مستحب ہے کہ دو تکبیروں کو ایک دم میں کہا جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان کے اول میں فقط دو بار تکبیر کہی جائے لیکن دوسری حدیث میں صاف آچکا ہے کہ اذان کے انیس کلمے ہیں ترجیع کے ساتھ اور اقامت کے گیارہ کلمے ہیں اور ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ اذان میں شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ آواز سے کہے پھر دوسری بار ان کو دو دو بار بلند آواز سے کہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ واسطے تعلیم کے تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تعلیم کی غرض تھی تو پھر آپ نے فقط شہادتین پر اکتفا کیوں فرمایا دوسرے سب کلمات کو چار چار مرتبہ کیوں نہ دوہرایا اور مفصل جواب اس کا ظفر المبین جدید حصہ دوم میں مذکور ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے یعنی حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اور زیادتی مقدم ہے باوجودیکہ حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی متاخر ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس لیے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ۸ھ ہجری کی ہے اور حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ابتدا زمانے کی ہے اور ضم ہوا ہے ساتھ اس کے عمل مکے اور مدینے والوں کا اور تمام شہروں کا، انتہی۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اقامت کے اول آخر میں تکبیر دو دو بار کہی جاتی ہے حالانکہ اس حدیث میں آیا ہے کہ قد قامت کے سوا اور سب کلمے ایک ایک بار کہے جائیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ تکبیر بہ نسبت اذان کے مفرد ہے اس لیے کہ اذان کے اول میں تکبیر چار بار کہی جاتی ہے اسی واسطے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اذان کی اول چار تکبیروں کو دو دم میں کہنا مستحب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے آخر میں دو تکبیروں کو دو دم میں کہا جائے لیکن ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بھی ایک ایک بار کہی جائے، واللہ اعلم۔

۵۷۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوْا أَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوْا أَنْ يُّوْرُوْا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

۵۷۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مسلمان لوگ بہت ہو گئے یعنی نمازیوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے ذکر کیا یعنی مشورہ کیا کہ وقت نماز کے لیے کسی چیز سے نشانی مقرر کریں جس سے لوگ نماز کا وقت پہچان لیا کریں سو بعضوں نے آگ جلانا کہا اور بعضوں نے ناقوس بجانا کہا سو اسی حالت میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان نظر آئی اور اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی سو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے یعنی جب کوئی اذان کہنے لگے تو اذان کے کلموں کو دو دو بار کہے اور اقامت کو ایک ایک بار۔

فائدہ: بعض نے دلیل پکڑی ہے اس حدیث سے کہ لفظ قد قامت الصلوۃ کا بھی ایک ہی بار کہا جائے لیکن پہلی حدیث جو ابھی گزر چکی ہے وہ حجت ہے ان بعض پر اور اگر وہ شخص کہے کہ اہلِ مدینے کا عمل ایک بار پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اہلِ مکہ کا عمل دو بار پر ہے اور مع ہذا ان کے ساتھ صحیح حدیث بھی موجود ہے پھر اہلِ مدینہ کے عمل سے استدلال کرنا کس طرح صحیح ہوگا اور ناقوس کہتے ہیں ایک لکڑی کو کہ اُس پر دوسری لکڑی کو مارتے ہیں تو اس سے ایک آواز نکلتا ہے اور یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے اور مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ الْإِقَامَةِ وَاحِدَةٌ إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے جائیں مگر لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہنا چاہیے۔

فائدہ: حدیث میں لفظ وتر کا آیا ہے اور اس باب میں لفظ واحدۃ کا آیا ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہی ہے لیکن لفظ وتر کا صرف ایک باری کے لیے خاص نہیں بلکہ کبھی صرف ایک ہی پر بولا جاتا ہے اور لفظ واحدۃ کا صرف ایک ہی باری کے لیے خاص ہے اور کسی معنی کے لیے بولا نہیں جاتا ہے۔

۵۷۲ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُ لِأَيُّوْبَ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ.

۵۷۲۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلموں کو دو دو بار کہے اور اقامت کے کلمے ایک ایک بار کہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت میں اول اور آخر کی تکبیروں کے اور لفظ قد قامت الصلوۃ کے سوا اور سب کلمے ایک ایک بار کہے جائیں اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا صحابہ اور تابعین وغیرہ سے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ اور زہری اور اوزاعی کا اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ ہے کہ اقامت نماز کے گیارہ کلمے ہیں انتہی اور امام ابوحنیفہ اور ثوری کہتے ہیں کہ اقامت مثل اذان کے ہے اور حنفی بھی یہی کہتے ہیں کہ اذان کے کلمے اور اقامت کے کلمے برابر ہیں سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اور بعض حنفی یہ جواب دیتے ہیں کہ اقامت ایک ایک بار کہنا پہلے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا ساتھ حدیث ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے اس لیے کہ اس میں اقامت کا دو بار کہنا آ گیا ہے اور وہ متاخر ہے اس حدیث انس سے پس وہ اس کی ناسخ ہو جائے گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں اقامت کے چار بار کہنے کا اور ترجیع کا ذکر بھی آ گیا ہے پس حنفیہ پر لازم آئے گا کہ اس کو بھی قبول کریں حالانکہ یہ بات اُن کے مذہب کے بالکل مخالف ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص اس کے نسخ کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ اس کا غلط ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینے کی طرف پلٹ گئے اور وہاں بھی بلال رضی اللہ عنہ کو اسی پر قائم رکھا کہ اقامت کو ایک ایک بار کہا کرے اور سعد قرظ کو بھی آپ نے اسی طرح سکھلایا سو بعد آپ کے اس نے اسی طرح اذان کہی اور ابن عبدالبر نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور داؤد اور ابن جریر کا یہ مذہب ہے کہ یہ سب اختلاف مباح ہے یعنی اگر اذان کے اول میں چار بار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر دو بار تکبیر کہے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح اگر اذان میں ترجیع کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ترجیع نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح اگر اقامت کے سب کلمے دو دو بار کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کلمے ایک ایک بار کہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب اقامت کو ایک ایک بار کہے اور لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے تو یہ بھی جائز ہے ان میں کسی طریقہ میں گناہ نہیں ہے سب طرح سے جائز ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہی بات قریب صواب کے ہے کہ سب طریقے جائز ہیں جس پر عمل کرے درست ہے کسی میں گناہ نہیں اس لیے کہ حدیثیں ان سب وجوہات کا احتمال رکھتی ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اذان میں ترجیع کرے تو اقامت کو دو دو بار کہے ورنہ ایک ایک بار کہے مگر سلف سے اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ مراد وتر سے جو اس حدیث میں آیا ہے ایک بار کہنا نہیں بلکہ مراد اس سے جلدی کہنا ہے یعنی اقامت کو جلدی کہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تاویل ایسی کچی ہے اور ایسی باطل ہے کہ جس کو ذرا سا بھی عقل ہو اس کے باطل ہونے میں کچھ شک نہیں کر سکتا ہے۔ اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں استثنیٰ آ چکا ہے کہ لفظ قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہے پس اس سے لازم آئے گا کہ اس سے بھی دو بار مراد نہ ہو بلکہ مراد یہ ہوگی کہ اس کو سرعت سے نہ کہے دیر سے کہے۔ دوم

اس وجہ سے کہ وتر کا لفظ اس حدیث میں شفع کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اندریں صورت لازم آئے گا کہ شفع کا معنی یہ کیا جائے کہ اذان کو بلند آواز اور سرعت سے کہے نہ یہ کہ دو دو بار کہے پس اذان کا دو دو بار کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوگا۔ سوم یہ کہ دوسری حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ایک طریق میں صریح آچکا ہے کہ ترجیع کے ساتھ اذان کے انیس کلمے ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمے ہیں تو اب اس حدیث میں یہ تاویل کیسے چل سکے گی بینوا توجروا۔
اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اقامت کے سترہ کلمے آئے ہیں تو اس سے ایک بار اقامت کہنے کی ممانعت نہیں نکلتی ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہو اور نیز اگر اس سے افراد اقامت کی ممانعت نکالی جائے تو ترجیع واجب ہو جائے گی اور بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کی اذان جو سترہ کلمے کہتے ہیں بالکل ممنوع ہو جائے گی اس لیے کہ بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کہ حدیث میں تثنیہ اذان کا بیان ہے اور افراد اقامت کے ساتھ مذکور ہے اور دونوں کا حکم ایک سلسلے میں مذکور ہے پس اگر ممانعت ہوگی تو دونوں کی ہوگی نہ ایک کی اور تطبیق صرف اس تاویل پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس طور سے بھی ممکن ہے کہ سب طریقوں کو جائز رکھا جائے جیسے کہ ابھی گزر چکا ہے اور باقی حدیثیں جو حنفیہ اس باب میں پیش کرتے ہیں اول تو ان کا صحیح ہونا مسلم نہیں ہے اور بفرض تسلیم یہ ہے تطبیق دی جائے گی کہ سب طرح سے جائز ہے جو کوئی کرے درست ہے پس ایک کو جائز رکھنا اور دوسرے کو ناجائز بتلانا بالکل جائز نہیں ہے ورنہ ایک ایک بار کہنے کی حدیثوں سے دو دو بار کہنا بالکل باطل ہو جائے گا فما هو جوابکم فهو جوابنا ، واللہ اعلم
اور ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ اقامت مثل اذان کے تھی پھر سلاطین بنی امیہ نے اس کو جلدی کے لیے ایک ایک کر دیا لیکن یہ حدیثیں صریح اس کے رد میں اس لیے کہ ان میں صریح موجود ہے کہ خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ایک ایک بار تکبیر کہنے کا حکم فرمایا پس اس کو بنی امیہ کا ایجاد سمجھنا محض خیال فاسد ہے اور نیز جلدی کے واسطے انہوں نے اذان کو مفرد کیوں نہ کیا اور اگر کوئی کہے کہ اذان دو دو بار اور اقامت ایک ایک بار کہنے کی کیا حکمت ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ اذان دور رہنے والوں کو پکارنے کے لیے ہے پس اس کو دو دو بار کہنا چاہیے کہ اُن کو آواز پہنچ جائے اور اقامت حاضر لوگوں کے واسطے ہے اس لیے اس میں تکرار کی کوئی حاجت نہیں اسی واسطے مستحب ہے کہ اذان بلند مکان پر دی جائے نہ اقامت اور یہ کہ اذان میں آواز بلند ہے نہ اقامت میں اور یہ کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہنی چاہیے اور اقامت جلدی کہی جائے اور اذان میں ترجیع کرنے کی حکمت بھی یہی ہے مگر اس میں شہادتین کو چار چار بار کہنا اس واسطے ہے کہ اذان میں یہ کلمے بڑی عظمت والے ہیں واللہ اعلم اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ التَّأْذِيْنِ. اذان دینے کے ثواب کا بیان۔

۵۷۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ۵۷۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا قَضَى النِّدَآءَ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتّٰى إِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى.

فرمایا کہ جب کوئی نماز کے لیے اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا یہاں تک کہ اذان کی آواز کو نہیں سنتا سو جب اذان تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آ جاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ دے کر بھاگتا ہے یہاں تک کہ جب تکبیر تمام ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آ جاتا ہے تاکہ آدمی کی اور اس کی ذات کے درمیان وسوسہ ڈالے یعنی اس کے دل میں یا یہ کہ نمازی کے اور اس کے حضور کے درمیان واقع ہوتا ہے اور اس کو حضور سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ یاد کر فلانی بات کو یاد کر فلانے کام کو ہر چیز کہ نہ تھا وہ کہ یاد کرے اس کو یہاں تک کہ آدمی کا ایسا حال ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے۔

فائدہ: مراد شیطان سے یہاں ابلیس ہے جیسے کہ اکثر شارحین کہتے ہیں اور احتمال ہے کہ شیطان سے مراد سرکش جن ہوں جنوں سے خواہ آدمیوں سے لیکن مراد اس جگہ خاص شیطان جن کا ہے اور اس کا گوز مارنا ظاہرًا تو عمدًا معلوم ہوتا ہے یعنی وہ شیطان جان کر گوز مارتا ہے تاکہ اس کی آواز سے اذان کی آواز نہ سنی جائے یا اس کی اہانت کے واسطے مارتا ہے جیسے بیوقوف لوگ کرتے ہیں یا یہ کہ اس کو اذان سے ایسا سخت خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس سے ڈر کے مارے اُس کا گوز نکل جاتا ہے یا یہ کہ جان کر کرتا ہے تاکہ طہارت کا پلیدی سے مقابلہ کرے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کو بلند آواز سے کہنا مستحب ہے اس واسطے کہ شیطان بہت دور بھاگ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اور تکبیر کے درمیان میں فاصلہ کرنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں اول وقت کی فضیلت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اول تکبیر کا اول وقت کے ساتھ متصل ہو جائے اور مراد تثویب سے اس حدیث میں اقامت ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو چیز اس کو یاد نہیں ہوتی شیطان نماز میں اس کو یاد کرا دیتا ہے تو اس سے ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ مراد ہر کام ہے دنیا کا کام ہو خواہ دین کا کام ہو جیسے علم وغیرہ اور خواہ پہلے وہ کام کیا ہو یا نہ کیا ہو ہر قسم کا کام اس کو نماز میں یاد کرا دیتا ہے چنانچہ ذکر ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے ایک جگہ کچھ خزانہ دفن کیا تھا لیکن اب وہ مکان مجھے معلوم نہیں رہا تو امام صاحب نے فرمایا کہ تو نماز پڑھ اور اس بات کی بہت کوشش کر کہ دنیا کے کام کا خیال دل میں نہ آئے سو اس نے نماز پڑھی تو اس کو نماز میں وہ جگہ خزانہ دفن کرنے کی معلوم ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کہنے کا بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے بخلاف نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ کے کہ

اس سے نہیں بھاگتا اور بعض نے کہا کہ اذان کے کہنے میں کوئی ریا وغیرہ نہیں پایا جاتا بخلاف نماز کے کہ اس میں وسوسہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اذان کہنے سے شیطان کا مقصود باطل ہو جاتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ جماعت سے روکے اور اس کو نماز کا وقت قضا کرا دے یا اول وقت کی فضیلت سے باز رکھے اور یہ سب وسوسے اس کے اذان سے باطل ہو جاتے ہیں اس لیے بھاگتا ہے سو معلوم ہوا کہ اذان کہنے کی فضیلت بڑی ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَذِّنْ أَذَانًا سَمْحًا وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اذان کو بلند آواز سے کہنے کا بیان اور عمر بن عبدالعزیز نے مؤذن کو کہا کہ صاف اور سیدھی آواز سے اذان دیا کر یعنی اس میں نغمہ اور سرور نہ کیا کرے جیسے گانے والے اپنی آواز کو راگ سے بہت لمبا کرتے ہیں ورنہ ہم سے کنارے ہو جا یعنی اذان دینا چھوڑ دے تو اس منصب کے لائق نہیں ہے۔

فائدہ: عمر بن عبدالعزیز مدینے پر حاکم تھا سو مؤذن نے اذان کہی اور اس میں راگ کے ساتھ آواز نکالی تب عمر نے اس کو منع کیا غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس اثر سے یہ ہے کہ اذان بلند آواز سے اسی وقت مستحب ہے جب کہ اس میں راگ اور سرور نہ ہو اور عمر بن عبدالعزیز نے اس کو صرف راگ کرنے سے منع کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٥٧٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ إِنِّيْ أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ

۵۷۴۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ تو جنگل اور بکریوں کو بہت دوست رکھتا ہے یعنی تو اکثر جنگل میں ہی رہتا ہے اور بکریوں کو چرایا کرتا ہے سو جب تو جنگل میں رہا کرے اور نماز کے لیے اذان کہے تو اذان کو بلند آواز سے کہا کر اس لیے کہ جہاں تک کہ مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک جو جن اور آدمی اور کوئی چیز اس کو سنے گا وہ اذان دینے والے کے واسطے قیامت میں گواہی دے گا اور پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

فائدہ: یعنی جن اور آدمی اور حیوان اور درخت اور پہاڑ اور فرشتے اور زمین وغیرہ جو اس کی آواز کو سنے گا قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دے گا اور اس بات کی کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کرتا تھا پس معلوم ہوا کہ اذان کو بلند آواز سے کہنے کا بڑا ثواب ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ شہادت دینا درخت اور پہاڑوں وغیرہ کا حقیقت پر محمول ہے یعنی وہ چیزیں قیامت میں کلام کریں گی جیسے کہ آدمی کلام کرتا ہے اور یہ بات ممکن ہے جیسے کہ حدیث آگ میں گزر چکا ہے کہ اس نے اللہ کے نزدیک شکوہ کیا اور آگے آئے گا کہ ایک گائے نے حضرت ﷺ سے کلام کی اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک پتھر آپ ﷺ کو سلام کہا کرتا تھا ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت اُن کی حقیقی کلام سے ہو اور اللہ تعالیٰ ان میں حیاتی پیدا کر دے پس اس بات کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے انکار کرنا محض عقل اور ہوائے نفس کی پیروی ہے ۔

فلسفی منکر شواد فکرِ وظن — گو سر خود را رین دیوار زن

فلسفی کو یذ معقولات دون بد عقل — از دہلیز مے ماند برون

نطق آبِ ونطق خاک ونطق گل — ہست محویں حواس اہل دل

اور حکمت اس گواہی میں یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب اور گواہی اور دعویٰ اور سوال جواب سب دنیا کے طریق پر ہوگا پس اس گواہی سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ گواہی اس واسطے ہے کہ اس کی بزرگی اور تعظیم سب لوگوں پر ظاہر ہو جائے جیسے کہ گواہی سے بعض لوگوں کی خلقت میں رسوائی ہوگی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صرف اکیلا ہی آدمی ہو دوسرا جماعت والا کوئی نہ ہو تو اس کے واسطے بھی اذان کہنی مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل اور بکریوں کو دوست رکھنا خاص کر فتنے کے وقت سلف صالح کے عملوں سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگل میں گھر بنا کر رہنا اور اس کے ساتھ ملاپ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کچھ علم ہو اور ظلم سے امن ہو۔

بَابُ مَا یُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَآءِ.

اذان کا دینا خون گرنے سے منع کرتا ہے یعنی جس جگہ اذان ملے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا منع ہے اس واسطے کہ اذان اسلام کا شعار ہے یہاں تک کہ علماء کہتے ہیں کہ اگر کسی شہر کے سب لوگ متفق ہو کر اذان کو ترک کر دیں تو حاکم مسلمان کو جائز ہے کہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے ان کو قتل کر ڈالے۔

۵۷۵ ۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۷۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ ہمارے

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ﴿إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾.

ساتھ جہاد میں جاتے یعنی کافروں سے لڑنے کو تو نہ لڑائی کرتے یہاں تک کہ صبح کرتے اور انتظار کرتے یعنی رات کو ان کے قریب آ کر ٹھہرے رہتے اور صبح کو انتظار کرتے کہ یہاں اذان ملتی ہے یا نہیں سو اگر حضرت ﷺ وہاں سے اذان سن لیتے تو ان کی لڑائی سے باز رہتے اور لشکر کو روک دیتے اس لیے کہ اذان سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں کافر نہیں اور اگر وہاں سے اذان نہ سنتے تو اُن پر لوٹ کرتے یعنی دھاوا کر کے اُن پر جا پڑتے اور اُن کو جا کر لوٹ لیتے انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو ہم قلعہ خیبر (کہ اس میں یہودی رہتے تھے اور حضرت ﷺ سے بہت دشمنی رکھتے تھے) کی طرف نکلے اور چلے سو ہم رات کو ان کے نزدیک جا پہنچے سو جب صبح کے وقت حضرت نے اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہوا اور بیشک میرا پاؤں حضرت ﷺ کے پاؤں سے چھوتا تھا یعنی ہم حضرت ﷺ کے بہت قریب قریب جا رہے تھے سو خیبر کے لوگ کدال اور زنبیلیں لے کر ہماری طرف نکلے یعنی ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ مسلمان آ پہنچے ہیں بلکہ وہ بے فکر تھے اور حسب عادت روز مرہ کے اپنی کدال اور زنبیلیں لے کر اپنے کاروبار کو چلے تھے سو جب انہوں نے حضرت ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے قسم اللہ کی محمد اور اس کا لشکر آ پہنچا سو جب حضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے خیبر کا قلعہ خراب ہوا یعنی فتح ہو گیا اور آپ نے یہ آیت پڑھی کہ تحقیق جب ہم کسی قوم کے ڈانڈے پر اتریں تو بری ہو جاتی ہے صبح ڈرائے گئے لوگوں کی۔

فائدہ: یہ حدیث دوسرے پارہ میں بھی گزر چکی ہے اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خیبر کا قلعہ خراب ہوا تو یہ آپ کا فرمانا یا تو وحی کے ذریعہ سے تھا کہ آپ کو وحی نے خبر دی تھی کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے گا یا بطریق فال کے آپ نے فرمایا کہ جب ان لوگوں کو کدال لیے ہوئے دیکھا تو اس سے اپنی فال ماری کہ اب قلعہ فتح ہو جائے گا اس لیے کہ

کدال مکان کے ڈھا دینے کا ہتھیار ہے اور یہ آیت بھی آپ نے بطریق فال کے پڑھی اور یہ حدیث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ میں اذان ملے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا منع ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان اسلام کی ایک بڑی بھاری نشانی ہے اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور اگر کسی شہر کے لوگ اس کو چھوڑ دیں تو حاکم وقت کو جائز ہے کہ ان سے لڑے اور یہی بات ٹھیک ہے مذہب میں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيْ.

جب کوئی اذان سنے تو اس کے جواب میں کیا کہے۔

۵۷٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

۵۷٦ ـ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنا کرو تو کہا کرو جیسے مؤذن کہتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سامع اذان کے سب کلموں میں متابعت کرے اس لیے کہ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے سب کلموں میں متابعت کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح میں متابعت نہ کرے بلکہ اس کے بدلے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے مگر ظاہر اس کی اس کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کلموں میں مؤذن کی متابعت نہ کرے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور یہ حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی عام ہے اور حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو آگے آتی ہے خاص ہے اور خاص مقدم ہوتا ہے عام پر یعنی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح کے بدلے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے جیسے کہ آئندہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں طرح جائز ہے کبھی حیعلہ کہے اور کبھی حوقلہ کہہ لے اور بعض نے کہا کہ دونوں کو جمع کر لے اور بعض لوگ کچھ اور بھی کہتے ہیں لیکن صحیح وہی بات ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو مؤذن کہے ویسے کہا کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا اُس شخص پر ہے جو اس کو سنے اور جو اس کو نہ سنے بوجہ دوری کے یا بہرہ ہونے کے تو اس پر جواب اذان کا دینا ضروری نہیں ہے کذا قال النووی اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں سو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں مستحب ہے اور حنفیہ اور اہل ظاہر وغیرہ کے نزدیک واجب ہے پس جب کوئی اذان کہے تو سننے والے کو چاہیے کہ چپ رہے اور سنے بات چیت نہ کرے اور جواب دینے کا یہ طریقہ ہے کہ جب مؤذن کوئی کلمہ کہے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ وہ کلمہ کہے اور جب مؤذن کلمہ کہے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ

دوسرا کلمہ کہے اسی طرح ہر ہر کلمے کے ساتھ ہر ہر کلمہ کہتا جائے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی جو صحیح مسلم میں آئی ہے صریح ہے اس معنی سے کہ ہر کلمے کے ساتھ ہر کلمہ کہتا جائے یہ نہ کرے کہ جب مؤذن کل اذان کہہ چکے تو اس وقت اس کے جواب میں کل اذان یکبارگی کہے اور اگر اذان کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ سب اذان ہو چکی تو اس کا تدارک یہی ہے کہ اس کے بعد تمام اذان کہے بشرطیکہ دیر نہ ہوگئی ہو اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ سننے والا بھی مؤذن کی طرح بلند آواز سے کہے بلکہ آہستہ آواز سے کہے اور اگر کوئی نماز میں اذان سنے تو اس کو جواب نہ دے جب نماز سے فارغ ہو تو جواب دے اس طرح اگر جماع میں ہو یا پاخانہ میں ہو تو جب بھی اذان کا جواب نہ دے بعد فراغت کے جواب دے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت میں بھی مؤذن کا جواب دیا جائے مگر لفظ قد قامت الصلوۃ کے بدلے اقامھا اللہ و ادامھا کہے۔

٥٧٧ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهٗ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

٥٧٧۔ عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ ایک دن اس نے معاویہ کو سنا کہ مؤذن کی طرح کہتا جاتا تھا اس کلمہ تک واشھد ان محمدا رسول اللہ۔

فائدہ: شاید بعد کو اس کے پاس نہیں رہا ہوگا اس واسطے باقی اذان نہ سنی ہوگی۔

٥٧٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهٗ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهٗ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

٥٧٨۔ یحییٰ سے روایت ہے کہ میرے بعض دوستوں نے مجھ کو حدیث سنائی کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو معاویہ نے اس کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا پھر معاویہ نے کہا کہ میں نے تمہارے نبی سے ایسا ہی سنا ہے ایسا ہی فرماتے تھے۔

فائدہ: اور حی علی الفلاح کو ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ یہ حدیث مختصر ہے لیکن نسائی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں یہ حدیث معاویہ کی مفصل طور سے مذکور ہے اس میں تمام اذان کا جواب موجود ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سامع مؤذن کی متابعت کرے وفیہ المطابقۃ۔

بَابُ الدُّعَآءِ عِنْدَ النِّدَآءِ.

اذان کے بعد دعا مانگنے کا بیان۔

٥٧٩ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا

٥٧٩۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

کہ جو شخص جب اذان سنے تو یہ دعا اللھم سے وعدتہ تک پڑھے تو اس کو قیامت میں میری شفاعت پہنچے گی یعنی حضرت ﷺ اس کو بخشائیں گے اور اس دعا کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ! اس پوری پکار اور سدا رہنے والی نماز کے صاحب دے محمد ﷺ کو وسیلہ اور بڑائی پہنچا اس کو سرائے مکان پر جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے۔

فائدہ: اور پوری پکار اس واسطے ہے کہ ثواب کی تاثیر میں پوری ہے اور سدا رہنے والی سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک اس کا حکم موقوف نہ ہو گا قیامت تک فرض ہے اور وسیلہ سے مراد ایک بہت عمدہ مکان بہشت میں ہے کہ وہ خاص حضرت ﷺ کے واسطے ہے اور مقام محمود سے مراد شفاعت کا رتبہ ہے جب قیامت کی مصیبتوں میں لوگ گرفتار ہوں گے اور سب پیغمبر جواب دیں گے کسی کی شفاعت نہ کر سکیں گے تو اس وقت ہمارے حضرت ﷺ دیر تک اللہ کے سامنے سجدے میں جائیں گے پھر لوگوں کو بخشوائیں گے اس کا نام مقام محمود ہے اور شفاعت کبریٰ بھی اسی کا نام ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد پوری پکار سے وہ کلمے اذان کے ہیں جن میں توحید ہے اور شرک کی نفی ہے یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور سدا رہنے والی نماز سے مراد وہ کلمے ہیں جن میں نماز کا ذکر ہے یعنی حیعلہ سو اس دعا میں ہذا کا اشارہ اس اذان کی طرف ہے اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر مؤذن کے جواب میں صرف یہی دعا پڑھ لے تو جب بھی کافی ہے اس کی طرح سب اذان کہنی ضروری نہیں ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ یہ دعا بعد اذان کے کہے اور جواب اس کا ساتھ ساتھ دیتا جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد اس دعا کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ.

اذان دینے میں قرعہ ڈالنے کا بیان یعنی اگر کئی آدمی اذان دینے والے ہوں ہر ایک یہ کہے کہ میں ہی اذان دوں اور آپس میں جھگڑا کریں تو ایسی حالت میں قرعہ ڈالنا جائز ہے جس کے نام قرعہ نکلے وہی اذان دے۔

وَيُذْكَرُ أَنَّ أَقْوَامًا اخْتَلَفُوْا فِي الْأَذَانِ • فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

یعنی روایت ہے کہ کئی آدمیوں نے اذان میں جھگڑا کیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

فائدہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یہ ذکر ہے کہ ان کے زمانے میں جب قادسیہ فتح ہوا تو اس وقت وہاں کا مؤذن

شہید ہوگیا تب بہت لوگوں نے چاہا کہ یہ عہدہ اور عمدہ منصب ہم کو ملے تب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا ایک کا نام نکل آیا سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو مؤذن کیا اور سعد رضی اللہ عنہ لشکر کے سردار تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے۔

٥٨٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

٥٨٠۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ جانیں جتنا ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہے پھر جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائیں سوائے قرعہ ڈالنے کے تو البتہ قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ کیا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہونے کی نہایت جلدی کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور فجر کی جماعت کا تو آئیں گھسٹتے یعنی اگر پاؤں پر نہ آسکیں تو گھسٹتے آئیں۔

فائدہ: یعنی اگر اذان اور اول صف کا ثواب معلوم ہو جائے تو لوگوں میں جھگڑا پڑے ہر ایک یہی چاہے کہ میں ہی اذان دوں اور میں ہی صف اول میں داخل ہوں پھر یہ جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائیں سوائے قرعہ ڈالنے کے یعنی معرفت وقت کی برابر سب کو ہو اور آواز بھی سب کا عمدہ ہو اور فضیلت میں بھی سب برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں جس کے نام قرعہ نکلے وہی اذان کہے پس معلوم ہوا کہ اذان میں قرعہ ڈالنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ. اذان کے درمیان کلام کرنے کا بیان۔

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ اور عروہ اور عطا اور حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی بلا کراہت جائز ہے اور نخعی اور ابن سیرین اور اوزاعی کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور امام ثوری کہتے ہیں کہ منع ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کہتے ہیں کہ اذان میں کلام کرنی لائق نہیں لیکن اگر کر لے تو اذان ٹوٹتی نہیں اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا لیکن فاحش کلام کرنی کہ اس کو اذان ہونے سے نکال دے بالاتفاق منع ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ جیسے کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ویسے ہی اذان میں کلام کرنے سے اذان نہیں ٹوٹتی ہے اگر اذان میں اتفاقاً کلام ہو جائے تو اس کا دوہرانا ضروری نہیں۔

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِيْ أَذَانِهٖ. یعنی سلیمان بن صرد نے اپنی اذان میں کلام کی۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ سلیمان نے اذان کہی اور اذان کے درمیان اپنے غلام سے کچھ کلام کی پس معلوم ہوا کہ اذان کے درمیان کلام کرنی جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَّضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

یعنی حسن بصری نے کہا کہ نہیں ہے کوئی خوف اس میں کہ ہنس پڑے مؤذن اور حالانکہ وہ اذان کہتا ہے یا تکبیر کہتا ہے۔

فائدہ: غرض اس قول سے یہ ہے کہ جب کوئی آواز سے ہنستا ہو تو اس سے کبھی حرف ظاہر ہو جاتا ہے پس اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور جب وہ اذان میں ہنس پڑے تو معلوم ہوا کہ اذان میں کلام کرنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

۵۸۱ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَعَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ يَوْمٍ رَدْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُّنَادِيَ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ.

۵۸۱۔عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایک دن سخت بارش میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم کو خطبہ سنایا سو جب مؤذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو حکم دیا کہ اس کلمے کو پکارے اَلصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ یعنی اذان میں حی علی الصلوۃ کے بدلے الصَّلوۃ فی الرِّحال کہو یعنی اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو سو بعض نے بعض کی طرف نظر کی یعنی لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کو اس شخص نے کہا ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیا اور ایسے وقت گھروں میں نماز پڑھنی واجب ہے۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واجب کس چیز کو کہا بعض شارحین کہتے ہیں کہ مینہ کے دن گھر میں نماز پڑھنے کو واجب کہا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبے کو واجب کہا اس لیے کہ یہ خطبہ جمعہ کا تھا اور وہ مینہ کا دن جمعہ کا روز تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ خطبہ جمعہ کا ہوتا تو پھر اس کے درمیان اذان دینے کا کون موقع تھا جمعہ کے دن تو اذان خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے اور اگر خطبہ سے پہلے یہ کہا تھا تو پھر کس چیز کو واجب کہا خطبہ تو ابھی شروع نہیں ہوا تھا ہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ مافی الضمیر کو باعتبار مایؤول الیہ کے واجب کہا ہو یعنی یہ خطبہ جو میں شروع کرنے لگا ہوں واجب ہے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ ایک روایت میں صریح

جمعہ کا ذکر آ چکا ہے بنا بر اس کے کہا جائے گا کہ خطبہ پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ خطبہ کا ارادہ کیا تھا اور مطابقت اس حدیث کی جمعہ سے اس طور پر ہے کہ جب ضرورت کے واسطے اتنا لفظ اذان میں زیادہ کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے واسطے اس کے درمیان کلام کرنی بھی جائز ہو گی لیکن اگر ترجمہ باب میں کلام سے عام کلام مراد رکھی جائے یعنی خواہ مؤذن کی کلام ہو خواہ سامع کی کلام ہو تو ممکن ہے پس اندریں صورت قول سلیمان اور حسن بصری کا اس پر دلیل ہو گا کہ مؤذن کو اذان میں کلام کرنی جائز ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس پر دلیل ہو گی کہ سامع کو اذان کے اندر کلام کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب حنفیہ کا لیکن وہ ترک اولیٰ کہتے ہیں اور شافعیہ کہتے ہیں کہ بہت دراز کلام جائز نہیں اگر تھوڑی کلام فاحش سے خالی ہو تو جائز ہے۔

بَابُ أَذَانِ الْأَعْمٰى إِذَا كَانَ لَهٗ مَنْ يُّخْبِرُهٗ.

اندھے آدمی کو اذان کہنی جائز ہے جب کہ کوئی اس کو وقت بتلانے والا ہو۔

فائدہ: مذہب حنفیہ وغیرہ کا یہی ہے کہ اندھے کی اذان بلا کراہت جائز ہے جب کہ کوئی اس کو وقت بتلانے والا ہو اور ایسا ہی لکھا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں۔

۵۸۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمٰى لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

۵۸۲۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے اور وہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھا مرد تھا جب تک لوگ نہ کہتے کہ فجر کی تو نے فجر کی تو نے اذان نہ کہتا تھا۔

فائدہ: مراد فجر کی تو نے سے یہ ہے کہ اب صبح صادق ہونے کے قریب ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان صبح صادق سے پہلے واقع ہو اس لیے کہ احتمال ہے کہ لوگ اس کو رات کے آخر جزء میں یہ بات کہا کرتے تھے اور اس کی اذان صبح صادق کے اول جزء میں واقع ہوتی تھی اور یہ بات اگرچہ عادت سے بعید ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے یہ بات بعید نہیں اس لیے کہ اُس کو فرشتوں کی تائید تھی پس اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نیز ایک حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وقت کی تلاش کرتا رہتا تھا پس اس سے کبھی خطا نہیں کرتا تھا پس اگر کوئی اس پر یہ اعتراض کرے کہ اس کی اذان کو کھانے پینے کی حرمت کی نہایت قرار دی گئی ہے سو اگر وہ صبح صادق کے بعد اذان دیا کرتا تھا تو اس سے لازم آئے گا کہ کھانا بعد طلوع صبح صادق کے ہو حالانکہ یہ بات بالاجماع لباطل

ہے تو اس کا جواب یہ ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ اس کی اذان صبح کے اول جزء میں واقع ہوتی تھی اور لوگ اس کو رات کے آخر جزء میں اطلاع کرتے تھے پس اس حدیث کو آئندہ باب میں لانے سے کچھ خرابی لازم نہیں آتی ہے غرض کہ اس سے معلوم ہوا کہ اندھے کو اذان کہنی جائز ہے وفیہ المطابقۃ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اندھے کو کوئی وقت کی خبر دینے والا نہ ہو تو اس کو اذان دینی مکروہ ہے اس لیے کہ وقت پہچاننا مشاہدہ پر موقوف ہے اور جب کہ اندھے کو نظر نہ آئے اور کوئی وقت بتلانے والا بھی نہیں تو ضرور کراہت ہوگی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل طلوع صبح صادق کے اذان دینی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے جائز ہیں اور ایک دسرے کے بعد اذان دینی مستحب ہے اور دو سے زیادہ مؤذن رکھنے حدیث سے ثابت نہیں ہوتے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حاجت ہو تو چار مؤذن رکھنے بھی جائز ہیں چار سے زیادہ جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھے کی گواہی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھے کو آنکھ والے کی تقلید کرنی وقت میں جائز ہے اور یہ کہ خبر واحد کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے اور یہ کہ مابعد الفجر کو دن کا حکم ہے اور یہ کہ اگر فجر کے طلوع ہونے میں شک ہو تو کھانا جائز ہے اور یہ کہ صرف سماع سے روایت کرنی جائز ہے اگرچہ راوی کو آنکھ سے نہ دیکھے اور یہ کہ کسی آدمی کو ماں کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ. بعد طلوع صبح صادق کے اذان دینے کا بیان۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی ان دونوں بابوں سے یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کا فجر سے پہلے اذان کہنا اور وجہ سے تھا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا بعد فجر کے اذان دینا اور وجہ سے تھا اور ان دونوں اذانوں کے سبب مختلف تھے۔

٥٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ.

۵۸۳۔ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان کہتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت ہلکی نماز پڑھتے پہلے اقامت کہنے سے۔

فائدہ: یعنی نماز فرض کے لیے اقامت کہنے سے پہلے دو رکعت ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے اور ہلکی سے مراد یہ ہے کہ اس میں قرأت تھوڑی پڑھتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہیے اس لیے کہ واو لفظ بدء میں واسطے حال ہے پس اذان اس کی بعد طلوع فجر کے ہوگی۔

٥٨٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

۵۸۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی

عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں باب کا مسئلہ صریح موجود نہیں ہے اس لیے کہ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان آپ کا دو رکعت نماز پڑھنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اذان بعد فجر کے ہو لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ چکا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی تو مؤذن اذان کہتا تھا پس معلوم ہوا کہ اذان صبح صادق کے بعد دینی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے۔

٥٨٥ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

٥٨٥۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے۔

فائدہ: اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اس طور پر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے تب تک کھایا پیا کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ بعد طلوع صبح صادق کے اذان دیا کرتا تھا اس لیے کہ اگر طلوع صبح صادق سے اس کی اذان پہلے ہوتی تو دونوں کی اذانوں میں کچھ فرق نہ تھا اور باقی تقریر اس کی پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ.

طلوع صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان یعنی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو فجر کی اذان سے بھی کافی ہو جاتی ہے یا نہیں۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے نزدیک طلوع صبح صادق سے پہلے اذان کہنی جائز ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری وغیرہ کے نزدیک طلوع صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز نہیں ہے اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے اذان ہو چکی ہو تو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک یہ اذان فجر کی اذان کے بدلے کافی ہو جاتی ہے بعد صبح کے دوسری اذان دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ اذان فجر کی اذان کے واسطے کافی نہیں ہے اور اس باب میں بخاری نے تین

حدیثیں بیان کی ہیں پہلی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی ہو جاتی ہے اور دوسری دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اذان کافی نہیں ہوتی لیکن قوی یہی بات ہے کہ کافی ہو جاتی ہے اور جن حدیثوں میں دوسری اذان دینے کا ذکر آیا ہے وہ محمول ہیں جواز پر یعنی کوئی لازم واجب نہیں دوسری اذان دے تو جائز ہے اور بعض حنفیوں نے کہا ہے کہ مراد پہلی اذان سے اذان نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہی لوگوں کو سحری کھانے کے واسطے جگایا کرتا تھا اس میں اذان کے لفظ نہیں تھے لیکن شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہم قطعاً باطل اور مردود ہے اس لیے کہ تمام طریقوں میں اذان ہی کا لفظ واقع ہوا ہے سو اس کو شرعی معنی پر حمل کرنا مقدم ہے اور نیز اگر یہ صرف آدمیوں کو جگانے کے واسطے ہو تو پھر یہ حدیث کہ نہ روکے کسی کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری کھانے سے بالکل لغو ہو جائے گی اس کا کوئی معنی نہیں بن سکے گا اور نیز یہ حدیث کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے تم کھایا پیا کرو بھی لغو ہو جائے گی اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث بخاری کی محمول ہے زجر پر یا یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اذان کا اعتبار نہیں کرتے تھے سو جواب اس کا یہ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (وہ رات کو اذان دیتا ہے تا کہ تہجد پڑھنے والے گھر کو پلٹ آئیں) صریح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں اور نیز اگر جائز نہ ہوتی تو آپ اس کو منع فرما دیتے پس آپ کی تقریر سے ثابت ہے۔

٥٨٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهٖ فَإِنَّهٗ يُؤَذِّنُ أَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَآئِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَآئِمَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا إِلٰى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلٰى أَسْفَلَ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ.

٥٨٦۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ روکے کسی کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس کے سحری کھانے سے اس واسطے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتا ہے یا راوی نے کہا منادی کرتا ہے رات سے تا کہ تم میں سے جو نماز تہجد پڑھتا ہو وہ آرام کرلے اور جو سوتا ہو وہ نماز اور سحری کھانے کے واسطے جاگے اور صبح صادق وہ نہیں جو اس طرح ہو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے اشارہ کیا یعنی اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اونچا کر کے دکھلایا پھر ان کو نیچے کی طرف لائے یعنی جو لمبی اونچی روشنی اول ہوتی ہے اس کا نام صبح صادق نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اس طرح نہ اشارہ کرے اور زہیر (راوی) نے ہکذا کی تفسیر یوں کی کہ اپنے کلمے دونوں انگلیوں کو ملا کر پھیلایا داہنے اور بائیں یعنی صبح صادق وہ ہے جس کی روشنی چوڑی ہو۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ صبح دو قسم ہے ایک صبح کاذب ہے جس کی لمبی روشنی ہوتی ہے اس وقت تک روزہ دار کو کھانا پینا حرام نہیں اور فجر کی نماز اس وقت درست نہیں دوسری صبح صادق ہے جس کی روشی چوڑی چکلی ہوتی ہے اس

وقت روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۵۸۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

۵۸۷۔ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتا ہے سو تم کھایا پیا کرو جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اذان دینی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے اور طحاوی نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ فجر سے پہلے اذان دینی جائز نہیں اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی اذان قریب قریب ہوتی تھی سو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دونوں فجر کی اذان کے واسطے کھڑے ہوتے تھے سو بلال رضی اللہ عنہ تو وقت کو خطا کرتے تھے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اصل وقت پالیتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مؤذن کیوں مقرر کرتے اور اس کے قول پر اعتبار کیوں کرتے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ واقعہ اُن سے کبھی نادر ظاہر ہوتا نہ ہمیشہ حالانکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دلالت کرتی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ کی یہی عادت تھی اور نیز آنکھ والے کا اصل وقت کو نہ پانا اور اندھے کا اصل وقت کو پالینا عجیب بات ہے حالانکہ دونوں آدمی فجر کی تلاش کرتے تھے۔

بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ.

یعنی اذان اور اقامت کے درمیان کتنی دیر کرنی جائز ہے یا ان کے درمیان کتنی نمازیں پڑھنی جائز ہیں۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اشارہ کرنا ہے طرف اس حدیث کی جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنی دیر کر کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور پانی پینے والا پینے سے اور بول و براز والا بول و براز سے اور بعض نے کہا کہ اس دیر کی کوئی حد نہیں جب نمازی جمع ہو

جائیں اس وقت نماز پڑھی جائے بشرطیکہ وقت نماز کا قضا نہ ہو جائے اور اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنے بالاتفاق جائز ہیں لیکن مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے جیسے کہ آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۵۸۸ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَآءَ.

۵۸۸۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا کہ جو چاہے سو پڑھے یعنی واجب نہیں۔

فائدہ: اگر مراد دونوں اذانوں سے دو اذانیں رکھی جائیں تو جب بھی صحیح ہے اس لیے کہ اب معنی یہ ہوگا کہ درمیان دو اذانوں کے نماز ہے یعنی سوائے فرضی نماز کے نفل بھی ہیں اور مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز جائز ہے۔

۵۸۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

۵۸۹۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن مغرب کی اذان دیا کرتا تھا تو اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد کے کھنبوں کی طرف جلدی سے کھڑے ہو جاتے تھے یعنی نماز کے لیے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لاتے اور اصحاب اسی طرح جلدی میں ہوتے اور دو دو رکعت نماز پڑھتے مغرب سے پہلے یعنی فرض نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے تھے اور اذان اور اقامت کے درمیان کوئی چیز نہ پڑھتے تھے یعنی بہت نفل نہیں پڑھتے تھے بلکہ تھوڑے تھوڑے نفل پڑھتیا اس کا یہ معنی نہیں کہ بالکل کچھ نہیں پڑھتے تھے پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں۔

فائدہ: اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعت نماز مغرب سے پہلے اور دو رکعت مغرب سے پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے ثابت ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے اس عمل کو برقرار رکھا اور اصحاب نے اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمل کیا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جلدی کر کے پڑھ لیا کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ نفل مستحب ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو نہ پڑھنا استحباب کی نفی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس

سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مؤکدہ نفل نہیں ہیں جیسے کہ ظہر کے اول اور بعد کے نفل مؤکدہ ہیں اور مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور اہل حدیث کا بھی یہی ہے کہ یہ نفل مستحب ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نفل جائز نہیں اور بعضوں نے کہا یہ نفل منسوخ ہیں پہلے اسلام میں ان کا حکم تھا پھر جب عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی تو یہ نفل بھی منسوخ ہو گئے سو یہ دعویٰ نسخ کا بالکل غلط ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور شرائط نسخ کی یہاں پائی نہیں جاتی ہیں اور بعض ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نفل کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا اور چاروں خلیفوں سے یہی منقول ہے کہ وہ ان کو نہیں پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو مذکور ہو چکی ہے وہ مثبت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اور جو چاروں خلیفوں سے منقول ہے وہ حدیث منقطع ہے اور بفرض تسلیم اس سے نسخ ثابت نہیں ہوسکتا ہے بلکہ کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ہے اور حالانکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے ان کا ہمیشہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور جن بعض صحابہ سے نہ پڑھنا مروی ہے وہ ثابت نہیں اور بفرض تسلیم احتمال ہے کہ ان کا نہ پڑھنا دنیا کے شغل کی وجہ سے ہو جیسے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمیشہ ان نفلوں کو پڑھا کرتے تھے لیکن اب شغل دنیا کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا ہوں اور بعد صحابہ کے بہت تابعین اور اماموں سے بھی ان کا پڑھنا ثابت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اخیر قول میں ان کا استحباب منقول ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی ان کا پڑھنا مستحب ہے اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے مغرب میں دیر ہو جاتی ہے تو یہ خیال اُن کا فاسد مخالف ہے سنت کے باوجودیکہ وہ بہت تھوڑی دیر میں پڑھے جاتے ہیں ان کے ساتھ نماز اول وقت سے مؤخر نہیں ہوتی ہے مگر سب دلیلوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کو ہلکا پڑھے جیسے فجر کی دو رکعت ہلکی ہوتی ہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دو اذانوں کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی اور جب نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنا اور کھنبوں کی طرف نفلوں کے لیے جلدی کر کے جانا ثابت ہوا باوجود کم ہونے وقت مغرب کے تو اور نمازوں سے پہلے نفل پڑھنا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا اور دو رکعت یا چار رکعت نفل پڑھنے جائز ہوں گے پس معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنی نماز پڑھنی جائز ہے اور ضمناً اس سے اندازہ وقت کا معلوم ہو گیا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ. یعنی اقامت نماز کا انتظار جائز ہے۔

فائدہ: یہ انتظار کرنا خاص امام کے واسطے ہے اور مقتدی کے واسطے مستحب یہی ہے کہ صفِ اول میں آ کر بیٹھے اور جس کا گھر مسجد سے قریب ہو وہ بھی انتظار کر سکتا ہے اور مطلب اس باب کا یہ ہے کہ گھر میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے

کا بھی وہی ثواب ہے جو مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے والے کو ملتا ہے۔

۵۹۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

۵۹۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن فجر کے پہلے اذان سے چپ ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور دو رکعت ہلکی نماز پڑھتے فرض نماز سے پہلے اور طلوع صبح صادق سے بعد پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آ کر آپ کو اقامت کی خبر دیتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ جاتے اور نماز کا انتظار کرتے پس ثابت ہوا کہ گھر میں انتظار کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جیسے کہ مسجد میں انتظار کرنے والے کو ملتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آ کر انتظار کرتے پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ باب سے ظاہر ہو گئی اور بعض حدیثوں میں ہے کہ اذان کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آتے تھے اگر نمازیوں کو بہت دیکھتے تو بیٹھ جاتے ورنہ پلٹ کر گھر میں چلے جاتے سو یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ فجر کے سوا اور نمازوں کا ذکر ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ داہنی کروٹ پر سونا پرہیز گاروں کا کام ہے اور بائیں کروٹ پر سونا حکیموں کا کام ہے اور چت لیٹنا متکبروں کا طریقہ ہے اور منہ پر سونا کافروں کا طریقہ ہے۔

بَابُ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِّمَنْ شَآءَ.

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے سو پڑھے۔

۵۹۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ.

۵۹۱۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے

فائدہ: اس باب اور پہلے باب میں یہ فرق ہے کہ یہ باب لفظ حدیث سے باندھا اور پہلا باب بعض اس مضمون کا ہے جو اس حدیث سے نکلتا ہے لیکن اصل میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ

سفر میں صرف ایک اذان کہنی چاہیے یعنی صبح وغیرہ

وَاحِدٌ.

نمازوں کے واسطے فقط ایک ہی اذان کہی جائے۔

۵۹۲ ۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِي فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

۵۹۲۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی اپنی قوم کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے سو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دن تک ٹھہرے رہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کے ساتھ بہت رحم اور نرمی کرنے والے تھے سو جب آپ نے ہمارا اشتیاق اپنے گھر والوں کی طرف بہت دیکھا تو فرمایا کہ پیچھے پلٹ جاؤ اور اپنے گھر والوں میں ٹھہرے رہو اور اُن کو اسلام کے احکام سکھلاؤ اور نماز پڑھا کرو سو جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دے اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے اس واسطے کہ وہ لوگ ابھی بالفعل سفر میں تھے سو جب سفر میں نماز کا وقت آئے تو اذان دینی ضرور ہوگی اس لیے کہ یہ بات یقینا معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلام کا یہ معنی نہیں کہ جب تک تم اپنے گھروں میں نہ پہنچ جاؤ تب تک راہ میں نہ نماز پڑھو اور نہ اذان کہو بلکہ اگر راہ میں بھی نماز کا وقت آئے تو اذان اور نماز پڑھنی ضروری ہے اور نیز اس حدیث مالک کے بعض طریقوں میں صاف آ گیا ہے کہ جب تم سفر میں نکلو تو نماز کے وقت اذان دیا کرو جیسے کہ آئندہ باب میں یہ حدیث آئے گی تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے لانے سے اشارہ کر دیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں مسئلہ باب کا ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں صرف ایک ہی اذان کہنی چاہیے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف ایک ہی اذان کہنے کا حکم فرمایا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور قید سفر کی اس باب میں زائد ہے اس لیے کہ گھر میں بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایک ہی اذان کہی جائے خواہ سفر میں ہو خواہ گھر میں نماز کے لیے صرف ایک ہی اذان کہنی چاہیے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا ہے اس قول کو جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سفر میں صبح کی نماز میں دو بار اذان کہی جائے۔

فائدہ ثانیہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کئی مؤذن رکھنے جائز ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ سب ایک بار اذان نہ دیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا اذان دے اور اگر مسجد بڑی ہو تو جائز ہے کہ ہر طرف میں ایک ایک مؤذن اذان دے خواہ ایک ہی وقت میں ہوں اسی طرح اگر شہر بڑا ہو اور اس کے کنارے دور دور ہوں تو ہر طرف ایک ایک مؤذن ایک وقت میں اگر اذان دے تو وہ بھی جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب علم اور فضیلت میں سب برابر

ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے اور اذان میں بڑے چھوٹے کا کچھ لحاظ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امامت اذان سے افضل ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

جب مسافر کئی آدمی ہوں تو چاہیے کہ نماز کے وقت اذان بھی کہیں اور اقامت بھی کہیں اور اسی طرح عرفات میں یعنی حج کے دن جب ظہر اور عصر کی نماز جمع کریں تو وہاں بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں اور اسی طرح مزدلفہ میں بھی یعنی حج کی دسویں رات میں جب مغرب اور عشاء کو جمع کریں تو ان کے ساتھ بھی اذان اور اقامت دونوں کہیں۔

اور جس رات میں مینہ ہو یا سردی ہو تو مؤذن اذان میں یہ کلمہ کہے "الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ" یعنی نماز اپنے گھروں میں پڑھو۔

فائدہ: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جماعت کی قید لگائی تو یہ قید بھی اتفاقی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایک ہو تو وہ اذان نہ دے بلکہ اگر صرف ایک ہی آدمی ہو تو وہ بھی اذان کہے جیسے کہ مذہب ہے تین اماموں کا اور ثوری کا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اذان صرف لشکر کے واسطے ہے یا جس جماعت میں کوئی امیر ہو اس کے سوا اور مسافروں کے واسطے صرف اقامت کافی ہے اور بعض کے نزدیک اگر مسافر اذان نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ہے مگر صحیح مذہب وہی ہے جو تین امام کہتے ہیں۔

۵۹۳ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ أَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ

۵۹۳۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سو مؤذن نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے پھر اس نے اذان کا ارادہ کیا سو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان کہنی چاہیے پس اس حدیث سے پہلا مسئلہ باب کا ثابت ہوا یعنی اگر مسافر کئی آدمی ہوں تو اذان کہیں۔

٥٩٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّآءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

۵۹۴۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور وہ سفر کا ارادہ رکھتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دونوں سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو پھر اقامت کہا کرو پھر چاہیے کہ تم دونوں میں بڑا امام ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں اذان اور اقامت کہنی چاہیے پس مطابقت ان حدیثوں کی پہلے جزء باب سے ظاہر ہے اور یہ جو آپ نے ان کو فرمایا کہ اذان دیا کرو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں اذان دیا کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں سے جو چاہے اذان اور اقامت کہے یا چونکہ اذان کا ثواب دونوں کو ملتا ہے اس واسطے دونوں کی طرف اس کو نسبت کیا ہے پس اس حدیث اور پہلے باب کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

٥٩٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَآءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ

۵۹۵۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ہم سب جوان اور قریب العمر تھے سو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دن ٹھہرے رہے سو جب آپ نے یہ معلوم کیا کہ ان کو اپنے گھر والوں سے ملنے کا بہت شوق ہے تو آپ نے ہم سے پیچھے والوں کا حال پوچھا سو ہم نے آپ کو ان کا حال بتلایا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ اور ان میں ٹھہرے رہو اور ان کو دین سکھلاؤ اور نیک بات بتلاؤ اور آپ نے اور بھی کئی حکموں کو بیان کیا جن کو میں یاد رکھتا ہوں یا نہیں یاد رکھتا ہوں (یہ راوی کا شک ہے) اور نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو اور جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم سے

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

کوئی اذان دے اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں اذان کہنی چاہیے پس مطابقت اس حدیث کی اول باب سے ظاہر ہے۔

۵۹۶ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى إِثْرِهٖ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ.

۵۹۶۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک جاڑے کی رات میں اذان کہی مقام ضجنان میں کہ ایک مقام ہے ایک منزل مکہ سے پھر کہا کہ اپنی اپنی جگہ میں نماز پڑھو اور ہم کو خبر دی کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم فرمایا اذان دے پھر بعد اس کے یہ کلمہ کہے "اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ" یعنی خبردار ہو اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور یہ حکم فرمانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاڑے کی رات میں تھا یا مینہ کی رات میں سفر میں۔

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ باب الکلام فی الاذان میں گزر چکا ہے کہ مؤذن کا یہ قول بدلے حی علی الصلوۃ کے تھا اور اس حدیث میں ہے کہ بعد اذان کے تھا سو جواب اس کا یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں امر جائز ہوں جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے یا آخر سے مراد یہ ہو کہ فارغ ہونے سے تھوڑا پہلے یہ کلمہ کہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مینہ کے وقت گھروں میں نماز پڑھنی واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں صرف جائز اور رخصت ہے سو جو شخص فضیلت حاصل کرنی چاہے اور سردی اور مینہ کا رنج اٹھائے تو وہ بیشک بہتر ہے پس اس باب کی حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے انیز اگرچہ یہ سفر کا ذکر ہے لیکن اذان میں یہ لفظ کہنا سفر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر مینہ کے دن گھر میں بھی یہ لفظ اذان میں کہا جائے تو جائز ہے پس اس حدیث سے مطابقت دوسرے مسئلے باب کے ساتھ ظاہر ہوگئی پس معلوم ہوا کہ مینہ اور سردی کے دن جماعت کو ترک کر دینا جائز ہے اور بعض روایتوں میں ہوا کا بھی ذکر آیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک ہوا بھی ترک جماعت کے لیے عذر ہے اور عرفہ اور مزدلفہ کا ان حدیثوں میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کر دیا طرف حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جو صفت حج میں ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کہ اُن دونوں سے عرفہ اور مزدلفہ میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنی معلوم ہوتی ہے۔

۵۹۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ

۵۹۷۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابطح (ایک مکان ہے باہر مکہ سے) میں دیکھا سو بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو نماز کی اطلاع دی پھر بلال رضی اللہ عنہ

قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ فَجَآءَهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ.

برچھا لے کر نکلا یہاں تک کہ اس کو حضرت ﷺ کے سامنے گاڑا اور نماز کی اقامت کہی۔

فائدہ: اس حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ سفر میں اذان کہنی چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابٌ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ.

کیا مؤذن کو داہنے اور بائیں منہ پھیرنا جائز ہے اور بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنے کلمے کی دو انگلیوں کو اپنے کانوں میں کیا یعنی اذان دینے کے وقت تا کہ آواز بلند ہو اور لوگ معلوم کر جائیں کہ اذان کہتا ہے لیکن یہ اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جب کہ آدمی بہت جمع ہوں یا دور ہوں یا کوئی بہرہ ہو تو کانوں میں انگلیاں دینے سے معلوم ہو جائے کہ اذان کہہ رہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی انگلیوں کو کانوں میں نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: پہلے بلال رضی اللہ عنہ کے اثر میں امام بخاری رحمہ اللہ صیغہ تمریض لایا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں صیغہ جزم کا لایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ کی رائے بھی اسی طرف مائل ہے کہ اذان کے وقت انگلیوں کو کان میں نہ کیا جائے اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک مستحب ہے کہ مؤذن اپنی شہادت کی انگلیوں کو اپنے کانوں میں کرے، واللہ اعلم۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینی جائز ہے۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ بے وضو اذان کہنی جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں اور جنابت کی حالت میں سخت کراہت ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا لیکن اگر بے وضو اذان کہے تو جائز ہے ایسے ہی اگر اقامت بے وضو کہے تو وہ بھی جائز ہے لیکن نہایت تک مکروہ ہے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ الْوُضُوْءُ حَقٌّ وَّسُنَّةٌ.

یعنی اور عطاء نے کہا کہ وضو ثابت اور سنت ہے یعنی

اذان میں وضوشرع سے ثابت ہے اس لیے کہ یہ نماز کی ابتدا ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے یعنی خواہ وضو سے ہوتے یا بے وضو ہوتے۔

فائدہ: ظاہر مراد ذکر سے ذکر زبان کا ہے نہ ذکر دل کا جس کی ضد بھول جانا ہے پس مطلب اس کا یہ ہے کہ اذان بھی ذکر میں داخل ہے تو جب اللہ کا ذکر بے وضو کرنا جائز ہے تو اذان بھی بے وضو دینی جائز ہو گی اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت وضو سے نہیں ہوتے تھے۔

۵۹۸ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ رَأٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْأَذَانِ.

۵۹۸۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے دیکھا پس میں بھی اپنے منہ کو اذان میں داہنے اور بائیں کرنے لگا یعنی وہ اذان دیتے تھے اور میں اُن کی طرف دیکھ رہا تھا تو جس طرف وہ منہ کرتے میں بھی اُن کی طرف نظر کرتا تھا تو میرا منہ بھی اسی طرف پھر جاتا تھا یہ کہ میں بھی اذان دے رہا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن اذان دینے میں جب حیعلتین پر پہنچے تو اپنے منہ کو داہنے اور بائیں پھیرے یعنی اول داہنی طرف منہ کر کے دو بار حی علی الصلوۃ کہے اور پھر بائیں طرف منہ کر کے دو بار حی علی الفلاح کہے اور دونوں طرف ایک ایک بار منہ پھیرنا بھی کافی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اول حی علی الصلوۃ ایک بار داہنے طرف کہے پھر حی علی الصلوۃ دوسری بار بائیں طرف کہے اور اسی طرح حی علی الفلاح کو ایک بار داہنے اور ایک بار بائیں طرف کہے لیکن صرف منہ کو داہنے اور بائیں پھیرے اپنے سینہ کو قبلہ سے نہ پھیرے اور پاؤں کو بھی ایک جگہ قائم رکھے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ اذان نماز کا رکن نہیں ہے اور جیسے کہ نماز میں طہارت اور استقبال قبلے کا شرط ہے اس طرح اس میں طہارت وغیرہ شرط نہیں ہے وعلی هذا القیاس اس میں دل کا خشوع بھی مستحب نہیں تا کہ داہنے بائیں منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا اس کے مخالف ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت ان اثروں کی باب سے اور اس کے لیے ادنیٰ مناسبت بھی کافی ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ

یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی یعنی قضا ہوگئی اور ابن سیرین نے یہ کہنا مکروہ رکھا ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور چاہیے کہ کہے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا اور امام

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ.

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ﷺ کا فرمانا صحیح ہے۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے ابن سیرین پر رد کرنا ہے یعنی حضرت ﷺ کی حدیث جو آگے آتی ہے وہ صحیح ہے اور ابن سیرین کا یہ قول صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حدیث آئندہ میں فوت کا لفظ صریح موجود ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

۵۹۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

۵۹۹۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے آدمیوں کے پاؤں کی آواز سنی یعنی دوڑے چلے آتے تھے سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کیا حال ہے تمہارا؟ یعنی تم نے اتنی جلدی کیوں کی انہوں نے کہا کہ ہم نے نماز کے واسطے جلدی کی تھی کہ جماعت مل جائے فرمایا ایسا نہ کیا کرو جب تم نماز کی طرف آؤ تو آرام اور چین سے آؤ یعنی جلدی نہ کرو آہستگی سے چلو پس جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو فوت ہو جائے یعنی چھوٹ جائے اس کو آپ تمام کرلو۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ جماعت کے واسطے جھپٹنا مکروہ ہے اس واسطے کہ جلدی میں دم پھول جاتا ہے نماز چین سے نہیں ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے ہے کہ اس حدیث میں صریح لفظ فوت ہونے نماز کا آ گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کا دل کسی امر نو پیدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

بَابُ لَا يَسْعٰى إِلَى الصَّلَاةِ وَلْيَأْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ وَقَالَ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا قَالَهٗ أَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی جتنی نماز جماعت کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو چھوٹ جائے اس کو آپ تمام کرلو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۶۰۰ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۶۰۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کی تکبیر اور قد قامت الصلوۃ سنو تو چلو جماعت کے واسطے ٹھہرے ہوئے اور آہستگی اور آرام سے اور نہ جلدی

اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَی الصَّلَاةِ وَعَلَیْكُمْ بِالسَّكِیْنَةِ وَالْوَقَارِ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

کروسو جتنی نماز جماعت کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو چھوٹ رہے اس کو آپ تمام کرلو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت سے کچھ بھی نہ ملے اور بالکل خالی رہے تو جب بھی اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا کیونکہ وہ نماز ہی میں ہے اور نیز نہ جلدی کرنے سے بہت قدم حاصل ہوتے ہیں سو جتنے قدم زیادہ ہوں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا اور بعض حدیثوں میں صریح آچکا ہے کہ اگر جماعت کی نماز سے صرف ایک سجدہ ہی مل جائے تو تمام نماز کا ثواب ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس حدیث میں تھوڑی یا بہت نماز کا ذکر نہیں ہے بلکہ جتنی پائے اتنی پڑھے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور اگر کوئی سوال کرے کہ حدیث (مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ) الخ سے جو اوپر گزر چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ رکعت سے کم پانے میں جماعت کا ثواب نہیں ملتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس کے واسطے ہے جس کو کوئی عذر نہ ہو اور جس کو عذر ہو جیسے کہ دور سے چل کر آئے تو اس کو اگرچہ جماعت سے کچھ بھی نہ ملے تب بھی اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے مقتدی کے لیے کہ امام کو جس حالت میں پائے وہیں مل جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نماز کی طرف جلدی نہ کرے اور بعض نے کہا کہ اگر تکبیر کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو جلدی کرنی جائز ہے لیکن یہ قول اُن کا صحیح نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں جلدی کرنے سے صریح ممانعت آچکی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر مقتدی نے مثلاً چار رکعت فرض سے امام کے ساتھ دو رکعت اخیر کی پائی تو ثواب یہ دو رکعت اول نماز کا شمار کیا جائے یا آخر نماز کا حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ نماز کا آخر ہے جیسے کہ امام کی نماز آخر ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ نماز کا اول ہے مگر صحیح قول جمہور کا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَتٰی یَقُوْمُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ.

نماز کی تکبیر ہونے کے وقت جب تک لوگ امام کو نہ دیکھ لیں تب تک جماعت کے واسطے نہ اٹھیں یعنی تکبیر کے وقت بغیر امام آئے جماعت کے لیے کھڑے نہ ہوں۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَیَّ یَحْیَی بْنُ أَبِی كَثِیْرٍ

۶۰۱۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو اٹھا نہ کرو جب تک مجھ کو آتے دیکھ نہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ.

لیا کرو۔

فائدہ: حضرت ﷺ کا گھر مسجد سے ملا تھا سنت آپ گھر میں پڑھتے تھے جب فرض کی تکبیر ہوتی تو تب حضرت ﷺ گھر سے تشریف لاتے تھے لوگ تکبیر کے ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے سو فرمایا کہ بدون میرے آئے نہ اٹھا کرو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جب تکبیر تمام ہو جائے تو لوگ نماز کو اٹھیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت امام اور مقتدی کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوۃ کے وقت نماز شروع کریں اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شروع تکبیر کے وقت کھڑے ہوں اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قد قامت الصلوۃ کے وقت کھڑے ہوں اور بعض کا کچھ اور مذہب ہے اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام نہ آئے تب تک مقتدی نہ اٹھیں اگرچہ تکبیر بھی ہو جائے اور امام مسجد میں ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک جب اقامت سے فارغ ہو تو مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کا قول صحیح ہے اور باقی سب قول بے دلیل ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے آنے سے پہلے بھی اقامت کہنی جائز ہے بشرطیکہ امام سنتا ہو اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حضرت ﷺ گھر سے نہ نکلتے بلال رضی اللہ عنہ تکبیر نہ کہتے تو ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طور سے ہے کہ شاید بلال رضی اللہ عنہ حضرت کی راہ دیکھتا رہتا ہوگا سو جب اول اول حضرت ﷺ گھر سے نکلتے تو آپ کو دیکھ کر تکبر شروع کر دیتا اور اس وقت آپ کو اکثر لوگ نہیں دیکھتے تھے پھر جب حضرت ﷺ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے اور بعض حدیثوں میں ہے کہ حضرت ﷺ کے آنے سے پہلے تمام صفیں برابر ہو جاتی تھیں جیسے کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے سو یہ بھی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض نہیں اس لیے کہ یہ کبھی بیان جواز کے واسطے واقع ہوا ہوگا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنا جائز ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ لَا يَسْعٰى إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ.

نماز کی طرف دوڑ کر نہ جائے یعنی نماز کے واسطے جلدی نہ کرے بلکہ اس کے واسطے آرام اور آہستگی سے چلے۔

فائدہ: یہ دو جملہ اخیر یعنی لا یقوم و لیقم پہلے جملے کی تفسیر ہیں پس اس ترجمہ اور آیت ﴿فاسعوا الی ذکر اللّٰہ﴾ کے درمیان کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ آیت میں سعی کا معنی جلدی کرنے کا ہے اور کاروبار دنیاوی چھوڑ دینے کا اور اس کا ذکر آگے بھی آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

۶۰۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

۶۰۲۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے صرف اتنا زیادہ ہے کہ چلو

عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ.

جماعت کے لیے ٹھہرے ہوئے آہستگی سے۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے لیکن اس کا باب علیحدہ باندھنے سے غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو لفظ لایسعی کا واقع ہوا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ نماز کے واسطے جلدی نہ کرے بلکہ آرام سے چلے تا کہ آیت کے ساتھ تعارض نہ ہو تو گویا کہ مطلب اس کا یسعی کی تفسیر کرنا ہے۔

بَابُ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ.

اذان ہو جانے کے بعد کسی ضرورت کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

٦٠٣ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ.

۶۰۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور حالانکہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی اور صفیں بھی برابر ہو چکی تھیں یہاں تک کہ جب آپ مصلے پر کھڑے ہوئے اور ہم انتظار کر رہے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے ہیں یعنی نماز کی نیت کرتے ہیں تو آپ گھر کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا کہ ٹھہرو! سو ہم اپنے اسی حال پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ گھر سے تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا اور آپ نے غسل کیا تھا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو نہانے کی حاجت تھی اور میں اس کو بھول گیا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلنا درست ہے وفیه المطابقة للترجمة لیکن صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد اذان ہو جانے کے ایک آدمی مسجد سے باہر نکلا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے پیغمبر کی نافرمانی کی سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ حدیث خاص اسی کے حق میں ہے جو اذان کے بعد مسجد سے بلا ضرورت باہر نکل جائے اور جس کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو اس کو اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہے جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس باب سے معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح جس کو ناک سے خون بہہ جائے، وہ بے وضو ہو جائے یا کوئی کسی دوسری مسجد کا امام ہو تو ان لوگوں کو بعد

اذان کے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اور طبرانی کی حدیث میں آ گیا ہے کہ حاجت کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ضرورت کے واسطے دیر کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے کے بعد جو پانی بدن سے ٹپکے وہ پاک ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے میں دیر کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر جنبی مسجد میں بھول سے آ جائے تو گناہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا عبادت میں بھول جانا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا ضرورت کے لیے جائز ہے ایسا قیام منع نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو مسجد کے اندر احتلام ہو جائے اس کو باہر نکلنے کے واسطے تیمم کرنا واجب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور نماز کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اس لیے کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اقامت کو دوہرایا نہیں گیا لیکن یہ ضرورت کے وقت ہے اور مطابقت اس حدیث کے باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتّٰى رَجَعَ انْتَظَرُوْهُ.

جب امام مقتدیوں کو کہے کہ میرے آنے تک ٹھہرو تو ان کو لائق ہے کہ اس کا انتظار کریں۔

٦٠٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَآءً فَصَلّٰى بِهِمْ.

۶۰۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہو گئی اور لوگوں نے صفوں کو برابر کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور آگے بڑھے یعنی مصلے پر کھڑے ہوئے اور حالانکہ آپ کو نہانے کی حاجت تھی پھر فرمایا کہ ٹھہرو سو آپ گھر کی طرف پلٹ گئے اور غسل کیا پھر گھر سے تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام مقتدیوں کو کہے کہ ٹھہرے رہو تو ان کو لائق ہے کہ ٹھہرے رہیں اور اس کا انتظار کریں یعنی ایسا نہ کریں کہ اس کی جگہ دوسرے امام کو کھڑا کر دیں یا جدا جدا ہو جائیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے مگر یہ حکم واجب نہیں جائز یا مستحب ہے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَلَّيْنَا.

یہ کہنا جائز ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

فائدہ: ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں نے نماز نہیں پڑھی سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس سے یہ ہے کہ یہ کراہت جو نخعی سے منقول ہے یہ مطلق نہیں بلکہ یہ کہنا اسی شخص کو مکروہ ہے جو نماز کا انتظار کر رہا ہو اس

لیے کہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز ہی میں ہوتا ہے۔

٦٠٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّآئِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى يَعْنِي الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

٦٠٥۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے سو عرض کی کہ یا حضرت! نہیں نزدیک تھا میں کہ نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا اور یہ عرض کرنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بعد اس وقت کے تھا کہ روزہ دار روزہ کھول لے یعنی مغرب کا وقت ہو گیا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ کی میں نے بھی نماز نہیں پڑھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطحان کی طرف گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا سو آپ نے وضو کیا پھر عصر کی نماز پڑھی سورج ڈوبنے سے پیچھے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کلمہ بولے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی ہے تو ایسا کہنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اسی طرح یہ کہنا بھی جائز ہے کہ ہماری نماز فوت ہوگئی اور اسی طرح اگر کافروں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو یا بھول سے کہہ بیٹھے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ.

نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آئے تو کیا کرے یعنی اس کو اپنی حاجت کا روا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

٦٠٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ

٦٠٦۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہوگئی اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد سے بات چیت کر رہے تھے مسجد کے کنارے میں سو کھڑے ہوئے طرف نماز کی یہاں تک کہ لوگ سو گئے یعنی بہت دیر تک اس سے بات چیت کرتے رہے۔

فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد اگر امام کو کوئی ضروری کام پیش آ جائے تو نماز کے شروع کرنے سے پہلے وہ کام کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو اور بلا حاجت دیر کرنی مکروہ ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیہ پر وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس وقت امام کو تکبیر تحریمہ کہنی واجب ہے اور اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز نہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ قول حنفیہ کا صحیح نہیں ہے بلکہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دیر کرنی جائز ہے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ. جب تکبیر نماز کی ہو جائے تو اس وقت کلام کرنے کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: پہلے باب اور اس باب میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں امام کی حاجت کا ذکر تھا کہ اگر اس کو کوئی حاجت پیش آ جائے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا جائز ہے اور اس باب سے تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو۔

٦٠٧ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ.

٦٠٧۔ حمید سے روایت ہے کہ میں نے ثابت سے پوچھا کہ جو آدمی نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد کلام کرے اس کا کیا حکم ہے سو اس نے مجھ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی وہ یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کی تکبیر ہو گئی سو ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا یعنی اس نے عرض کی کہ مجھ کو آپ سے کچھ حاجت ہے سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روک رکھا بعد تکبیر ہو جانے کے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت ہو جانے کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے کلام کرنی سب کو جائز ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو اس جگہ میں کلام کرنے کو مطلق منع کرتا ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. جماعت کے نماز کے واجب ہونے کا بیان۔

فائدہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض عین ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور

اوزاعی اور عطا اور ثوری اور ایک جماعت محدثین کا جیسے کہ ابو ثور اور اسحاق اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور ابن منذر وغیرہم اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور یہی ہے مذہب جمہور شافعیوں کا اور اسی کے ساتھ قائل ہیں بہت حنفیہ اور مالکیہ لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کسی کو عشاء کی نماز جماعت میں پڑھنے سے ماں منع کرے تو وہ ماں کا حکم نہ مانے۔

فائدہ: اثر سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض عین ہے اس لیے کہ ماں کی اطاعت کرنی واجب ہے اور جبکہ ترک جماعت میں اس کی تابعداری جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ جماعت فرض عین ہے اور ترک کرنا اس کا بڑا گناہ ہے اور یہ ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے۔

۶۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ.

۶۰۸ - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے قابو میں میری جان ہے کہ البتہ میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیوں کو جمع کراؤں پھر حکم کروں نماز کا سو اس کے واسطے اذان دی جائے پھر حکم کروں کسی مرد کو کہ لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھائے پھر جاؤں طرف ان لوگوں کی جو جماعت میں نہیں آتے پھر میں اُن کے گھر جلا دوں اور قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے اگر کوئی جانتا کہ موٹی ہڈی یا دو پائے عمدہ پائے گا تو البتہ نماز عشاء میں حاضر ہوتا یعنی اگر نماز پڑھنے میں دنیا کا اتنا فائدہ بھی ہوتا کہ ہر نماز کے بدلے موٹی ہڈی مل جایا کرتی یا دو پائے مل جاتے تو کوئی آدمی نماز سے غفلت نہ کرتا سب حاضر ہوتے لیکن ثواب آخرت کے واسطے نماز میں کوئی حاضر نہیں ہوتا ہے یعنی دنیا کی خسیس اور بے قدر چیز کو بھی ثواب آخرت سے بہتر جانتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے اس لیے کہ اگر جماعت کی نماز سنت ہوتی تو اس کے تارک کو جلا دینے کا ڈر نہ سنایا جاتا اور اگر فرض کفایہ ہوتی تو صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا جماعت کو قائم کرنا کافی ہوتا اور دوسرے لوگوں کے سر سے جماعت کی پابندی اتر جاتی پس معلوم ہوا کہ جماعت

فرض عین ہے لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں آ گیا ہے کہ جماعت کی نماز میں اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس حصے زیادہ ثواب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے کو بھی کچھ ثواب ملتا ہے گو تھوڑا ہی سہی اور جب ثواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ نماز ہو جاتی ہے ورنہ اس پر ثواب ملنے کا کوئی معنی نہ تھا بلکہ گناہ لازم آتا لیکن اس حدیث کی لوگوں نے بہت تاویلیں کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ جلا دینے کی وعید ممکن ہے کہ فرض کفایہ کے ترک میں وارد ہوئی ہو جیسے کہ فرض کفایہ کے تارک کے ساتھ لڑائی کرنی جائز ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ جلا دینا لڑائی سے خاص ہے اور ان دونوں میں فرق ہے کہ لڑائی اسی وقت جائز ہوتی ہے جب کہ سب لوگ ترک کر دیں بخلاف جلا دینے کے کہ اس میں اسی کا ترک کرنا شرط نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے جماعت میں نہ آنے والوں کی طرف جانے کا قصد کیا پس اگر جماعت فرض عین ہوتی تو اس کے ترک کا قصد نہ کرتے حالانکہ ترک جماعت کا قصد کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ واجب کو ترک کر دینا جائز ہے جب کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور واجب وہاں موجود ہو اور یہاں اس لیے کہ ارادہ جانے کا کیا لوگوں کا نہ آنا بڑا بھاری واجب تھا پس اس کے واسطے جماعت کو ترک کر دینا جائز تھا اور نیز جماعت کا تدارک پھر آ کر بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت ﷺ باقی رہے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھاتے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگر جماعت فرض ہوتی تو جب حضرت ﷺ نے جلا دینے کی وعید فرمائی تو اس وقت یہ بیان فرمانا بھی ضروری تھا کہ جو جماعت میں نہ آئے اس کی جماعت نہیں ہوتی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کا بیان فرمانا کبھی تو صاف ہوتا ہے اور کبھی دلالۃ ہوتا ہے سو جب آپ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اُن کے گھر جلا دوں تو اس نے دلالت کی اس پر کہ جماعت میں حاضر ہونا واجب ہے اور یہی کافی ہے واسطے بیان کے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ حدیث جھڑک اور زجر کے موقع میں وارد ہوئی ہے ظاہر معنی اس کا مراد نہیں بلکہ مراد مبالغہ ہے جیسے کہ مسلمانوں کے حق میں کافروں کے عذاب کی وعید آ چکی ہے حالانکہ وہ عذاب مسلمانوں کو کرنا بالا جماع منع ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ آگ سے جلا دینے کے منسوخ ہونے کے بعد منع وارد ہوا ہے اور پہلے اس سے آگ کے ساتھ جلانا جائز تھا جیسے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو جہاد میں آئے گی اس کا جائز ہونا اور منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے پس اس میں زجر کو اپنے حقیقی معنی پر حمل کرنا محال نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو زجر اور جھڑک کے بعد ان کا جلانا ترک نہ کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے صرف جھڑک دیا تھا کسی کو جماعت کے ترک سے جلایا نہیں پس ان کا جلا دینا واجب تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ نہیں قصد کرتے تھے مگر اسی کام کا جس کا کرنا آپ کو جائز ہوتا اور آپ کا ترک کر دینا سو یہ عدم فرضیت پر دلالت نہیں کرتا ہے احتمال ہے کہ وہ ترک جماعت سے باز آ گئے ہوں اور نصیحت قبول کر لی ہو علاوہ ازیں حضرت ﷺ کا جلا دینے سے باز رہنا اس وجہ سے تھا کہ گھر میں عورتیں اور بال بچے تھے جیسے کہ دوسری حدیث میں

یہ صریح آ چکا ہے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں وہ لوگ نہیں جو جماعت میں نہیں آتے تھے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو بالکل نماز کے تارک تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری حدیث مسلم وغیرہ میں صریح آ چکا ہے کہ وہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ جماعت کا فرض ہونا پہلے اسلام میں تھا اب منسوخ ہو گیا ہے ساتھ اس حدیث کہ کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے اس لیے کہ افضلیت چاہتی ہے کہ اصل فضیلت میں دونوں نمازیں شریک ہوں اور جائز ہونا اس کو لازم ہے سو جواب اس تاویل کا شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کچھ نہیں دیا بلکہ اُس کی تقویت کردی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ اگر اس حدیث کو اس تقریر مذکور سے فرضیت جماعت کا ناسخ ٹھہرایا جائے تو جماعت کا سنت مؤکدہ ہونا بھی بالکل باطل ہو جائے گا بعینہ اسی تقریر سے حالانکہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے اس کے میں کسی کو بھی کلام نہیں اس لیے کہ آپ نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور ترک سنت مؤکدہ سے بھی گناہ ہوتا ہے پس جواز کے مخالف نہ ہوگا ہاں اگر ترک سنت مؤکدہ میں گناہ نہ ہوتو یہ منسوخ ہو سکتی ہے واللہ اعلم لیکن اگر اس حدیث کو صرف تہدید اور مبالغہ پر محمول کیا جائے اور ظاہری معنی اس کے مراد نہ رکھے جائیں واسطے تطبیق کے ان دونوں حدیثوں میں تو دعویٰ نسخ سے بہتر ہے اس لیے کہ جب تک تطبیق ممکن ہو دعویٰ نسخ جائز نہیں ہے بہر حال جماعت کے سنت مؤکدہ ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی لوگوں نے اور بھی کئی تاویلیں کی ہیں مگر سب کا جواب فتح الباری میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور کم علم کے واسطے اتنا ہی کافی ہے اور جماعت عشاء اور فجر کو شاید اس واسطے خاص کیا کہ اور نمازوں میں شغل دنیا کا گمان ہوتا ہے اور اکثر لوگ کاروبار دنیاوی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عذاب کرنے سے پہلے ڈرانا جائز ہے اور یہ کہ مجرموں کو اچانک پکڑ لینا جائز ہے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو اور یہ کہ عذر سے ترک کرنا جماعت کا جائز ہے اگرچہ فرض ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ابو داؤد کی روایت میں آ چکا ہے کہ بلا عذر اور بلا علت جو کوئی جماعت ترک کرے اس کے حق میں یہ وعید ہے اور یہ کہ امام یا اس کے نائب کو جماعت کا ترک کرنا جائز ہے جب کہ لوگوں کو جماعت کے لیے گھروں سے نکالنے جائے اور جمعہ کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں بھی امام کو ایسے عذر کے واسطے ترک جماعت کرنا جائز ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ وَجَآءَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ إِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً.

نماز جماعت کے ثواب کا بیان۔ اور جب اسود رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت فوت ہو جاتی تو جماعت کے واسطے دوسری مسجد میں چلے جاتے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے کہ اس میں نماز ہو چکی تھی سو انہوں نے اذان دی اور تکبیر کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔

فائدہ: ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ جماعت کا بہت بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو اسود تابعی رحمہ اللہ اول وقت کی فضیلت ترک نہ کرتے اور دوسری مسجد میں جماعت کے لیے نہ جاتے بلکہ فوراً نماز پڑھ لیتے اسی طرح اگر جماعت میں ثواب نہ ہوتا تو انس رضی اللہ عنہ دوبارہ اذان نہ دیتے اور جماعت نہ کراتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب جو حدیثوں میں وارد ہوا ہے تو وہ صرف اسی شخص کے واسطے ہے جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے اور جو اپنے گھر میں جماعت کرے اس کو یہ ثواب نہیں ہے پس وجہ مطابقت ان اثروں کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٦٠٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

۶۰۹۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا آدمی کی نماز سے ستائیس حصے افضل ہے۔

٦١٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

۶۱۰۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جماعت کی تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے۔

٦١١ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى

۶۱۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی نماز جماعت سے اس کے گھر اور بازار کی نماز سے بیس اور پانچ درجے زیادہ ہے یعنی پچیس یا ستائیس اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب آدمی نے وضو کیا اور اس کو سنوارا یعنی فرائض اور سنتوں کی رعایت کی اور نہ اسراف کیا اور نہ قصور کیا پھر مسجد میں آیا اس حالت میں کہ سوائے نماز کے اس کے جنبش کا کوئی سبب نہ ہو تو ایسا شخص کوئی ڈگ یعنی قدم نہ چلے گا مگر کہ اللہ اُس قدم کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور

الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

اس کی جہت سے اس کا گناہ دور کرے گا سو جب نماز پڑھے تو ہمیشہ فرشتے اس کو دعا کرتے ہیں اور رحمت بھیجتے ہیں جب تک کہ اس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ چکا ہے فرشتے کہتے ہیں الٰہی! اس کو بخش دے الٰہی! اس پر رحم کر اور ہمیشہ آدمی نماز میں ہے جب تک کہ اس کا انتظار کرتا رہے یعنی جو مدت نماز کے انتظار میں گزرے گی وہ بھی نماز میں شمار ہو گی نماز پڑھنے کے برابر انتظار کا ثواب ملے گا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت کی نماز کا ثواب بڑا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز سے پچیس حصے اس کا ثواب زیادہ ہے اور جماعت کی نماز کے ثواب زیادہ ہونے کے کئی سبب ہیں ایک یہ کہ مؤذن کو جواب دینا جماعت کی نیت سے۔ دوم جماعت میں اول وقت جانا۔ سوم مسجد کی طرف آرام سے چلنا۔ چہارم مسجد میں دعا کرتے داخل ہونا۔ پنجم یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھنی ان سب میں اصل نیت جماعت کی ہوتی ہے۔ ششم جماعت کا انتظار کرنا۔ ہفتم فرشتوں کا اس کے لیے دعا مانگنا۔ ہشتم فرشتوں کا اس کے لیے گواہی دینا۔ نہم اقامت کا جواب دینا۔ دہم اقامت کے وقت شر شیطان سے سلامت رہنا۔ یازدہم امام کی نیت کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا۔ دوازدہم امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ پانا۔ سیزدہم صفوں کا برابر کرنا۔ چہاردہم امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کا جواب دینا۔ پانزدہم بھول جانے سے اکثر بچنا اور جب امام بھول جائے تو اس کو سبحان اللہ سے خبردار کرنا یا اس کی قراءت کا کھول دینا۔ شانزدہم خشوع کا ہونا اور غفلت سے اکثر سلامت رہنا۔ ہفدہم اپنی ہیئت اور صورت کا اچھی طرح رکھنا۔ ہژدہم فرشتوں کا اس کو ڈھانک لینا۔ نوردہم قراءت کا سیکھنا اور ارکان کا یاد رکھنا۔ بستم اسلام کی علامت کا ظاہر کرنا۔ بست ویکم جماعت سے شیطان کا ناک مٹی پر ملنا۔ بست و دوم نفاق سے سلامت رہنا۔ بست وسوم امام پر سلام کا رد کرنا۔ بست وچہارم نفع اٹھانا لوگوں کے جمع ہو کر دعا اور ذکر کرنے سے اور کامل آدمی کی برکت سے ناقص آدمی کی نماز کا کامل ہونا۔ بست وپنجم ہمسائیوں اور یاروں کے درمیان الفت کا قائم رہنا اور نماز کے وقتوں میں ان کی ملاقات حاصل کرنا اور یہ کہ علم آدمی بے علم والے سے نماز کے احکام سیکھے لیکن ان اسباب کا مقتضی یہی ہے کہ جماعت سے پچیس حصے زیادہ ثواب ملنا اسی وقت ہے جب کہ جماعت مسجد میں ہو جیسے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آگے آئے گا اور باقی رہا یہ امر کہ بعض حدیثوں میں ستائیس حصوں کا ذکر ہے اور بعض حدیثوں میں پچیس حصوں کا ذکر ہے تو ان میں تطبیق دینی ضرور ہے سو جاننا چاہیے کہ ان دونوں عددوں میں تطبیق کئی طور سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ کم عدد کے ذکر کرنے سے اکثر عدد کی نفی نہیں نکلتی ہے۔ دوم یہ کہ ستائیس حصے ثواب اس کو ملتا ہے جس کی مسجد دور ہو اور

پچیس حصے اس کو ملتا ہے جس کی مسجد قریب ہو۔ سوم یہ کہ جس کا نماز میں توجہ اور خلوص زیادہ ہو اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جس کا کم ہو اس کو کم ملتا ہے۔ چہارم یہ کہ جو جماعت کا انتظار کرے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو انتظار نہ کرے اس کو کم ملتا ہے۔ پنجم یہ کہ جو کل نماز جماعت کے ساتھ پائے اس کو ستائیس حصے ثواب ملتا ہے اور جو تھوڑی نماز جماعت سے پائے اس کو پچیس حصے ثواب ہے۔ ششم یہ کہ اگر جماعت زیادہ ہو تو ثواب بھی زیادہ ہے اور اگر جماعت کم ہو تو ثواب بھی کم ہے۔ ہفتم یہ کہ نماز فجر اور عشاء میں ثواب زیادہ ہے اور باقی نمازوں میں کم ہے۔ ہشتم یہ کہ ستائیس حصے ثواب اُن نمازوں میں ملتا ہے جن میں قراءت پکار کر پڑھی جاتی ہے اور پچیس حصے ثواب ان میں جن میں قراءت آہستہ پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ اخیر کی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس عدد خاص کو معین کرنے کی کیا حکمت ہے سو اس کی وجہ سوائے نبی کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ عدد جماعت کی نماز کے واسطے معین ہوا ہے اور ادنیٰ درجہ جماعت کا تین آدمی ہیں تو تینوں کو دس دس نیکیاں ملیں جو کل مل کر تیس ہوتی ہیں سو ان میں سے جب اصل تین نکال لے تو باقی ستائیس رہے اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستائیس حصے زیادہ ثواب ملنا اسی کے حق میں خاص ہے جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھے اور جو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے اس کو یہ ثواب نہیں ملتا ہے اور گھر میں جماعت سے نماز پڑھنی بازار کی جماعت سے افضل ہے اور بازار میں جماعت سے نماز پڑھنی تنہا آدمی کی نماز سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز سب عملوں سے افضل ہے اس لیے کہ نماز میں فرشتے نمازیوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور ان کے واسطے دعا کرتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوکار آدمی عام فرشتوں سے افضل ہیں اس لیے کہ نماز کی حالت میں نمازی تو بلند درجوں کے حاصل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور فرشتے اس وقت ان کے واسطے استغفار میں مشغول ہوتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کل جماعتوں کا ثواب برابر ہے خواہ جماعت بہت ہو یا کم ہو اس لیے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق جماعت تنہا کی نماز سے زیادہ ثواب رکھتی ہے پس جماعت کے عموم میں ہر قسم کی جماعت داخل ہو گی گو دو ہی آدمی ہوں سوائے اکیلے کے اور نیز ان ستائیس حصوں کے سوا اور بھی ثواب ملتا ہے اور وہ جماعت کی کثرت اور قلت پر موقوف ہے جتنی جماعت زیادہ ہو اتنا ہی ثواب زیادہ ملتا ہے پس جماعت کا ثواب علیحدہ ہے اور بہت ہونے جماعت کا ثواب علیحدہ ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ اگر اول تھوڑی جماعت میں نماز پڑھی ہو اور پھر بہت آدمیوں کی جماعت مل جائے تو مستحب ہے کہ اس کو دوہرائے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ زیادہ پرہیز گار کے ساتھ دوہرائے ورنہ نہ اور اسی طرح اگر جماعت کسی مبارک مسجد میں مل جائے تو اس میں بھی دوہرائے لیکن مسجد مکہ اور نبوی میں نہ دوہرائے وعلی ہذا القیاس جیسے کہ جماعت کے کم وبیش ہونے کا ثواب کم وبیش ہے ایسے ہی پانچ نمازوں میں بھی فرق ہے بعض نمازوں کی جماعت میں

زیادہ ثواب ہے اور بعض میں کم ہے اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے مطلق مسئلہ فضیلت جماعت کا بیان کیا پھر بعد اس کے خاص مسئلہ فضیلت جماعت فجر کا بیان کیا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ جماعت کا امام اور مقتدی ہے اور بیان اس کا آئندہ آئے گا۔

فائدہ ثانیہ: اس باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت صحت نماز کے واسطے شرط نہیں ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ تنہا آدمی پر دلالت کرتا ہے کہ تنہا آدمی کی نماز بھی صحیح ہے اس لیے کہ صیغہ افعل کا چاہتا ہے کہ اصل فضیلت میں دونوں شریک ہوں پس معلوم ہوا کہ تنہا کی نماز بھی فضیلت سے خالی نہیں ہے اور جب کہ اس میں فضیلت ثابت ہوئی تو صحت خود ثابت ہوگئی اس لیے کہ بدون صحت کے فضیلت کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ افعل کبھی صرف ایک ہی طرف کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ ایسا بہت ہی کم آتا ہے اور وہ بھی صرف اسی جگہ آتا ہے جس جگہ کہ مطلق ہو اور کسی عدد معین کے ساتھ خاص نہ ہو اور جب کہ کسی عدد کے ساتھ خاص ہو جیسے مثلاً کہا جائے کہ یہ عدد اس فلانے عدد سے زیادہ ہے تو ایسی جگہ میں یہ احتمال بالکل ممکن نہیں ہے اور یہاں بھی ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ جماعت کی نماز افضل ہے تنہا کی نماز سے پس ایسی جگہ میں اصل عدد کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ مراد اکیلے سے وہ ہے جس کو کوئی عذر ہو تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حدیث میں لفظ "فذ" کا واقع ہوا ہے یعنی اکیلا سو اس کا عموم سب کو شامل ہے خواہ تنہا عذر سے ہو خواہ بے عذر ہو پس معذور پر حمل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور نیز معذور کو جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے گو وہ جماعت کو نہ پائے غرض ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض نہیں بلکہ واجب بھی نہیں سنت مؤکدہ ہے اور حدیث جلا دینے کی منسوخ ہے ان حدیثوں سے اور یہی رائے معلوم ہوتی ہے شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یا زجر پر محمول ہے، واللہ اعلم اور مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ.

جماعت نماز فجر کی فضیلت کا بیان۔

٦١٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا وَّتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ

٦١٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کی نماز تنہا کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے اور جمع ہوتے ہیں فرشتے رات اور دن کے فجر کی نماز میں پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کے واسطے کہا کہ اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھو یعنی تحقیق قرآن فجر کا حاضر کیا گیا ہے یعنی فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

فائدہ: غرض ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس آیت کے پڑھنے سے یہ ہے کہ اس آیت سے نماز فجر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جیسے کہ اس حدیث سے اس کی فضیلت حاصل ہوتی ہے پس یہ آیت شہادت ہے اس حدیث کی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کو اور نمازوں پر فضیلت ہے پس اس کی جماعت کا ثواب بھی اور نمازوں سے زیادہ ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن فرشتوں کا جمع ہونا نماز عصر وغیرہ میں بھی آ چکا ہے کما مر پس یہ وجہ اس کی فضیلت کی خاص کر نہیں ہوسکتی ہے۔

٦١٣ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ فَقَالَ وَاللهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيعًا.

۶۱۳۔ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور وہ غصے میں تھا سو میں نے کہا کیا سبب ہے؟ تمہارے غصے کا اُس نے کہا کہ قسم اللہ کی! کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں سے کسی چیز کو باقی نہیں پاتا ہوں مگر جماعت سے نماز پڑھنا سو اب لوگ اس میں بھی سستی کرنے لگے ہیں یعنی شرع کا کوئی حکم باقی نہیں رہا ہے سب میں قصور واقع ہو گیا ہے صرف یہی جماعت کی نماز باقی تھی سو اب اس میں بھی سستی پیدا ہو گئی ہے بہت لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ہیں۔

٦١٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ

۶۱۴۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب آدمیوں سے نماز کا زیادہ تر ثواب اس کو ملتا ہے جو بہت دور سے چل کر آئے اور جو آدمی کہ نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو امام کے ساتھ پڑھے تو اس کو زیادہ ثواب ہے اس آدمی سے جو نماز پڑھے اور پھر سو رہے۔

أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ.

فائدہ: اس حدیث سے بطریق عموم کے ثابت ہوا کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا بہت ثواب ہے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بطریق استنباط کے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ سے دونوں مسئلے مراد رکھے جائیں ایک یہ کہ فجر کی نماز کو سب نمازوں سے زیادہ فضیلت ہے۔ دوم یہ کہ فجر کی نماز کے لیے فی الجملہ فضیلت ثابت ہے سو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلے مسئلے کی شہادت ہے اور حدیث ام الدرداء رضی اللہ عنہا کی دوسرے مسئلے کی شہادت ہے اور حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی دونوں مسئلوں کی شہادت ہے پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ثابت ہوگئی۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيرِ إِلَى الظُّهْرِ.

ظہر کو اول وقت پڑھنے میں کیا فضیلت ہے؟۔

٦١٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

٦١٥۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ ایک مرد چلا جاتا تھا راہ میں سو اس نے کانٹے کی شاخ راہ پر پائی پھر راہ سے اس نے اس کو علیحدہ کر دیا تو اللہ نے اس کی قدر دانی کی سو اس کو بخش دیا پھر فرمایا کہ شہید پانچ قسم ہیں۔ ایک تو وہ جو وبا میں مر جائے۔ دوسرا وہ جو پیٹ کی بیماری میں مرے یعنی دستوں کے آنے سے مر جائے۔ تیسرا وہ جو ڈوب کر مر جائے۔ چوتھا وہ جس پر دیوار گر پڑے اور پانچواں راہِ الٰہی کا شہید ہے یعنی جو جہاد میں شہید ہوا اور فرمایا کہ اگر لوگ جانیں جتنا ثواب کہ اذان دینے اور جماعت کی اول صف میں ہے پھر جھگڑا فیصل ہونے کا کوئی طریق نہ پائے سوائے قرعہ ڈالنے کے تو البتہ اس پر قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو اس کی طرف نہایت جلدی کر کے آئیں یعنی جماعت کے واسطے مسجد میں جلدی حاضر ہوا کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور صبح کی جماعت میں تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی یعنی اگر جماعت فجر اور عشاء کا ثواب معلوم ہو اور مسجد میں بسبب ضعف کے پاؤں سے نہ آسکیں تو لڑکوں کی طرح

گھسٹتے ہوئے آئیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے سے اول وقت پڑھنا افضل ہے اور باقی بیان اس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ.

قدموں کے حساب کرنے کا بیان یعنی نماز کے واسطے جتنے قدم مسجد کی طرف چل کر جائے ہر ہر قدم کے بدلے ثواب ملتا ہے۔

٦١٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ.

۶۱۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم بنی سلمہ کی کیا تم نہیں حساب کرتے ہو اپنے قدموں کو یعنی ہر ایک قدم کے بدلے تم کو ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: بنی سلمہ انصار کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے یہ لوگ مسجد نبوی سے بہت دور رہتے تھے سو انہوں نے چاہا کہ ہم مسجد کے آس پاس آ بسیں تا کہ آنے جانے میں تکلیف نہ ہو تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری ان کو سنائی یعنی ہر چند مسجد دور ہونے سے تکلیف ہے لیکن یہ کتنا بڑا ثواب ہے کہ ہر ایک قدم کے بدلے ایک نیکی تمہارے واسطے لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ جس کا گھر مسجد سے دور ہو وہ نماز کے واسطے جتنے قدم چل کر جائے ہر ایک قدم کے بدلے اس کو ثواب ملے گا۔ **وفیه المطابقه.**

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ قَالَ خُطَاهُمْ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِيْ سَلِمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی سلمہ کی قوم نے چاہا کہ اپنے گھروں کو چھوڑ آئیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ بسیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اس سے کہ مدینہ کی طرفوں کو خالی کردیں اور فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں کو نہیں گنتے ہو یعنی تم کو معلوم نہیں کہ ہر ایک قدم کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آثار کا معنی قدم ہیں اور پاؤں سے زمین پر چلنا یعنی ''اثارھم'' کا لفظ جو آیت ﴿وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ میں واقع ہوا ہے تو اس کا معنی پاؤں سے زمین پر

اٰثَارَکُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُهُمْ اَنْ يُّمْشٰى فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ. چلنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے واسطے چل کر جانے میں قدم قدم کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس گھر بنانا مستحب ہے مگر جس کو زیادہ قدم چل کر زیادہ ثواب لینے کی غرض ہو تو وہ مسجد سے دور رہے اس لیے کہ بنی سلمہ کی قوم نے مسجد کے پاس آ رہنے کا ارادہ کیا تو اسی واسطے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے سو حضرت ﷺ نے اُن پر اس بات کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان کے نہ آنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ مدینہ کی چاروں طرفیں آباد رہیں جنگل نہ ہو جائیں تو معلوم ہوا کہ مسجد کے پاس رہنا دور رہنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ نماز کے واسطے دور والی مسجد کی طرف جائیں اگرچہ اس کے گھر کے پاس بھی کوئی مسجد ہو مگر یہ اسی وقت جائز ہے جب کہ نزدیک والی مسجد آباد ہو اور اگر مسجد قریب والی اس کے جانے سے خراب ہوتی ہو تو اس کو لازم ہے کہ اُسی نزدیک والی مسجد میں نماز پڑھے اور اسی کو اللہ کے ذکر سے آباد کرے اور اسی طرح اگر دور والی مسجد میں کوئی اور خرابی ہو جیسے کہ وہاں کا امام بدعتی ہو تو جب بھی وہاں نہ جائے نزدیک والی مسجد میں نماز پڑھا کرے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ.

جماعت نماز عشاء کی فضیلت کا بیان۔

۶۱۷ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَأُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَّا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ.

۶۱۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر بہت بھاری نماز عشاء اور فجر سے کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانیں کہ ان دونوں میں کتنا ثواب ہے تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی یعنی اگر ان کی جماعت کا ثواب ان کو معلوم ہو تو جس طرح ہو سکے ان کی جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہوں اور البتہ میں نے ارادہ کیا کہ حکم کروں مؤذن کو سو نماز کی تکبیر کہے پھر حکم کروں کسی مرد کو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر آگ کی مشعل پکڑ لوں سو جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ان کو جلا دوں۔

فائدہ: نماز فجر کی فضیلت پہلے ثابت ہو چکی ہے اب اس میں نماز عشاء کو بھی اس کے مساوی کہا ہے تو جو چیز کہ مساوی افضل کے ہو وہ بھی افضل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نماز عشاء بھی اور نمازوں سے افضل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے۔

بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ.

دو آدمی اور دو سے زیادہ کو جماعت کا حکم ہے یعنی جماعت کا ثواب جو مقرر ہو چکا ہے وہ ان کو ملے گا۔

٦١٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

٦١٨۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو اذان دیا کرو اور تکبیر کہو اور چاہیے کہ تم دونوں میں بڑا امام ہو۔

فائدہ: اس حدیث کا بیان پہلے ہو چکا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہے اس لیے کہ اگر ان دونوں کا جماعت کر کے نماز پڑھنا تنہا تنہا نماز پڑھنے کے برابر ہوتا تو پھر آپ ان کو جماعت کرنے کا حکم نہ فرماتے بلکہ صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ نماز پڑھا کرو اور جب آپ نے ان کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ دو آدمی کو بھی جماعت کا حکم ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ جماعت کا امام اور ایک مقتدی ہے خواہ مقتدی لڑکا ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو سب کا ایک ہی حکم ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ادنیٰ درجہ جمع کا دو ہیں اور یہ بات ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ.

جو آدمی مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے اس کو کیا ثواب ہے؟ اور مسجدوں کی فضیلت کا بیان۔

٦١٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْقَلِبَ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ.

٦١٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آدمی کو دعا کرتے ہیں جب تک کہ اُس مکان میں بیٹھا رہے گا جس میں نماز پڑھ چکا جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے فرشتے کہتے ہیں الٰہی! اس کی مغفرت کر الٰہی! اس پر رحم کر اور ہمیشہ آدمی نماز ہی میں رہتا ہے جب تک کہ اس کو نماز روکے رکھے اور سوائے نماز کے گھر کی طرف پلٹ جانے سے اس کو کوئی روکنے والا نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مدت نماز کے انتظار میں گزرے گی وہ بھی نماز ہی میں شمار ہوگی نماز پڑھنے کے برابر انتظار کا ثواب ملے گا پس معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر جماعت کے انتظار کرنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ

ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور جو آدمی کہ گھر میں بیٹھا نماز کا انتظار کرے اس کو یہ ثواب نہیں ہے بلکہ اس کو دوسرا ثواب ہے جو آئندہ حدیث میں آتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ اور زبان سے بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو نماز کے منافی ہو اور فرشتے صرف آدمیوں کے گناہ کی مغفرت چاہتے ہیں نیکیوں کا ثواب اللہ سے نہیں چاہتے تو حکمت اس میں یہ ہے کہ مفسدہ کو دفع کرنا نفع لینے سے مقدم ہے۔

٦٢٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

٦٢٠ ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت میں ایک تو منصف سردار۔ دوسرا وہ جوان جو اُمنگ جوانی سے اللہ کی بندگی میں مشغول ہوا۔ تیسرا وہ مرد جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہے یعنی نماز باجماعت کے واسطے مسجد میں جاتا ہے اور مسجد کی بناؤ چناؤ میں لگا رہتا ہے۔ چوتھے وہ مرد جو اللہ کی واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں ملتے ہیں تو اسی پر اور جدا ہوتے ہیں تو اسی پر۔ پانچواں وہ مرد جس کو مالدار باعزت خوبصورت عورت نے بلایا یعنی بدکاری کے واسطے سو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹا وہ مرد کہ جس نے خیرات کی تو اس کو چھپایا یہاں تک کہ نہیں جانتا اس کا بایاں ہاتھ کہ کیا خرچ کیا ہے اس کے داہنے ہاتھ نے۔ ساتواں وہ مرد جس نے اللہ کو یاد کیا خالی مکان میں سو جاری ہوگئیں اس کی دونوں آنکھیں یعنی خوف الٰہی سے رویا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو نماز کا انتظار کرے اس کو بڑا ثواب ہے وہ قیامت میں اللہ کے سائے کے تلے ہوگا پس معلوم ہوا کہ مسجدوں کی بڑی فضیلت ہے کہ اُن کی طرف دل لگے رہنے سے آدمی قیامت کے عذاب سے بچے گا پس مطابقت حدیث کی باب کے دوسرے مسئلے سے ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے تو گویا کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے اور مراد منصف سردار سے وہ ہے جو اللہ کے حکم کے تابع ہو اور ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ میں رکھے بحسب شرع نہ اس میں قصور کرے اور نہ اس میں زیادتی کرے اور اسی طرح ہے حکم اس شخص کا جو مسلمانوں کے کسی کام پر حاکم ہو اور اس میں عدل کرے پس اس میں ہر طرح کے حاکم داخل ہیں یہاں تک کہ

ادنیٰ نمبردار بھی اس میں داخل ہے بشرطیکہ عدل کرے اور کسی پر ظلم نہ کرے اور جوان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس پر قوت شہوت کی بہت غالب ہوتی ہے اور شہوات کی طرف اس کو بہت رغبت دلاتی ہے سو ایسی عالت میں اللہ کی عبادت کرنی کمال تقویٰ کی دلیل ہے اور صرف اللہ کے واسطے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ صرف دین ہی کی وجہ سے محبت رکھتے ہیں اور دنیا کی کسی عداوت کے سبب سے اس کو قطع نہیں کرتے ہیں اور خواہ ایک جگہ میں دونوں اکٹھے رہتے ہوں یا جدا جدا رہتے ہوں لیکن دل سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتے ہوں معلوم ہوا کہ کسی مسلمان بھائی کے ساتھ صرف دین کی وجہ سے محبت رکھنی کہ یہ بھی مسلمان ہے بڑا ثواب رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف اللہ کے ڈر سے زنا سے بچنے کا بڑا رتبہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقے اور خیرات کو چھپا کر دینے میں بڑا ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خالی مکان میں اللہ کے خوف سے رونے میں بڑا ثواب ہے اور اس حدیث میں اگرچہ مردوں کا ذکر ہے لیکن عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر اپنی اولاد میں عدل کریں اور جوانی کی حالت میں اللہ کی بندگی کریں اور ان سب حکموں کو بجالائیں تو ان کو بھی یہی ثواب ملے گا اور یہی درجہ پائیں گی اور اس حدیث میں اگرچہ سات آدمیوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان کے سوا سات آدمی اور بھی ہیں کہ ان کو بھی یہی درجہ ملے گا ایک وہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا دوسرا وہ جس نے غازی کی مدد کی۔ تیسرا وہ جس نے تنگدست محتاج کو مہلت دی۔ چوتھا وہ جس نے قرض سے کچھ چھوڑ دیا۔ پانچواں وہ جس نے قرضدار کی مدد کی۔ چھٹا وہ جس نے مکاتب کی مدد کی۔ ساتواں وہ سوداگر ہے جو بات چیت سچ کہے۔ ان ساتوں کا بھی حدیثوں میں ذکر آ گیا ہے۔

۶۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ هَلِ اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ نَعَمْ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوهَا قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ.

۶۲۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری بنوائی ہے یا نہیں اس نے کہا ہاں بنوائی تھی کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات تک عشاء کی نماز میں دیر کی پھر بعد نماز کے ہم پر متوجہ ہوئے سو فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہیں اور تم ہمیشہ نماز میں ہی ہو جب تک کہ اس کا انتظار کرتے رہو گے سو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ رات مجھ کو ایسے یاد ہے کہ میں آپ کی انگشتری کی چمک اب دیکھ رہا ہوں یعنی اس رات میں آپ کے ہاتھ میں انگشتری تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ.

جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے اس کے واسطے کیا ثواب ہے؟۔

٦٢٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

٦٢٢۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی صبح اور شام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے گا تو اللہ اس کے واسطے مہمانی تیار کرے گا بہشت میں ہر صبح وشام۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صبح وشام کی نماز کو مسجد میں آیا کرے اس کے واسطے بڑا ثواب ہے کہ اس کے بدلے اس کو بہشت میں مہمانی ملے گی۔

بَابُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.

جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کوئی نماز درست نہیں سوائے فرض کے۔

٦٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَالَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ ابْنُ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ

٦٢٣۔ عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے اور فرض نماز کی تکبیر ہو چکی تھی سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس مرد کو گھیر لیا یعنی اس کے گرد جمع ہو گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے؟ کیا صبح کی تو چار رکعتیں پڑھتا ہے؟۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ
وَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الصُّبْحَ أَرْبَعًا الصُّبْحَ أَرْبَعًا تَابَعَهُ غُنْدَرٌ
وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ
إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ بُحَيْنَةَ وَقَالَ حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ
حَفْصٍ عَنْ مَالِكٍ.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس وقت کوئی نماز درست نہیں سوائے فرض کے نہ نفل اور نہ سنت اور یہی ہے مذہب جمہور کا وہ کہتے ہیں کہ نفلوں کو بعد نماز کے قضا کر لے جماعت کے ہوتے نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ کا کہ اُن کے نزدیک فرضوں کی جماعت کے ہوتے اور کوئی نماز درست نہیں ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر امید ہو کہ پہلی رکعت ہی میں مل جائے گا تو مکروہ نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جانتا ہو کہ سنت پڑھ کر فرضوں کی ایک رکعت مل جائے گی تو سنت پڑھ لے مگر یہ حدیث بخاری کی صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے مطلق معلوم ہوتا ہے کہ بعد تکبیر ہو جانے نماز فرض کے کوئی نماز جائز نہیں اور بعض اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس واسطے منع فرمایا تھا کہ اس نے فرض اور نفل کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں کیا پس فرض اور نفل میں التباس کا خوف تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی غرض ہوتی کہ دونوں میں التباس نہ ہو جائے تو آپ اس پر انکار نہ فرماتے اس لیے کہ ابن بحینہ سنت سے سلام پھیر کر جماعت میں داخل ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ابو داؤد وغیرہ کے صریح آ چکا ہے کہ اس نے نماز صبح کے بعد دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال پوچھا یہ کون نماز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلے سنت نہیں پڑھی تھی اب قضا کر کے پڑھی ہے تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا حالانکہ اس نے سنت کو فرضوں کے متصل پڑھا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ انکار آپ کا اس وجہ سے تھا کہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے نفل درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس واسطے منع فرمایا تھا کہ اس نے فرضوں کی جماعت کے برابر کھڑے ہو کر سنت پڑھی تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ اس نے مسجد کے کنارے میں سنت پڑھی تھی پس یہ محض وہم فاسد ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ جھگڑے کے وقت سنت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے سو جس نے سنت کو لیا اس نے نجات پائی اور جماعت کے ہوتے نفلوں کو ترک کرنا اور بعد اس کے قضا کر کے پڑھنا سنت کے موافق ہے پس اسی کا اتباع کرنا اولیٰ ہے اور اگر فرض کی تکبیر ہونے سے پہلے کوئی سنت پڑھ رہا ہو تو شافعیہ وغیرہ

کہتے ہیں کہ سنت کو قطع کر دے اور چھوڑ کر جماعت میں مل جائے اس لیے کہ عموم حدیث "فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ" سے یہی ثابت ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد سنت شروع نہ کرے اور اگر تکبیر ہونے سے پہلے سنت شروع کر چکا ہو تو ان کو نہ توڑے واسطے عموم آیت ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾ لیکن توڑ دینا افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہو تو مقتدی کو اس کے پیچھے عصر کے فرض یا کوئی نفل پڑھنے جائز نہیں صرف اسی وقت کے فرض پڑھے اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اگر اقامت سے پہلے سنتوں کو شروع کر چکا ہو تو ان کو تمام کرے پھر جماعت میں ملے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سنتوں کو توڑ ڈالے ورنہ تمام کرے اور بعض صحابہ سے جو جماعت کے ہوتے سنتیں پڑھنی مروی ہیں تو وہ ان حدیثوں صحیحہ کے معارض نہیں اور نیز ان کی صحت بھی مسلم نہیں۔

بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ أَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ.

بیمار کی حد کہاں تک ہے اور اس کو جماعت میں حاضر ہونا کب تک جائز ہے؟۔

٦٢٤ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوْا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ فَصَلّٰى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ

٦٢٤۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپ کا انتقال ہوا تو نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے ارادہ کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیں سو فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں سو میں نے عرض کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر نماز پڑھانے کو کھڑا ہوگا (تو رونے لگے گا اور) لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکے گا پھر آپ نے فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے پھر ویسے ہی عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے آپ کی جگہ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا (اور قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایئے کہ نماز پڑھائے) سو آپ نے تیسری بار پھر ویسے ہی فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو نماز پڑھائے (پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا یعنی عمر کو کہو کہ نماز پڑھائے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنْ يَّتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِهٖ قِيْلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا.

بے شک تم یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو یعنی کیوں خلاف تمائی کرتی ہو کہ تمہارے دل میں تو یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اگر جماعت کرائیں تو مبادا لوگ اس کے ساتھ عداوت نہ کریں اور ظاہر میں یہ عذر ہے کہ وہ نرم دل ہے جیسے کہ زلیخا نے ظاہر تو مصر کی عورتوں کی دعوت کی تھی لیکن دراصل اس کی یہ غرض تھی کہ یہ عورتیں بھی یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھیں اور مجھ کو معذور رکھیں) کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری سے کچھ افاقہ پایا سو آپ دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگا کر گھر سے تشریف لائے جیسے کہ میں آپ کے پاؤں کو دیکھتی ہوں کہ زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں یعنی کمزوری کے سبب سے زمین پر نہیں ٹھہر سکتے ہیں اور بیماری کے سبب سے ان کو اٹھا نہیں سکتے ہیں سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مصلے سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ میں ٹھہرا رہو پھر لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے سو اعمش (راوی) سے کسی نے نے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پڑھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے سو اعمش نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں یعنی لوگوں کے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے ہوئے تھے یا ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے سو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود امام تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام ہونے سے یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو جو لوگ کہ دور صفوں میں کھڑے ہوئے تھے ان کو

حضرت ﷺ کی آواز سنی نہیں جاتی تھی اور نہ آپ کا حال ان کو معلوم ہوسکتا تھا اس واسطے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پکار کر تکبیر کہتے تھے تا کہ لوگوں کو حضرت ﷺ کی تکبیر معلوم ہو اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے اور حضرت ﷺ مقتدی تھے اور حدیثیں ہر طرح کی اس باب میں آچکی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ معاملہ دو بار ہوا ہے ایک بار میں حضرت ﷺ امام تھے اور ایک میں ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے لیکن پہلی وجہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس میں اشارہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کہ جو عہدہ حضرت ﷺ کا خاص تھا یعنی نماز کی امامت کا سو اپنی زندگی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا جیسے کوئی بادشاہ زندگی میں کسی کو تخت اور چتر شاہی دے تو یہ نشانی ہے کہ بادشاہ نے اس کو ولی عہد کیا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ پر فضیلت ہے اور بعد اس کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے سب پر اور یہ کہ جو خود پسندی سے بے خوف ہو اس کے روبرو تعریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے کو بڑے سے تکرار کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹا بڑے کا ادب کرے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کو دیکھ کر مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے تھے اور یہ کہ نماز میں بہت رونا نماز کو نہیں توڑتا ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کو معلوم تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں بہت روتے ہیں اور بہت نرم دل ہیں پھر باوجود اس کے آپ نے اس کو امامت کرانے کا حکم فرمایا اور اس کو رونے سے منع نہ فرمایا اور یہ کہ اشارہ کلام کرنے کے برابر ہے اور یہ کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہے اور اگرچہ مریض کو ترک کرنی جماعت کی رخصت ہے لیکن مشکل کام پر عمل کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے ایسی شدت بیماری میں جماعت سے نماز اس واسطے پڑھی تھی تا کہ بعد کے خلیفے اور امام ادنیٰ عذر کے ساتھ جماعت کو ترک نہ کیا کریں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو جائز ہے کہ اپنی امامت کو توڑ ڈالے اور دوسرے کا مقتدی ہو جائے اور نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی پیچھے کھڑے ہوں تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ کھڑے کی نماز بیٹھے کے پیچھے جائز نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو بیماری کی ایسی شدت ہو کہ بدون ٹیک لگائے دوسرے کے چل نہ سکے تو اس کے لیے جماعت میں آنا مستحب نہیں مگر جب کہ اس کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جس پر تکیہ لگا کر چل سکے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۶۲۵ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ

۶۲۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کو بیماری کی بہت شدت ہوئی تو آپ نے اپنی

الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ.

بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کاٹنے کی اجازت چاہی سو تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دی سو آپ دو آدمیوں کے درمیان اپنے پاؤں کو زمین پر کھینچتے ہوئے باہر آئے اور وہ دونوں آدمی ایک تو عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے علی رضی اللہ عنہ۔

فائدہ: وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے بھی اس طرح ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکی۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رَحْلِهٖ.

مینہ برسنے اور عذر کے دن گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: عذر سے مراد وہ سبب ہے جو جماعت میں حاضر ہونے سے روکے جیسے کہ بیماری ہو یا دشمن کا خوف ہو یا کسی ظالم کا لحاظ ہو یا رات میں سخت آندھی چلے یا کوئی اور ایسا عذر ہو تو ایسے عذر کے وقت گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا۔

٦٢٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ.

٦٢٦۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز کے لیے اذان دی جاڑے اور آندھی کی رات میں پھر یہ لفظ کہا یعنی بعد اذان کے یا اخیر میں کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب مینہ برسنے اور جاڑے کی رات ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو فرمایا کرتے کہ یہ کلمے کہے کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور مطابقت باب کی اس حدیث سے ظاہر ہے۔

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ ان عذروں سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ہوا رات میں عذر ہے دن میں نہیں۔

٦٢٧ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمٰى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَآءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَشَارَ إِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٦٢٧۔ محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالک اپنی قوم کو امامت کرایا کرتا تھا اور وہ آنکھ سے اندھا تھا اور اس نے حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت! قصہ تو یوں ہے کہ اندھیرا ہوتا ہے اور نالا بہتا ہے اور میں آنکھ سے اندھا ہوں سو آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیے کہ میں اس کو جائے نماز ٹھہراؤں اور وہاں نماز پڑھا کروں سو حضرت ﷺ اس کے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں کس جگہ کو پسند رکھتا ہے کہ میں وہاں نماز پڑھوں سو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا سو حضرت ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن مینہ اور اندھیرا ہو یا کوئی اور عذر ہو تو اس دن گھر میں نماز پڑھنی جائز ہے اور جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اس لیے کہ اگر اکیلے کی نماز گھر میں جائز نہ ہوتی تو حضرت ﷺ بیان کر دیتے کہ تنہا تیری نماز اس جگہ جائز نہیں جب تک جماعت نہ ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ.

اگر جمعہ کے دن مینہ ہو تو اس دن امام کو جمعہ کرانا اور خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: پہلے باب سے معلوم ہوتا تھا کہ عذر والے لوگوں کو گھر میں نماز پڑھنی چاہیے وہ لوگ جماعت میں حاضر نہ ہوں تو اس سے ظاہرا یہی معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو جماعت میں حاضر ہونا بالکل جائز نہیں سو اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وہم کو دفعہ کرنے کے واسطے یہ باب باندھا ہے اس غرض سے کہ عذر کے دن گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم فقط رخصت اور جائز ہے واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں اگر کوئی ایسے دن تکلیف اٹھا کر جماعت میں حاضر ہو تو مکروہ نہیں بلکہ ثواب ملتا ہے۔

٦٢٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ

٦٢٨۔ عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم کو خطبہ سنایا مینہ کے دن سو جب مؤذن حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو حکم دیا کہ اس کے بدلے یہ لفظ کہو الصلوۃ فی الرحال سو بعض نے بعض کی طرف دیکھا

عَبَّاسٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ رَدْغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ قَالَ قُلِ الصَّلَاةُ فِی الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلٰی بَعْضٍ فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا إِنَّ هٰذَا فَعَلَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّیْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهٗ غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلٰی رُكَبِكُمْ.

جیسے کہ انہوں نے اس بات کو مکروہ جانا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گویا تم نے اس امر کو برا جانا ہے بے شک یہ کام اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے میری رائے نہیں اور بے شک رجمعہ واجب ہے اور میں نے اس بات کو ناپسند جانا کہ تم کو تکلیف میں ڈالوں سو تم اپنے گھٹنوں تک کیچڑ میں پھسلتے آؤ۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عذر والوں کو مینہ کے دن جمعہ جماعت میں حاضر ہونا مکروہ نہیں اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بعض لوگوں نے حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۶۲۹ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰی عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ جَآءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰی سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِی الْمَآءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰی رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِیْ جَبْهَتِهٖ.

۶۲۹۔ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شب قدر کا حال پوچھا سو اس نے کہا کہ ایک دن ابر کا آیا اور مینہ برسا یہاں تک کہ مسجد نبوی کی چھت کا پانی بہ چلا اور چھت مسجد کی کھجور کی چھڑیوں سے بنی تھی سو نماز کی تکبیر ہوئی سو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مینہ کے دن اگر لوگ جماعت میں حاضر ہوں تو جب بھی جائز ہے بلکہ ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۶۳۰ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ

۶۳۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد انصاری نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ جماعت میں

بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ مَا رَأَيْتُهٗ صَلَّاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ آدمی بہت موٹا اور بھاری بدن والا تھا سو اس نے حضرت ﷺ کی دعوت کی اور آپ کو اپنے گھر میں بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی اور اس پر پانی چھڑکا تا کہ نرم ہو جائے یا پاک ہو جائے سو حضرت ﷺ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی تو جارود کی اولاد سے ایک مرد نے انس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا حضرت ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا مگر آج کے دن۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس آدمی کو عذر ہو اگر وہ جماعت میں نہ آئے تو جائز ہے جیسے کہ آپ نے اُس موٹے آدمی کو معذور کہا لیکن اس کو یہ نہیں فرمایا کہ تجھ کو جماعت میں آنا جائز نہیں یا مکروہ ہے پس معلوم ہوا کہ عذر والے کو جماعت میں آنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنی جائز ہے لیکن مٹی پر نماز پڑھنی افضل ہے۔

بَابُ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ.

جب کھانا تیار ہو اور فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرے پہلے کھانا کھائے یا نماز پڑھے؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آدمی کی فقہ اور دانش سے یہ بات ہے کہ پہلے اپنی حاجت پر متوجہ ہو اور اس کو پورا کرے یہاں تک کہ اپنی نماز میں متوجہ ہو اس حالت میں کہ اس کا دل حاجت سے خالی ہو یعنی بے فکر ہو کر نماز پڑھے کسی حاجت کی طرف دل نہ لگائے۔

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں پہلے کھانا کھا لینا چاہیے خواہ بھوک ہو یا نہ ہو اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف اسی وقت ہے جب کہ بھوک کا بہت غلبہ ہو کہ اس وقت کھانے سے فراغت کر کے نماز پڑھے۔

٦٣١ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ

٦٣١۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَآءُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ.

کہ جب رات کا کھانا تیار ہو اور نماز عشاء کی تکبیر ہو جائے تو تم کھانے کی ابتدا کرو یعنی اول کھانے سے فراغت کرو پھر نماز پڑھو تا کہ تسکین سے نماز ہو کھانے کی طرف دل نہ لگا رہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک اول کھانا کھا لینا مستحب ہے پھر اس مستحب ہونے میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مستحب اسی وقت ہے جب کہ اس کو بھوک کا غلبہ ہو اور یہی ہے مذہب شافعیوں کا اسی طرح اگر کھانے کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو جب بھی یہی حکم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر حال میں مستحب یہی ہے کہ پہلے کھا لے اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور ثوری کا اور بعضوں کا کچھ اور مذہب ہے لیکن بہر حال نماز سے پہلے کھانا کھا لینے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ہے جب کہ نماز کا وقت تنگ نہ ہو اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے ایسے وقت میں نماز کو تاخیر کرنا بالاجماع جائز نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو چیز دل کو مشغول رکھے وہ بھی طعام کے ساتھ شامل ہے۔

٦٣٢ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَآءُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَآئِكُمْ.

٦٣٢ ـ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا کھانا تیار ہو جائے تو تم کھانے کے ساتھ ابتدا کرو مغرب کی نماز سے پہلے اور کھانے سے روگردانی مت کرو۔

٦٣٣ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَآءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَآءَةَ الْإِمَامِ.

٦٣٣ ـ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی کا رات کا کھانا تیار ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو اول کھانا کھا لے اور نماز کے واسطے جلدی نہ کرے جب تک کہ اس سے فارغ ہو جائے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جب کھانا آ جاتا اور نماز کی تکبیر ہو جاتی تو نماز کی طرف نہ آتے جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے اور وہ امام کی قراءت سنتے رہتے۔

وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ وَوَهْبٌ مَدِيْنِيٌّ.

ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان حدیثوں میں دلالت ہے اس بات پر کہ کھانے کے موجود ہوتے نماز مکروہ ہے بشرطیکہ اس کے کھانے کا ارادہ رکھتا ہو اس لیے کہ اس میں دل کا خلوص اور حضور نہیں رہتا ہے اور اسی طرح جس چیز کی طرف دل مشغول ہو تو اس کا بھی یہی حال ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وقت فراخ ہو اور اگر وقت تنگ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے نماز کو وقت سے نکالنا ہرگز جائز نہیں ہے صرف اس نماز میں تھوڑی کراہت ہوگی یعنی بوجہ حاضر ہونے کھانے کے لیکن نماز صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کا کھانا تیار ہو اس کی نماز کا وقت دراز ہو جاتا ہے اگرچہ اصلی وقت اس کا قضا ہو جائے۔

بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ.

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور وہ کسی چیز کو کھا رہا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو نماز سے اول کھانا کھانے کا حکم آیا ہے تو یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرت ﷺ کھانے کو چھوڑ کر نہ آتے۔

٦٣٤ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

٦٣٤۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کا ہاتھ کاٹ کر کھا رہے تھے سو آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا سو آپ کھڑے ہوئے اور چھری کو پھینک دیا سو آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کھانے کو چھوڑ کر نماز کی طرف چلے گئے پس معلوم ہوا کہ پہلے کھانا کھالینا واجب نہیں مستحب ہے کما مر۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ.

جو آدمی گھر کے کسی کام میں مشغول ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس کو نماز کے واسطے آنا جائز ہے۔

٦٣٥ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

۶۳۵۔ اسود سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے گھر والوں کا کام کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف نکلتے۔

فائدہ: شمائل ترمذی میں ہے کہ بکریوں کو دوہتے تھے اور اپنے کپڑوں کو سیتے تھے پس معلوم ہوا کہ گھر باہر کے سب کاموں کا کھانے کی طرح حکم نہیں کہ پہلے کام کر لے بعد اس کے نماز پڑھے اس لیے کہ اگر ایسا ہو تو دنیا کے کام سے تو آدمی کسی وقت خالی نہیں ہوتا ہے تو اس سے نماز کا وقت بالکل کوئی نہیں رہے گا پس سوائے کھانے کے کسی اور کام کی طرف دل کا مائل رہنا معتبر نہیں بلکہ جب نماز کا وقت آئے تو فوراً کام کو چھوڑ کر نماز میں حاضر ہو اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهُ.

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو مگر یہ کہ ان کو حضرت ﷺ کی نماز سکھلائے اور آپ کا طریقہ بتلائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٦٣٦ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَآءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ أُصَلِّي كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ وَكَانَ شَيْخًا يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي

۶۳۶۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے سو انہوں نے کہا کہ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں یعنی یہ نماز فرض نہیں کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا نماز پڑھتا ہوں جیسے کہ میں نے حضرت ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے سو ابو ایوب (راوی) نے کہا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ حضرت ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے اس نے کہا کہ ہمارے اس شیخ کی طرح یعنی عمرو بن سلمہ کی طرح کہ ہمارا امام ہے اور وہ شیخ بیٹھا کرتا تھا جب کہ سجدے سے سر اٹھاتا کھڑے ہونے سے پہلے اول

الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

رکعت میں یعنی جلسہ استراحت کا کیا کرتا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے کہ بدون سکھلانے کے اس سے کچھ مقصود نہ ہو تو جائز ہے یہ نماز ریا میں داخل نہیں ہے اور نہ تشریک فی العبادت کے قبیل سے ہے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ میرا نماز کا ارادہ نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ میں یہ نماز ثواب کے واسطے نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا نماز پڑھنے کا سبب کوئی نماز قضا یا ادا کا حاضر ہونا نہیں بلکہ صرف میری غرض اس سے یہ ہے کہ تم کو تعلیم کروں اور تعلیم میں بیشک ثواب ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ.

علم والے بزرگی والے لوگ امامت کرانے کے واسطے زیادہ حق دار ہیں اُن لوگوں سے جو علم اور بزرگی نہیں رکھتے ہیں۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ جب عالم اور قاری دونوں موجود ہوں تو امام کون بنے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور متقدمین کہتے ہیں کہ عالم امام بنے کہ نماز میں علم کی حاجت بہت پڑتی ہے اس لیے کہ اگر نماز میں کوئی قصور ہو تو وہ اس کا تدارک کر سکتا ہے بخلاف قاری کے کہ وہ بسبب بے علمی کے اس کا تدارک نہیں کر سکتا ہے اور حدیث باب کی بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے اعلم تھے اور ابو یوسف اور امام احمد اور اسحاق اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ امام قاری بنے کہ حدیث میں آیا ہے کہ امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور جمہور علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حکم اول اسلام میں تھا جب کہ حافظ کم تھے اور امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر میں واقع ہوئی ہے پس اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

٦٣٧ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَآئِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ

٦٣٧ ۔ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی قاصد آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا یعنی بلال رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو نماز پڑھانے کے واسطے امام مقرر کیا ہے چلو اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امامت سے نماز پڑھائی۔

يُوسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فائدہ: علماء کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب امت سے افضل ہے اور سب سے زیادہ عالم ہے اس لیے کہ آپ نے باوجود تکرار کے امامت کے واسطے اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا پس معلوم ہوا کہ امام وہ ہے جو عالم ہو اور بزرگ ہو۔

۶۳۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

۶۳۸۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جب آپ کے مقام پر نماز پڑھانے کو کھڑا ہو گا تو رونے لگے گا اور قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے آپ عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایے کہ نماز پڑھائے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ نہیں ہوں میں کہ پہنچوں تجھ سے نیکی کو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ناراض ہونا تمہارے سبب سے ہوا ہے اگر میں یہ کلام نہ کہتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوتے۔

۶۳۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى

۶۳۹۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اس بیماری میں جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا یہاں تک کہ جب سوموار کا دن ہوا اور لوگ صفیں باندھ کر نماز میں کھڑے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور ہم کو کھڑے ہو کر دیکھتے رہے جیسے کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهٖ.

چہرہ آپ کا قرآن کا ورق تھا یعنی بہ سبب باریک ہو جانے چمڑے کے اور صفائی بدن کی اور روشنی جمال با کمال کے پھر آپ نے تبسم فرمایا یعنی ہنستے رہے سو ہم نے قصد کیا کہ فتنے میں پڑ جائیں یعنی ہماری نماز ٹوٹ جائے اس خوشی کے سبب سے جو ہم کو حضرت ﷺ کے دیدار سے حاصل ہوئی پس ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یعنی قبلے کی طرف پیٹھ نہ پھیری اور نہ اس طرف سے منہ پھیرا اور گمان کیا کہ حضرت ﷺ نماز میں آنے والے ہیں سو حضرت ﷺ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردے کو دروازے پر لٹکا دیا یعنی حجرے کے اندر چلے گئے سو اسی دن آپ کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں رحمتیں کرے۔

٦٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.

٦٤٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ تین دن مسجد میں نہ آئے سو نماز کی تکبیر ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے یعنی امامت کے لیے سو حضرت ﷺ نے پردہ اٹھایا یعنی حجرے کے دروازے سے سو جب آپ کا چہرہ مبارک ظاہر ہوا تو ہم نے ایسا دیدار کبھی نہیں دیکھا جو ہم کو بہت پیارا ہوتا حضرت ﷺ کے چہرے سے جب کہ ہم کو ظاہر ہوا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ حضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں تب الٹے پاؤں پیچھے ہٹے سو حضرت ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ امام بنے اور لوگوں کو نماز پڑھائے اور آپ نے پردہ لٹکایا اور مسجد میں تشریف نہ لائے سو نہ طاقت پائی ہم نے آپ کے دیدار پر یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

٦٤١ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ

٦٤١۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيْلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّيْ فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّيْ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کو بیماری کی شدت ہوئی اور مسجد میں آنے کی اور لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہ رہی تو آپ سے نماز کا حال پوچھا گیا کہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے فرمایا کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو نماز پڑھائے عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے جب قرآن پڑھے گا تو رونے لگے گا فرمایا کہ اس سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو میں نے پھر وہی بات دوہرائی فرمایا کہ اس سے کہو کہ نماز پڑھائے تم یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔

فائدہ: یہ حدیث دراصل ایک ہی حدیث ہے لیکن سندیں اس کی مختلف ہیں اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو کئی سندوں سے بیان کیا ہے گویا اشارہ ہے کہ یہ حدیث بخاری کو بہت طریقوں سے پہنچی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم والا ہو اور بزرگ ہو وہ امامت کے زیادہ تر لائق ہے اس آدمی سے جو علم اور بزرگی نہیں رکھتا اسی طرح جو اعلم اور افضل ہو وہ امامت کے زیادہ تر لائق ہے عالم اور فاضل سے اور وجہ استدلال کی ان حدیثوں سے یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بہت حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہو چکا ہے کہ وہ سب اصحاب سے افضل ہیں اور جب کہ ان کو امامت کرنے کا حکم ہوا تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ امامت کے لائق وہ آدمی ہے جو اہل علم اور اہل فضل ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی باب سے۔

بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعِلَّةٍ.

اگر کوئی شخص کسی سبب سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے یعنی اگر امام مثلاً بیمار ہو اور مقتدی تکبیر کی آواز نہ سنیں تو اس وقت جائز ہے کہ ایک آدمی امام کے پہلو میں کھڑا ہو اور امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنا دے۔

٦٤٢ ـ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ

۶۴۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَآءَ أَبِيْ بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ.

بیماری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے عروہ نے کہا کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے کچھ افاقہ ہوا سو آپ گھر سے تشریف لائے اور اچانک ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سو جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر ہو کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ درحقیقت سب کے امام تو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن بوجہ ضعف اور ناطاقتی کے لوگ آپ کی تکبیر کی آواز نہیں سن سکتے تھے اس لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں کو پکار کر سنا دیتے تھے تو گویا بظاہر لوگوں کے امام ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے کہ لوگ ان کی آواز کی تابعداری کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر سے امام کے پہلو میں کوئی آدمی کھڑا ہو جائے جیسے کہ یہ واقعہ ہوا ہے تو جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اسی طرح اگر لوگ بے شمار ہوں اور بہت دور دور کھڑے ہوں اور بہت ہجوم کے سبب سے لوگ امام کی آواز نہ سن سکیں تو کوئی آدمی بلند آواز والا امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے یا کسی صف میں کھڑا ہو کر لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو جائز ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اصل یہی ہے کہ امام مقتدیوں سے مقدم ہو لیکن اگر مکان تنگ ہو یا مقتدی صرف ایک ہی ہو یا لوگ ننگے ہوں تو امام کے برابر کھڑے ہونا جائز ہے لیکن فضیلت فوت ہوتی جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَآءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهٗ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اگر کوئی شخص مثلاً محراب میں آئے تا کہ لوگوں کو امامت کرائے پھر پہلا امام آ جائے تو وہ امام محراب والا خواہ پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے اس کی نماز درست ہو جاتی ہے اس حکم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے۔

فائدہ: پہلے امام سے وہ امام مراد ہے جو ہمیشہ سے مقرر ہو اور محراب میں آنے والے سے وہ امام مراد ہے جو اس کا

نائب اور خلیفہ ہو یعنی اگر ہمیشہ کے امام نے کسی عذر سے کسی دوسرے آدمی کو نماز میں اپنا خلیفہ بنایا اور نماز کے اندر پھر وہ ہمیشہ کا امام بھی آ گیا تو اب وہ خلیفہ خواہ پیچھے کی صف میں ہٹ جائے خواہ نہ ہٹے خلیفہ کی نماز جائز ہو جاتی ہے دوہرا کر پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے یہ نہیں کہ دہ تین قدم پیچھے ہٹ کر جانے کے سبب سے اس کی نماز جائز ہو یا نماز میں دوسرے آدمی کے پیچھے اقتدا کرنے کی وجہ سے اس کی نماز جائز نہ ہو اور پیچھے ہٹنے اور نہ ہٹنے کے باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے چنانچہ وہ حدیث عروہ اور عبداللہ کے طریق سے باب من قام الی جنب الامام میں اوپر مذکور ہو چکی ہے اور جواز آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا۔

٦٤٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُوْ بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمَّا

۶۴۳۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم بنی عمرو میں صلح کرانے کو گئے کہ وہ آپس میں لڑ پڑے تھے سو نماز کا وقت آیا یعنی عصر کا سو موذن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ گے اور میں تکبیر کہتا ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پڑھاؤں گا سو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امام ہو کر نماز شروع کی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اصحاب نماز میں تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے چلے گئے یہاں تک کہ اول صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے سو اصحاب نے دستک دی اور تالی بجائی تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خبر دار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں سو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا کہ وہیں ٹھہرے رہو اور امامت کیے جاؤ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو امامت کرنے کو فرمایا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف میں برابر ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کی پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو فرمایا اے ابوبکر! میرے حکم کے

انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ رَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهٗ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ.

بعد تو کیوں نہ وہاں ٹھہرا رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابو قحافہ (یہ ان کے باپ کا نام ہے) کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے امام بنے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اصحاب سے فرمایا کہ مجھ کو کیا ہے کہ میں نے تم کو دیکھا کہ تم نے بہت تالیاں بجائیں یعنی ایسا نہ کیا کرو جس کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آئے یعنی ایسی ضرورت جس میں امام کو خبر دار کرنا پڑے تو چاہیے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے اس واسطے کہ جب اس نے سبحان اللہ کہا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا یعنی سبحان اللہ کہنے سے امام خبردار ہو جائے گا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تالی مارنا صرف عورتوں کے واسطے جائز ہے یعنی اگر امام کے خطا پر عورت واقف ہو تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ ہاتھ کو ہاتھ پر مارے اس واسطے کہ عورت کی آواز سے مرد اکثر بدخیال ہو جاتا ہے۔

فائدہ: بنی عمرو بن عوف انصار کے ایک قبیلے کا نام ہے ان کی آپس میں لڑائی ہو گئی تھی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تب آپ ان میں صلح کرانے کو گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ اگر میں نماز کے وقت نہ آؤں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز پڑھ لینا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تو لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز شروع کر دی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ ملے تب یہ حدیث فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر خلیفہ مصلے سے پیچھے ہٹ آئے تو اس کی نماز درست ہے اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ مصلے سے پیچھے ہٹ آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا پس آپ کی تقریر سے نماز کا جائز ہونا ثابت ہو گیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ لوگوں میں صلح کرانی اور قطع رحمی کی جڑ کے اکھاڑنے میں بڑا ثواب ہے اور امام کا خود آپ رعیت میں صلح کے واسطے جانا اور صلح کو امامت پر مقدم رکھنا جائز ہے اور دوم یہ کہ بعض مدعیوں کے دعوے سننے کے واسطے امام کو موقعہ پر جانا جائز ہے جب کہ ان کی کچہری میں حاضر کرنے سے موقعہ پر جانا بہتر معلوم ہو۔ سوم یہ کہ ایک نماز دو اماموں کے پیچھے پڑھنی جائز ہے اس طور سے کہ کچھ نماز پہلے ایک امام پڑھائے اور باقی نماز پھر دوسرا امام پڑھائے اور جب کہ ہمیشہ کا امام غائب ہو تو کسی کو اپنا خلیفہ بنائے اور جب ہمیشہ کا امام نماز شروع ہونے کے بعد آ جائے تو اس کو اختیار ہے خواہ اپنے خلیفے کی اقتدا کرے اور خواہ خود

امام بن جائے اور خلیفے کو مقتدی بنالے کہ اسی طرح اول بدل کرنے سے کسی کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہ امام کی اور نہ مقتدیوں کی۔ چہارم یہ کہ اگر کوئی آدمی اپنی کچھ نماز میں امام بنے اور باقی نماز میں مقتدی بنے تو یہ بھی جائز ہے۔ پنجم یہ کہ اگر تنہا آدمی نماز شروع کرے اور پھر اس کے پاس جماعت ہونے لگے تو اس سے پہلی نیت سے جماعت کے ساتھ مل جائے نہ نماز کو توڑے اور نہ نئی نیت کرے اس لیے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے نیت کر لے تو جائز ہے۔ ششم یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت ہے اور ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب اصحاب سے افضل ہیں اس لیے کہ سب اصحاب نے امامت کے واسطے اسی کو اختیار کیا اور کسی کو نہ کیا اور یہ کہ اگر امام حاضر نہ ہو تو مقتدیوں سے کوئی امام بن جائے لیکن یہ اسی وقت ہے کہ فتنے کا خوف نہ ہو اور امام اس خلیفے سے ناراض نہ ہو بلکہ وہ خلیفہ سب کا خیر خواہ ہو۔ ہفتم یہ کہ اقامت کہنا اور امام کو بلانا مؤذن کا کام ہے اور یہ کہ بدون اذن امام کے مؤذن تکبیر نہ کہے اور یہ کہ نماز اول وقت پڑھنی خاص کر عصر کی نماز امام کے انتظار کرنے سے افضل ہے۔ ہشتم یہ کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے گو اس سے غیر کو خبر دار کرنا مقصود ہو۔ نہم یہ کہ نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ دہم یہ کہ جب کسی کو کوئی نئی نعمت ملے تو مستحب ہے کہ الحمد للہ کہے گو نماز ہی میں ہو۔ یازدہم یہ کہ کسی کے واسطے پیچھے کی طرف پھر کر دیکھنا جائز ہے اور یہ کہ نمازی کو ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔ دوازدہم یہ کہ نمازیوں کو پھاڑتے ہوئے ان کے درمیان سے چلنا پہلی صف میں داخل ہونے کے واسطے جائز ہے مگر یہ صرف امام ہی کے واسطے ہے یا اس کے واسطے جس کے خلیفہ بنانے کی امام کو حاجت ہو یا صف اول میں کوئی خالی جگہ بند کرنے کے واسطے جائے اور یہ آدمیوں کو تکلیف دینے کے قبیل سے نہیں ہے جیسے کہ بیٹھے آدمیوں کی گردنوں پر سے کود کر جانے میں ان کو تکلیف ہوتی ہے پس اس حدیث اور حدیث (من تخطی رقاب الناس) کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ سیزدہم یہ کہ مفضول کو فاضل کی امامت کرانی جائز ہے۔ چہاردہم یہ کہ نماز میں تھوڑا کام کر لینے سے اور کئی قدم چلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے چل کر صف میں آئے مگر یہ شرط ہے کہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے قبلے کی طرف پیٹھ نہ پھیرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام قراءت میں بند ہو جائے تو مقتدی کو بتلانا جائز ہے اس لیے کہ جب سبحان اللہ کہنا جائز ہوا تو قرآن کی تلاوت بطریق اولیٰ جائز ہو گی۔

بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ.

جب قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے۔

٦٤٤ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا

۶۴۴۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (کئی آدمی) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ہم سب جوان تھے یعنی جوان آدمی کو بیوی کا بہت شوق ہوتا ہے) اور ہم آپ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

کے پاس قریب بیس دن کے ٹھہرے اور آپ بہت مہربان تھے جب آپ نے ہمارا اشتیاق گھروں کی طرف بہت دیکھا تو ہم کو وطن جانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اگر تم اپنے شہروں کی طرف پلٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو دین سکھاؤ تو بہت بہتر ہو ان کو حکم کرو کہ نماز پڑھیں ایسے وقت میں اور ایسے نماز ایسے وقت یعنی آپ نے پانچوں نمازوں کے وقت بیان فرمائے اور جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں بڑی عمر والا امام بنے۔

فائدہ: صحیح مسلم میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کرے قوم کی جو اُن میں قرآن کا بڑا قاری ہو سو اگر وہ لوگ قراءت میں برابر ہوں تو جو بڑا عالم حدیث کا ہو سو امامت کرے اور اگر حدیث میں بھی سب برابر ہوں تو امامت کرے جس نے ان میں سے اول ہجرت کی ہو سو اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو اُن میں بڑی عمر والا امامت کرے سو یہ حدیث بہت صریح ہے مسئلہ باب میں لیکن چونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے اس لیے اس کو باب میں نہیں لایا بلکہ اس کو اس جگہ ترجمہ میں داخل کیا اور اس کے واسطے دلیل مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث لایا لیکن اس حدیث سے سب کا قراءۃ اور حدیث میں مساوی ہونا صریحًا معلوم نہیں ہوتا ہے مگر فتح الباری میں لکھا ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا ہجرت اور اقامت اور غرض میں برابر ہونا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کو یہ فرمانا کہ اپنے پیچھے والوں کو جا کر دین سکھاؤ اور کسی ایک کو ان میں سے خاص نہ کرنا دلیل ہے اس پر کہ وہ لوگ قراءۃ اور تفقہ فی الدین میں سب برابر تھے پس معلوم ہوا کہ جب قراءت میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امامت کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور قرآن کا قاری اسی وقت مقدم کیا جاتا ہے جب کہ مسائل نماز وغیرہ کا خوب ماہر ہو اور جب قاری بالکل جاہل ہو سوائے قراءت کے اور کچھ نہ جانتا ہو تو اس وقت سب کا اتفاق ہے کہ عالم امام بنے قاری امامت نہ کرے اور سبب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگ قرآن کے معنی جانتے تھے اس لیے کہ وہ اہل زبان تھے ان کی عربی کلام تھی سو جو ان میں قاری ہوتا تھا وہ فقہ اور حدیث میں بھی بڑا عالم ہوتا تھا بلکہ جو ادنیٰ قاری ہوتا وہ بھی پچھلے زمانے کے فقہاء سے زیادہ ماہر ہوتا تھا۔

بَابُ إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ.

جب امام کسی قوم کی زیارت اور ملاقات کو جائے تو اس کو ان کی امامت کرنی جائز ہے۔

٦٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

۶۴۵۔ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے میرے گھر میں آنے کی اجازت مانگی سو میں نے آپ کو اجازت دی سو فرمایا کہ تو اپنے گھر میں میرے نماز پڑھنے کو کس جگہ کو پسند رکھتا ہے سو میں جس مکان کو پسند رکھتا تھا اس کی طرف اشارہ کیا سو حضرت ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور ہم نے بھی سلام پھیری۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی ملاقات کو جائے تو اس کو اس غیر کی جگہ میں امامت کرنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ دوسری حدیث میں جو وارد ہوا ہے کہ نہ امامت کرے کوئی مرد دوسرے مرد کی حکومت کے مکان میں تو اس حدیث سے امام اعظم اور اس کا نائب مخصوص ہے۔

بَابُ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ. وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ.

امام تو اس واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یعنی جو حدیثیں اس باب میں آئی ہیں یہاں ان کا بیان کیا جائے گا، اور جس بیماری میں حضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس میں آپ نے لوگوں کو بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی یعنی آپ بیٹھے رہے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور آپ نے کسی کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی پیروی ہر حال میں ضرور نہیں بلکہ یہ حکم عموم پیروی سے مخصوص ہے پس یہ حکم پیروی کا بیٹھنے میں منسوخ ہوگا یعنی اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو اس کے ساتھ بیٹھنا اور بیٹھنے میں اس کی پیروی کرنی جائز نہیں، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب مقتدی امام سے پہلے سر اٹھائے یعنی رکوع میں یا سجدے میں اور امام ابھی رکوع یا سجدہ میں ہو تو پھر سر کو

وہیں رکھ دے اور اتنی دیر امام سے پیچھے ٹھہرا رہے جتنی دیر کہ اس سے پہلے سر اٹھایا تھا پھر امام کی پیروی کرے۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام کی پیروی واجب ہے اس لیے کہ جب اس قدر تھوڑی دیر کو جو امام کی پیروی سے چوک گئی ہے قضا کرنا واجب ہوا تو تمام سجدے میں اس کی پیروی کرنی بطریقِ اولیٰ واجب ہوگی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور رکوع کو امام کے ساتھ پایا مگر سجدہ اس کے ساتھ کوئی نہ پایا یعنی خلقت کے ہجوم کی وجہ سے جیسے جمعہ میں یا کسی اور عذر سے تو اخیر رکعت کے واسطے دو سجدے کرے پھر دوسری رکعت کو سجدہ کے ساتھ قضا کرے یعنی چونکہ اخیر رکعت کے دونوں سجدے اس کے ساتھ متصل واقع ہوئے ہیں اس لیے وہ رکعت تو پوری ہوگئی اور پہلی رکعت میں چونکہ صرف رکوع ہی ہوا تھا سجدہ نہیں ملا تھا تو اب وہ رکوع بھی گیا گزرا اس لیے پوری رکعت ادا کرنی ضروری ہے اور شافعیوں کے نزدیک وہ رکوع پہلا بھی معتبر ہے اُس سے جمعہ کی نماز کا ثواب مل جائے گا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے حق میں کہا جو نماز سے ایک سجدہ بھول جائے یہاں تک کہ کھڑا ہو جائے اور اس کا حکم یہی ہے کہ دوسرا سجدہ کرے اور اُس قیام کو جو بے ترتیب واقع ہوا ہے کالعدم شمار کرے بعد اس کے کھڑا ہو۔

فائدہ: اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام کی پیروی ہر حال میں واجب ہے اس لیے کہ اگر امام کی پیروی واجب نہ ہوتی تو ایسی نماز میں اس کی پیروی اور موافقت نہ کی جاتی جس میں کہ اس کی نماز کے بعض رکن باطل ہوئے اور بعد سلام کے ان کو قضا کرنا پڑا بلکہ اول ہی میں اس کی جماعت سے جدا ہو کر اپنی نماز باترتیب پڑھی جاتی پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٦٤٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَآءِ الْأٰخِرَةِ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا

٦٤٦ ـ ترجمہ اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ نے بیماری میں فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغار میں پانی بھر رکھو سو ہم نے اس میں پانی بھر کر رکھ دیا سو آپ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے سو آپ بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے سو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا کہ میرے واسطے ایک تغار میں پانی رکھو سو آپ تغار میں بیٹھے اور غسل کیا پھر آپ اٹھنے لگے سو بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے پھر فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے عرض کی کہ نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور لوگ نماز عشاء کے واسطے مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے تھے سو حضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور باقی تمام قصہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عذر کا اوپر گزر چکا ہے اور اس کے آخر میں ایک یہ لفظ بھی زیادہ ہے کہ جس دن آپ گھر سے تشریف لائے وہ ظہر کی نماز کا وقت تھا اور فرمایا کہ مجھ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھاؤ سو حضرت ﷺ نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی عبیداللہ (راوی) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی سو اس نے اس حدیث سے کسی بات کا انکار نہ کیا یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔

عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى أَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ لَّا يَتَأَخَّرَ قَالَ أَجْلِسَانِيْ إِلٰى جَنْبِهٖ فَأَجْلَسَاهُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ آپ نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی پیروی کے عموم سے یہ حکم مخصوص ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمیشہ کا امام بیمار ہو تو دوسرے کو اپنا خلیفہ بنانا بہتر ہے اس سے کہ وہ خود بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ نے بیٹھ کر اُن کو نماز پڑھائی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر امام معذور ہو وہ بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے تو جائز ہے خواہ مقتدی بھی امام کی طرح معذور ہو خواہ تندرست ہو اور کھڑا ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھے اور یہی مذہب

ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی وغیرہ کا اور ایسے ہی بہت صحابہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی ان میں سے اُسید بن حضیر اور جابر اور قیس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں تو جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرض الموت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یعنی کسی اور کو بیٹھ کر امامت کرنی جائز نہیں ہے اور دلیل ان کی حدیث جابر جعفی کی ہے کہ میرے بعد کوئی آدمی بیٹھ کر امامت نہ کرے سو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے پس حجت نہیں ہو سکتی ہے اور نیز جابر جعفی بڑا کذاب ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ تر جھوٹا جہان میں کسی کو نہیں دیکھا اور نیز احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ بیٹھے اور ایسے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بیٹھ کر امامت کرنی جائز نہیں لیکن ابو بکر بن عربی مالکی نے کہا کہ اس حدیث مرض الموت کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں پس سنت کا اتباع کرنا بہت بہتر ہے اور تخصیص احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم فرمایا تھا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھو جیسے کہ آئندہ حدیث میں آتا ہے تو یہ حکم مقتدیوں کے بیٹھ کر پڑھنے کا منسوخ ہے اس حدیث مرض الموت سے اس لیے کہ اصحاب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے سو آپ نے کسی کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف اور اوزاعی وغیرہ کا لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ امر منسوخ نہیں اب بھی امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت محدثین کا جیسے کہ ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ ہیں اور وہ ان دونوں قسم کی حدیثوں میں کئی طور سے تطبیق دیتے ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں بہت عمدہ وجہ تطبیق کی ان میں سے یہ ہے کہ یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں تو یہ حدیث محمول ہے استحباب پر یعنی مستحب ہے کہ بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھے واجب نہیں اس لیے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اخیر بار میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ نے ان کو نماز کے دوہرانے کا حکم نہ فرمایا تو آپ کی تقریر ثابت ہو گئی پس وجوب باطل ہو گیا اور یہ حدیث مرض الموت کے جواز پر محمول ہے یعنی اگر بیٹھے امام کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو یہ بھی جائز ہے اور جواز مستحب کے مخالف نہیں ہے اگر کوئی کرے ثواب ہے نہ کرے تو عذاب نہیں پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی انتہی ملخصا۔

مترجم کہتا ہے کہ دعویٰ نسخ سے یہی تطبیق اولیٰ ہے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے کہ دونوں میں تطبیق دے کر اس پر سکوت کر گئے ہیں بلکہ امام بیٹھے کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنے کو مستحب ٹھہرا گئے ہیں، واللہ اعلم۔

٦٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

٦٤٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَآئَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا.

نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور آپ بیمار تھے یعنی آپ گھوڑے سے گر پڑے تھے اور آپ کے پاؤں کو کچھ چوٹ لگی تھی سو آپ نے بیٹھے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو حضرت ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اس کے بدلے ربنا ولک الحمد کہو اور جب امام بیٹھے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھے نماز پڑھو یعنی ہر حال میں امام کی پیروی کرنی واجب ہے امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کرے اور نہ اس کی برابری کرے اور نہ اُس سے آگے بڑھے اور نہ اس کی کسی چیز میں مخالفت کرے۔

فائدہ: یہ حکم امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا منسوخ ہے یا استحباب پر محمول ہے جیسے کہ ابھی اوپر گزرا۔

٦٤٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا

٦٤٨۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس حدیث کے اول میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے سو گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے داہنے پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو آپ نے بیٹھے نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی اور اس کے آخر میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ حمیدی (یہ بخاری رحمہ اللہ کا استاد ہے) نے کہا ہے کہ حضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو تو یہ فرمان آپ کا پرانی بیماری میں تھا پھر آپ نے بعد اس کے آخر عمر یعنی مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے رہے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا اور نہیں پکڑا جاتا

جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ إِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہے مگر حضرت ﷺ کے آخری فعل کو یعنی جو حضرت ﷺ نے آخر عمر میں کیا ہو یا فرمایا ہو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے حضرت ﷺ کے آخری فعل سے جو آپ نے مرض الموت میں کیا جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے اور ظاہرا یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سابق کے معارض ہے اس لیے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ مقتدی آپ کے پیچھے بیٹھے تھے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں حدیثوں میں یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختصار ہے اور اصل قصہ یوں ہے کہ پہلے ابتداء نماز میں مقتدی حضرت ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے سو حضرت ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ پس سب لوگ بیٹھ گئے سو راوی نے اول ان کا کھڑا ہونا پھر آپ کے حکم سے بیٹھنا ذکر نہیں کیا آخر کار جس پر عمل قرار پایا تھا صرف وہی بیان کر دیا تھا واللہ اعلم۔

بَابُ مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ أَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

مقتدی کب سجدہ کرے؟ یعنی جب امام قومے میں ہو یا جلسہ میں ہو۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے سجدہ کے بعد سجدہ کرے یا تو اس طرح سے کہ جب امام سجدہ میں ہو تو مقتدی اس وقت سجدے میں جائے اور یا اس طور سے کہ جب امام سجدے میں جانا شروع کرے تو بعد اس کے مقتدی سجدہ میں جانا شروع کرے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے اور یہ اس واسطے ہے کہ شرط مقدم ہوتی ہے جزا پر۔

٦٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ

۶۴۹۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرتے یعنی رکوع سے کھڑے ہو کر تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑا نہ کرتا یعنی سب کھڑے رہتے یہاں

الْبَرَآءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهُ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ نَحْوَهُ بِهٰذَا.

تک کہ آپ سجدہ میں جا پڑتے پھر آپ کے بعد ہم بھی سجدہ میں جاتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام سجدے میں جا چکے تو بعد اس کے مقتدی سجدے میں جائیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ.

جو شخص رکوع اور سجدہ کے وقت امام سے پہلے سر اٹھا دے تو اس کے واسطے کیا گناہ ہے؟۔

٦٥٠ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ.

٦٥٠۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی نہیں ڈرتا جب کہ امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے اس سے کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل ڈالے یا اللہ اس کی صورت کو گدھے کی صورت کر ڈالے (یہ شک راوی کا ہے کہ آپ نے پہلا لفظ فرمایا یا دوسرا)۔

فائدہ: اس حدیث کے دوسرے طریق میں صریح آ گیا ہے کہ مراد صرف سجدہ سے سر اٹھانا ہے لیکن رکوع میں امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ ملحق ہے اور سجدہ کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں بندہ اللہ سے زیادہ تر نزدیک ہوتا ہے اور ایسے ہی جو شخص کہ رکوع اور سجدے جانے کے وقت امام سے پہلے جھکے تو اس کا بھی یہی حال ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے اس لیے کہ اس کے حق میں صورت بدل جانے کی وعید وارد ہوئی ہے لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس صورت میں اُس کی نماز جائز ہو جائے گی اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے کہ نہی نماز کے فاسد ہو جانے پر دلالت کرتی ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور صورت کا بدل جانا جو اس حدیث میں آیا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک یہ حقیقت پر محمول ہے یعنی ظاہر دنیا میں اس کی صورت بدل جائے گی اور دلیل اس پر وہ حدیث ابو مالک کی

ہے جو کتاب الاشربہ میں آئے گی اس لیے کہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی صورت کا بدل جانا واقع ہوا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صورت بدلنے سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی شخص گدھے کی طرح جاہل ہے کہ نماز کے فرائض کو نہیں جانتا اور امام کی پیروی نہیں کرتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض طریقوں میں اس حدیث کے یہ لفظ آ گیا ہے کہ اللہ اس کے سر کو کتے کے سر سے بدل ڈالے تو اب یہ لفظ اس مجازی معنی کو باطل کرتا ہے اس لیے کہ یہ نہیں کہا جاتا کہ تو کتے کی طرح جاہل ہے اور نیز اس حدیث میں لفظ بدل ڈالنے کا وارد ہوا ہے اور وہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ مراد اصلی صورت کا بدل جانا ہے اور نیز وعید مستقبل کے لفظ سے واقع ہوئی ہے اور نیز اگر مجازی معنی مراد ہوتے تو یوں کہا جاتا فراسه راس حمار اس کا سر گدھے کا سر ہے اس لیے کہ یہ صفت جہالت اور بلادت کی اس وقت اس شخص میں موجود ہے جب کہ اس نے یہ کام کیا ہے تو اب اس کو یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اگر تو ایسا کام کرے گا تو خوف ہے کہ تو جاہل ہو جائے اس لیے کہ جہالت کی صفت تو اس میں آگے ہی موجود ہے پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے ظاہر صورت کا بدل جانا ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ ہم بہت لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ امام سے پہلے سر اٹھا لیتے ہیں حالانکہ وہ اپنی اصلی صورت پر رہتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ وعید کا واقع ہونا لازم نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبر سے گدھے کی صورت پر اٹھایا جائے ذلت کے واسطے یا آخر میں اس کے ساتھ گدھے کا سا معاملہ کریں گے یا یہ کام اس نے ایسا کیا ہے کہ اُس سزا کا مستحق ہے اور اگر اللہ اپنے فضل سے معاف کر دے تو یہ مستحق ہونے کے مخالف نہیں ہے اور ذکر کرتے ہیں کہ محدثین سے ایک شخص نے اس حدیث میں شک کیا تھا سو اس نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا پس اس کا سر گدھے کے سر سے بدل گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ ہر کام میں برابر رہنا یعنی نہ آگے بڑھنا نہ پیچھے رہنا جائز ہے اس لیے کہ اس میں صرف پہلے سر اٹھانے سے منع فرمایا ہے امام کے ساتھ برابر ہو کر ایک وقت میں سر اٹھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا ہے پس وہ جائز ہوگا۔

لطیفہ: امام سے پہلے سر اٹھانے کا کوئی سبب نہیں مگر جلدی کرنا سو اس بیماری کی دوائی یہ ہے کہ آدمی یہ بات ہر وقت دل میں یاد رکھے کہ میں امام سے کسی طرح پہلے سلام نہیں پھیر سکتا ہوں پس امام سے جلدی کرنی بے فائدہ ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰى.
غلام اور آزاد شدہ کی امامت کا بیان یعنی جائز ہے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کی امامت مکروہ ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ غلام جاہل ہو اور جب کہ عالم ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ
اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام اس کی امامت کیا کرتا تھا قرآن

مِنَ الْمُصْحَفِ. سے دیکھ کر۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ غلام کی امامت جائز ہے اور نماز میں دیکھ کر قراءت پڑھنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے اور یہی مروی ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین اور حکم اور عطا سے اور امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ غیرہ کے نزدیک جائز نہیں اور وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ قرآن سے امامت کرنے کا یہ معنی ہے کہ نماز سے پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کر لیا کرتا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ ایسے تو تمام خلقت کا یہی حال ہے کہ پہلے قرآن سے دیکھ کر یاد کر لیتے ہیں پھر اس کے ساتھ اس فعل کو خاص کرنا بالکل بے معنی ہے۔

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ.

یعنی اور ولد الزنا اور جنگلی مرد اور لڑکے نابالغ کی امامت بھی جائز ہے واسطے فرمانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ امامت کرے قوم کی جوان میں قرآن کا بڑا قاری ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا بڑا قاری ہو اس کی امامت جائز ہے خواہ غلام ہو خواہ نابالغ لڑکا ہو خواہ ولد الزنا وغیرہ ہو پس اس حدیث کا عموم سب کو شامل ہے سوائے کافر کے کہ اس کی قراءت صحیح نہیں ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

فائدہ: ولد الزنا اور جنگلی آدمی کی امامت جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے مگر جائز ہے اور لڑکے نابالغ کی امامت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت میں نفلوں میں صحیح ہے اور فرضوں میں نہیں لیکن اس حدیث کا عموم صریح ہے ان کے رد میں اور یہ کہنا کہ یہ بنا ضعیف کی قوی پر ہے محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ نص کے مقابلے میں قیاس بالاجماع مردود ہے اور تفصیل اس مسئلہ امامت نابالغ کی ظفر المبین جدید حصہ دوم میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔

وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور نہ منع کیا جائے غلام کو جماعت سے بغیر کسی ضرورت شرعیہ کے یعنی اس لیے کہ اللہ کا حق مقدم ہے بندے کے حق پر۔

٦٥١ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ

٦٥١ ـ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مہاجرین اولین مکے سے مدینے کو ہجرت کر کے آئے اور عصبہ (ایک جگہ کا نام ہے قبا میں نزدیک مدینہ کے) میں آ ٹھہرے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے تو سالم ابو حذافہ کا

قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا.

غلام اُن کی امامت کیا کرتا تھا اور وہ اُن میں قرآن کا زیادہ حافظ تھا۔

فائدہ: شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ سالم کا اُن لوگوں کو امامت کرانا اس کے آزاد ہونے سے پہلے تھا یعنی ابھی آزاد نہیں ہوا تھا پس معلوم ہوا کہ غلام کی امامت کرنی جائز ہے اس لیے کہ بڑے بڑے صحابہ کے اجماع سے وہ امام بنا تھا سو اگر اس کی امامت صحیح نہ ہوتی تو صحابہ کبار اس کو اپنا امام نہ بناتے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٦٥٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِيْبَةٌ.

٦٥٢۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام تم پر سردار ہو گویا کہ اس کا سر سیاہ منقی ہے۔

فائدہ: منقی کے ساتھ تشبیہ دینی واسطے چھوٹے ہونے سر اس کے ہے اور یہ بات حبشہ میں مشہور ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کی امامت جائز ہے اس لیے کہ اس کے دوسرے طریق میں عبد کا لفظ آ گیا ہے اور جب کہ غلام کی اطاعت کا حکم ہوا تو اس کے پیچھے نماز بھی جائز ہو گی اور یہ اس واسطے کہ اکثر عادت اسی طرح سے جاری ہے کہ امامت خود خلیفہ کرتا ہے یا اس کا نائب اور جو عامل ہوتا ہے وہ بھی خلیفے کا نائب ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهٗ.

جب امام نماز کو تمام نہ کرے اور مقتدی تمام کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی اگر امام اپنی نماز میں کوئی قصور کر بیٹھے جیسے کہ وقت سے قضا کر دے یا رکوع اور سجود وغیرہ رکنوں میں کچھ قصور کرے اور مقتدی اپنی نماز میں کوئی قصور نہ کرے تو یہ قصور امام ہی کے سر پر رہے گا مقتدی کی نماز میں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے پس مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی اور امام کی نماز درست نہ ہو گی۔

٦٥٣ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ.

٦٥٣۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے امام تمہارے واسطے نماز پڑھتے ہیں سو اگر انہوں نے ٹھیک نماز پڑھی تو تم کو بھی نماز کا ثواب ملا اور ان کو بھی اور اگر انہوں نے کچھ خطا کی تو تم کو اس کا ثواب ہے اور ان پر اس خطا کا عذاب ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز کے ارکان ادا نہ کرے یا ناپاک یا بے وضو نماز پڑھائے یا کوئی اور قصور کرے تو مقتدی کی نماز ہو گئی خواہ وہ اس قصور کو جانتا ہو یا اس کو خبر نہ ہو اور امام کی نماز نہیں ہوتی ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے شافعیہ اور مالکیہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز بھی نہیں ہوتی ہے لیکن ابن منذر نے کہا کہ یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس حدیث سے عام طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام کی نماز ٹوٹ جائے تو مقتدی کی نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے بشرطیکہ مقتدی اس میں کچھ قصور نہ کر بیٹھے اسی طرح اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ امام کو نہانے کی حاجت تھی یا اس کے کپڑے یا بدن پر کوئی پلیدی پوشیدہ لگی ہوئی تھی تو مقتدی کی نماز کو اس سے کچھ نقصان نہیں اس کا سب قصور امام پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ امام مفسدات نماز کا مرتکب ہو یا مفسدات کا اس کو علم نہ ہو۔

بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ.

فتنے کے امام اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: فتنے کے امام سے وہ امام مراد ہے جو فتنے کو کھڑا کرے اور امام بحق کے ساتھ مقابلہ کرے اور بدعتی سے وہ مراد ہے جس کا کوئی عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو اور اس میں اختلاف ہے کہ خوارج اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر پڑھے تو اعادہ کرے اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو بدعتی لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلائے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور جو شخص رافضی اور قدری اور جہمی کے پیچھے نماز پڑھے اس کو نماز دوہرانی واجب ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تین فرقوں مذکورہ کے پیچھے جائز نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ اور اس کی بدعت کا وبال اس پر پڑے گا۔

فائدہ: بدعت کہتے ہیں اُس کام کو جس کا شرع میں کوئی اصل نہ ہو اور وہ دو قسم ہے ایک حسنہ اور ایک قبیحہ اور مراد

اس جگہ بدعت قبیحہ ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے مقتدی کی نماز کو اس کی بدعت سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٥٤ ۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا نَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ.

٦٥٤۔ عبیداللہ سے روایت ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس حالت میں جب کہ باغیوں نے ان کے گھر کو گھیرا ہوا تھا سو اس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سب لوگوں کے امام آپ ہیں اور یہ مصیبت جو تم پر اتری ہے تم دیکھتے ہو اور فتنے کا امام یعنی باغیوں کا سردار ہم کو نماز پڑھاتا ہے تو ہم گنہگار ہوتے ہیں اس کی متابعت میں تو آپ کیا فرماتے ہیں ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز سب عملوں سے بہتر عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں یعنی نماز پڑھیں تو تو بھی ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جا اور جب وہ برا کام کریں یعنی فتنہ فساد کریں تو اس سے بچتا رہ تیری نماز درست ہو جائے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ فتنے کے امام کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنے میں داخل ہونا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی بڑی تاکید ہے خاص کر فتنے کے وقت میں تاکہ لوگ متفرق نہ ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آدمی کے پیچھے [illegible] مکروہ ہے جماعت کے ترک کرنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر اذان امام [illegible] جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى أَنْ يُصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

یعنی زبیدی نے زہری سے روایت کی ہے کہ میں [illegible] پیچھے نماز پڑھنے کو پسند نہیں رکھتا ہوں مگر ساتھ ایسی ضرورت کے جس سے کوئی چارہ نہ ہو جیسے کہ حاکم وقت کا ہو یا حاکم کی طرف سے مقرر ہو کہ اس کی مخالفت سے نقصان کا خوف ہو تو اس وقت اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے کہ وہ بھی فتنے کے امام کی طرح ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

٦٥٥ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

٦٥٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي ذَرٍّ اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.

ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کہا مان اور اطاعت کر اگر چہ حبشی غلام تجھ پر سردار ہو گویا کہ اس کا سر سیاہ منقّی ہے۔

فائدہ: یہ صفت اکثر عجم کے لوگوں میں پائی جاتی ہے جو تھوڑے دنوں سے مسلمان ہوئے ہوتے ہیں اور ان میں اکثر جہالت غالب ہوتی ہے اور ایسا آدمی بدعت اور فتنے سے خالی نہیں ہوتا ہے اور جب کہ آپ نے ایسے آدمی کی اطاعت کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس کی امامت بھی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْإِمَامِ بِحِذَآئِهٖ سَوَآءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ.

اگر صرف دو ہی آدمی ہوں یعنی ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو مقتدی امام کے داہنے طرف اس کے برابر کھڑا ہو یعنی نہ اُس سے آگے بڑھے اور نہ اُس سے پیچھے ہٹے۔

٦٥٦ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ أَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

٦٥٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک رات گزاری سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر میں تشریف لائے سو آپ نے چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے کھڑے ہوئے یعنی کچھ رات گئے سو میں آیا اور وضو کر کے آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو پھیر کر اپنے داہنے طرف کیا سو آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعتنماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے پھر نماز کی طرف نکلے یعنی فجر کی نماز کے واسطے گھر سے تشریف لائے پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا۔

فائدہ: یہ حدیث اول پارے میں گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کے داہنے طرف اس کے برابر کھڑا ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن اگر کوئی دوسرا مقتدی پیچھے سے آ ملے تو دونوں امام سے پیچھے ہٹ جائیں اور اگر پہلے ہی سے دو مقتدی ہوں تو وہ بھی امام کے پیچھے کھڑے ہوں اس کے برابر نہ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر دو آدمی اور ایک امام ہو تو ایک اس کے داہنے کھڑا ہو اور ایک بائیں کھڑا ہو اور باقی تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ دو مقتدی ہوں تو

دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور اگر تین ہوں تو بالا جماع پیچھے کھڑے ہوں اور اگر ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہو اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا.

اگر کوئی امام کے بائیں کھڑا ہو اور امام اس کو پھیر کر اپنے داہنے طرف کر لے تو اُن دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک ایسی صورت میں کسی کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہ امام کی اور نہ مقتدی کی اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ٹوٹ جاتی ہے۔

٦٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهٖ فَأَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ.

٦٥٧۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک رات گزاری اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات اس کے پاس تھے سو آپ نے وضو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو میں بھی آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو پکڑا اور داہنے طرف کیا سو آپ نے تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور جب سو جاتے تھے تو خراٹے لیا کرتے تھے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا یعنی نماز کی خبر دینے کے واسطے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقتدی کو اپنے بائیں طرف سے پھیر کر داہنے طرف کر لے تو دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز کو باطل نہیں کیا اور نہ آپ کی نماز میں کچھ قصور آیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے پس معلوم ہوا کہ اس قدر عمل اور حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوتی کہ وہ بھی نماز کے احکام میں داخل ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَّؤُمَّ ثُمَّ جَآءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ.

اگر کسی شخص نے امامت کی نیت نہ کی ہو پھر کچھ لوگ پیچھے سے آ جائیں تو وہ شخص نماز ہی میں ان کا امام بن

جائے تو یہ جائز ہے اگرچہ نماز کے شروع کرنے سے پہلے امامت کی نیت نہ کی ہو۔

٦٥٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

٦٥٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات گئے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا سو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو سر سے پکڑا اور اپنے داہنے طرف کھڑا کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے امامت کی نیت نہیں کی تھی پھر جب ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے نماز ہی میں امامت کی نیت کر لی پس معلوم ہوا کہ اگر نماز سے پہلے امامت کی نیت نہ کی ہو اور پیچھے سے کوئی دوسرا آدمی آ جائے تو اس کی امامت کرنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور زفر وغیرہ کا خواہ مقتدی مرد ہوں یا عورتیں ہوں ان کے نزدیک امامت کی نیت شرط ہے اور مسلم میں ایک اور حدیث بھی آ چکی ہے جو اس باب میں صریح ہے۔

بَابُ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَّى.

جب امام قرأت کو لمبا کرے اور مقتدی کو کوئی ضرورت ہو تو جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز تنہا پڑھ لے تو جائز ہے۔

٦٥٩ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ.

٦٥٩۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ عشاء کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے پھر اپنی قوم کی طرف پھر جاتے سو ان کی امامت کرتے تھے۔

٦٦٠ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

٦٦٠۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر اپنی قوم کی طرف پھر جاتے تھے سو ان کی امامت کرتے تھے سو ایک بار معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں

وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَآءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

سورۂ بقرہ شروع کی سو ایک شخص جماعت چھوڑ کے علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا سو معاذ رضی اللہ عنہ اس سے ایذاء کو پہنچتے تھے یعنی اس کو برا کہتے تھے کہ وہ منافق ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہے سو یہ خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی سو فرمایا کہ اے معاذ! کیا تو فتنہ انگیز ہے یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور آپ نے اس کو دو سورتیں اوساط مفصل سے پڑھنے کو فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دونوں سورتیں مجھ کو یاد نہیں رہی ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ﴿والشمس وضحاھا﴾ اور ﴿سبح اسم ربك الاعلی﴾ اور اتنی اتنی بڑی سورتیں پڑھا کر اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام قرأۃ لمبی پڑھے اور مقتدی کسی ضرورت کے لیے جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ جائے تو جائز ہے اس لیے کہ اس شخص نے جماعت سے سلام پھیر کر نئے سرے سے نماز شروع کر کے پڑھی اور پہلی نماز کو توڑ دیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز اور صحیح ہے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جو نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے اس میں فرض کی نیت کیا کرتے تھے اور جو نماز اپنی قوم کو پڑھاتے تھے اس میں نفل کی نیت کیا کرتے تھے اس واسطے کہ عبدالرزاق اور شافعی اور دارقطنی وغیرہ کی روایت میں یہ لفظ صریح آ گیا ہے کہ **له تطوع ولهم فريضة** یعنی وہ دوسری نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے واسطے نفل ہوتے اور مقتدیوں کے واسطے فرض ہوتے تھے اور جب اس قصے کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا صرف یہی فرمایا کہ قرأۃ لمبی نہ کیا کر اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور حنفیہ کے نزدیک فرض والے کی نماز نفل والے کے پیچھے درست نہیں ہوتی ہے اور وہ اس حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی بہت تاویلیں کرتے ہیں اول تاویل حنفیہ کی یہ ہے کہ ابن جریج راوی اس حدیث کا مدلس ہے اور اُس نے اس زیادتی میں تحدیث بیان نہیں کی پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ عبدالرزاق کی روایت میں ابن جریج کا سماع صریح آ گیا ہے جیسے کہ فتح الباری میں مذکور ہے پس استدلال اس حدیث سے صحیح ہے۔ دوسری تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ ابن عیینہ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن جریج ابن عیینہ سے عمر میں بڑا ہے اور اُس سے جلالت میں زیادہ ہے اور اس نے ابن عیینہ سے عمرو کے پہلے شاگردی کی ہے پس ابن عیینہ کا اس زیادتی کو نہ روایت کرنا اس کی صحت میں قدح نہیں کر سکتا ہے اور بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور آپ سے کسی زیادہ ارجح کی حفظ اور عدد کے مخالف نہیں ہے پس لامحالہ مقبول ہو گی **كما تقرر في الاصول** پس اس کی

صحت میں تردد کرنا مردود ہے۔ تیسری تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ زیادتی مدرج ہے یعنی یہ حدیث کا لفظ نہیں کسی راوی کا قول ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اصل حدیث میں عدم ادراج ہے یہاں تک کہ تفصیل ثابت ہو جائے سو جب تک کسی دلیل سے مدرج ہونا ثابت نہ ہو جائے تب تک یہ زیادتی حدیث سے گنی جائے گی خاص کر جب کہ دوسرے طریق سے اسی طرح روایت آ چکی ہو تو اُس سے یہ احتمال بالکل نہیں ہوسکتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اس میں عمرو کی متابعت ثابت کی ہے۔ چوتھی تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی حنفی نے کہا کہ یہ زیادتی فقط جابر رضی اللہ عنہ کا ظن ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ظن باطل اور مردود ہے اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو یہ اسی پر محمول ہے کہ یہ قصہ اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے خود سنا ہے اور یہ ظن جابر رضی اللہ عنہ کے حق میں بالکل نہیں ہوسکتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے کسی شخص کے حال سے خبر دے سوائے اس کے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس قصے کی خبر دی ہو خاص کر کے جابر رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا ہمیشہ یہی دستور تھا سو بغیر مشاہدہ یا اطلاع کے ایسا لفظ بولنا بالکل ممکن نہیں ہے۔ پانچویں تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں تھا اور نہ آپ کی تقریر سے پس یہ حجت نہیں ہوسکتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ رائے صحابی کی جب کسی دوسرے صحابی کے مخالف نہ ہو تو بالاتفاق حجت ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا اس باب میں کوئی صحابی مخالف نہیں ہے اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جن کو نماز پڑھایا کرتے تھے وہ سب لوگ صحابہ تھے اور ان میں چالیس صحابی بدری تھے اور تیس صحابی عقبی تھے اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کا خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں بلکہ عمر اور ابن عمر اور ابوالدرداء اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کبار سے اس کا جواز ثابت ہو چکا ہے پس یہ فعل معاذ رضی اللہ عنہ کا بالاتفاق حجت ہوگا۔ چھٹی تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہے جب کہ فرضوں کو دوبارہ پڑھا جاتا تھا اور اب یہ حکم منسوخ ہے پس اس سے دلیل پکڑنی صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہے اور نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور اگر دوبار فرضوں کا پڑھنا اول اسلام میں تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ منع آپ نے اس واسطے فرمایا تھا کہ دونوں نمازوں کو فرض نہ ٹھہرایا جائے بلکہ ایک کو ان میں سے فرض مقرر کیا جائے خواہ اول کو خواہ دوسرے کو پس اس سے دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اسی طرح کہا ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا کہ اس سے حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس کے برعکس دعویٰ کریں یعنی یہ نہی معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہے پہلے دوبار نماز پڑھنے کی ممانعت تھی اب نہیں ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ قصہ معاذ رضی اللہ عنہ کا پرانا ہے اس واسطے کہ معاذ رضی اللہ عنہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے تو کہا جائے گا کہ جنگ اُحد تیسرے سال کے اخیر میں واقع ہوئی ہے پس ہوسکتا ہے کہ نہی پہلے یا دوسرے سال میں واقع ہوئی ہو اور اذن تیسرے سال میں واقع ہوا ہو اور نیز سنن میں حدیث

آ چکی ہے کہ دو آدمی عصر کی نماز اپنے گھر میں پڑھ کر حضرت ﷺ کے پاس آئے اور حضرت ﷺ نماز پڑھ رہے تھے سو اُن دونوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی سو جب حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور دوسری جگہ جماعت ہوتی ہو تو اس میں شریک ہو جاؤ کہ وہ نماز تمہارے واسطے نفل ہو جائے گی اور یہ واقعہ حضرت ﷺ کی آخر عمر کا ہے اس لیے کہ یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے اور نیز دوسری حدیث میں صاف آ چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد حاکم ہوں گے اور وہ نماز کو وقت سے نکال کر پڑھا کریں گے سو تم وقت پر اپنی نماز کو گھر میں پڑھ لیا کرنا اور پھر ان کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرنا کہ وہ تمہارے واسطے نفل ہو جائیں گے پس یہ دونوں حدیثیں بڑی پکی اور صریح دلیل ہیں اس پر کہ دوبار نماز پڑھنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے پس اگر دوسری بار جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لے تو قطعاً صحیح ہو جائے گی پس دعویٰ نسخ طحاوی کا مردود ہو گیا۔ ساتویں تاویل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ طحاوی نے کہا کہ حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا تھا چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ اے معاذ! تو میرے ساتھ نماز پڑھا کر اور اپنی قوم کو نماز نہ پڑھایا کر اور یا اپنی قوم کو پڑھایا کر اور میرے ساتھ نماز نہ پڑھا کر سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معنی اس حدیث کا نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں لفظ تخفیف کا واقع ہوا ہے سو معنی اس کا یہ ہے کہ اگر تو اپنی قوم کی نماز میں ہلکی قراءت نہ پڑھے تو میرے ساتھ نماز نہ پڑھا کر اور اگر تو اپنی قوم میں ہلکی قراءت پڑھے تو بیشک میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کر اور یہی معنی اس کا ٹھیک ہے اس لیے کہ اس میں تخفیف کا مقابلہ ترک تخفیف سے واقع ہے اور یہی امر مسؤل عنہ اور متنازع فیہ تھا پس نہی اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی ہے خاص کر آنحضرت ﷺ سے آخر عمر میں فرض کو دوبارہ نفل کر کے پڑھنے کا حکم ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ ابھی گزرا پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس کو منع کیا ہو؟ ۔ آٹھویں تاویل حنفیہ کی ہے یہ ہے کہ حضرت ﷺ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ معاذ رضی اللہ عنہ یہ نماز میرے ساتھ بھی پڑھ گیا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ نماز پڑھنا آپ کو معلوم تھا بلکہ آپ نے اس کو اجازت دے دی تھی جیسے کہ ساتویں جواب میں معلوم ہو چکا ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ کی یہی عادت تھی کہ اپنی نماز حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جاتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے چنانچہ قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ ہمیشہ عشاء کی نماز دوبار پڑھا کرتے تھے سو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ آپ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو ایک دو نماز میں تو البتہ یہ احتمال ہو سکتا ہے مگر ہمیشہ کی نماز میں یہ احتمال نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نیز پانچویں تاویل کا جواب جو گزر چکا ہے وہ بھی یہاں جاری ہے اور ایک روایت میں صحیح مسلم کے یہ بھی آیا ہے کہ اس شخص نے حضرت ﷺ سے جا کر عرض کی کہ معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ جاتا ہے پھر جا کر ہم کو نماز پڑھاتا ہے اور قراءت بہت دراز کرتا ہے سو حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو

بلا کر فرمایا کہ تو فتنہ انداز ہے چھوٹی سورتیں پڑھا کر اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی حضرت ﷺ کو خبر ہو گئی تھی پھر حضرت ﷺ نے اس کو منع نہ فرمایا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ضرورت کے واسطے تھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کے سوا ان کو کوئی قاری نہ ملتا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس قدر قرآن کی نماز میں ضرورت ہوتی ہے اسی قدر قرآن کے حافظ تو اس وقت بہت تھے اور اگر اسے کوئی زیادہ جانتا ہو تو وہ ایک ممنوع کام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے پس ان کا قاری ہونا دوبارہ نماز جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے جب کہ دوبارہ نماز پڑھنا شرعاً ممنوع فرض کیا جائے پس معلوم ہوا کہ ایسے ضرورت کے واسطے نماز کو دوہرانا صحیح نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شاید حضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کا امام مقرر کیا ہوا تھا سو معاذ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی واسطے تبرک کے اور احکام سیکھنے کے نفل حضرت ﷺ کے پیچھے پڑھ جایا کرتے تھے سو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ وہ زیادتی حدیث کی جو اوپر گزر چکی ہے کہ وہ نماز اس کے واسطے نفل ہوتی تھی اس تاویل کو باطل کرتی تھی ثانیا جس پر فرض وقتی باقی ہو اس کو اس فرض کی جماعت کے ہوتے نفل پڑھنے جائز نہیں پھر معاذ رضی اللہ عنہ کی اس نماز کو نفل کہنا کیونکر صحیح ہوگا؟ ثالثا ایک فرض کو ایک دن میں دوبار پڑھنا حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے جیسے کہ اوپر گزرا پھر اس کو دوبارہ پڑھنا کیونکر جائز رکھ سکتے ہیں **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور ایک روایت میں یہ لفظ آ گیا ہے کہ **فيصل بهم تلك الصلوة** یعنی معاذ رضی اللہ عنہ جو نماز حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھ آتا تھا وہی نماز اپنی قوم کو آ کر پڑھاتا تھا پس اگر نفل تھی تو یہ لفظ کہنا بالکل لغو ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مترجم نے ظفر المبین حصہ دوم میں کر دی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام کو لازم ہے کہ قراءت ہلکی پڑھے اور مقتدیوں کی ہر حال میں رعایت کرے اور ایک یہ کہ دنیا کا کوئی کام بھی نماز کے ہلکا کرنے میں عذر ہے اور یہ کہ ایک نماز کو ایک دن میں دوبار پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ اگر مقتدی کسی عذر کے ساتھ جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے اور یہ کہ جس مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اس میں تنہا نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ عذر سے ہو اور یہ کہ دنیا کا کام بھی جماعت کے ترک کرنے کے واسطے عذر ہے اگر اس عذر سے جماعت کو ترک کر دے تو گناہ نہیں۔

بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

امام قیام میں ہلکی قراءت پڑھے اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرے۔

٦٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ

٦٦١۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کی کہ قسم اللہ کی یا حضرت! کہ میں فجر کی نماز دیر کرتا ہوں اور جماعت میں نہیں آتا فلاں آدمی کے سبب سے کہ وہ ہماری امامت میں قراءت بہت لمبی کرتا ہے سو میں نے حضرت ﷺ

صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کو وعظ میں اس دن سے زیادہ تر غصے کبھی نہیں دیکھا یعنی حضرت ﷺ ایسے غضب میں آئے کہ ویسے کبھی نہیں آئے تھے اور فرمایا کہ بے شک میں سے بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں یعنی نماز سے روکتے ہیں سو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ آدمیوں میں ضعیف اور بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی رعایت واجب ہے اور طول قراءت مطلق درست نہیں خواہ ان تینوں قسم کے لوگوں سے کوئی جماعت میں ہو اور خواہ نہ ہو اس لیے کہ مدار احکام کی اکثر حال پر ہے اور اکثر جماعت ان تینوں سے خالی نہیں ہوتی ہے اور جس جماعت میں ان تینوں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت شاذ و نادر ہے پس اس پر حکم کی مدار نہیں ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ ہلکی نماز پڑھنے کا حکم صرف قراءت اور قیام میں ہے رکوع اور سجود میں ہلکا کرنے کا حکم نہیں بلکہ رکوع اور سجود کو پورا ادا کرے اور اچھی طرح تمام کرے اور اگر رکوع اور سجود کو تمام نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اپنی عادت کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں رکوع اور سجود کا تمام کرنا آ گیا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

جب آدمی اکیلا اپنے واسطے نماز پڑھے تو طول کرے جتنا چاہے یعنی جتنی دراز قراءت پڑھے جائز ہے۔

٦٦٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

٦٦٢ ـ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمیوں کو نماز پڑھائے یعنی امام بنے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ مقتدیوں میں ضعیف اور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی تنہا اپنے واسطے نماز پڑھے تو قراءت طول کرے جتنا چاہے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب پہلے باب میں آ چکا ہے لیکن اس کو علیحدہ بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہلکی نماز پڑھنے کا حکم صرف امام ہی کے واسطے ہے اکیلے آدمی کے واسطے یہ حکم نہیں ہے لیکن اکیلے آدمی کے

واسطے بھی طول کرنے کی حد یہاں تک ہے جب تک وقت باقی رہے اور اگر وقت قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت قراءت کو طول کرنا بالکل جائز نہیں ہے جیسے کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصور اس کے حق میں ہے کہ نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے اور جب کہ طول قراءت کی مصلحت نماز کے قضا ہو جانے کی مفسدہ کے معارض ہوئی تو رعایت ترک مفسدہ کی اولیٰ ہے۔

بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ.

جب امام قراءت میں طول کرے تو اس کی شکایت کرنی جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: مطلب امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے یہ ہے کہ اس حالت میں امام کی شکایت کرنی غیبت میں داخل نہیں اور اس سے گناہ نہیں ہوتا ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

یعنی ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے تو نے ہماری نماز کو طول کر دیا ہے یعنی ابو اسید رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے قراءت میں طول کیا تب ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو نے قراءت بہت لمبی کی ہے۔

فائدہ: مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٦٣ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِيْ مَوْضِعٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

٦٦٣۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت! میں فجر کی نماز سے دیر کرتا ہوں اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یعنی عمدًا اس سبب سے کہ فلاں شخص ہماری نماز کو طول کرتا ہے اور اس میں قراءت لمبی کرتا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ کلام سن کر ایسے غضب ناک ہوئے کہ میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ تر غضب ناک کبھی نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! بے شک تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں سو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھے اس واسطے کہ پیچھے اس کے ضعیف اور بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

٦٦٤ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَیْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّیْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا یُصَلِّیْ فَتَرَكَ نَاضِحَهٗ وَاَقْبَلَ اِلٰی مُعَاذٍ فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ اَوِ النِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهٗ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَیْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَوْ اَفَاتِنٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْلَا صَلَّیْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی فَاِنَّهٗ یُصَلِّیْ وَرَآءَكَ الْكَبِیْرُ وَالضَّعِیْفُ وَذُو الْحَاجَةِ اَحْسِبُ هٰذَا فِی الْحَدِیْثِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَتَابَعَهٗ سَعِیْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّیْبَانِیُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَاَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِی الْعِشَآءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ.

۶۶۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد دو اونٹ پانی کھینچنے والے لے کر آیا یعنی کھیتی کو پانی پلا کر گھر کو آیا اور چاہا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جاؤں اور رات اندھیری ہوگئی تھی سو اس نے معاذ رضی اللہ عنہ کو امامت کرتے پایا تو اپنے دونوں اونٹوں کو چھوڑ دیا یا بٹھلایا اور معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف آیا یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے سو معاذ رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ پڑھی یا سورۂ نساء پڑھی (یہ راوی کا شک ہے) سو وہ آدمی جماعت چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا اور اس کو خبر پہنچی کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت کی ہے اور اس کا عیب کیا ہے سو وہ آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور معاذ رضی اللہ عنہ کی آپ سے شکایت کی یعنی معاذ رضی اللہ عنہ قراءت بہت طول کرتا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تو فتنہ انداز ہے آپ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا سو کس واسطے تو نے نماز نہیں پڑھی ساتھ سورہ سبح اسم ربك الاعلی اور والشمس وضحاها اور واللیل اذا یغشی کے اس واسطے کہ نماز پڑھتے ہیں پیچھے تیرے بوڑھے اور ضعیف اور حاجت مند اور ایک روایت میں آیا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ شروع کی۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز میں طول کرے تو اس کی شکایت کرنی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں آدمیوں نے اپنے امام کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ نماز کو بہت طول کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہ فرمایا اور نہ بیان فرمایا کہ یہ شکایت ہے پس آپ کی تقریر سے اس کا جائز ہونا ثابت ہوگیا اور یہی ہے وجہ مناسبت ان حدیثوں کی باب سے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باب میں شکایت سے عام مراد ہے خواہ امام کی شکایت خود اسی کے آگے ہو جیسے کہ ابواسید رضی اللہ عنہ نے کیا یا امام کی شکایت دوسرے کے آگے ہو جیسے کہ ان دونوں آدمیوں نے کیا، واللہ اعلم۔

بَابُ الْاِیْجَازِ فِی الصَّلَاةِ وَاِكْمَالِهَا. ہلکی نماز پڑھنا اور اس کو پورا کرنا۔

فائدہ: مراد ہلکی نماز پڑھنے اور اس کے پورا کرنے سے یہ ہے کہ ہر ہر رکن کا ادنیٰ درجہ ادا کرے۔

٦٦٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا.

٦٦٥۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نماز کو ہلکی پڑھا کرتے تھے اور اس کو پورا کرتے یعنی نماز ہلکی پڑھتے اس طور سے کہ اس کے رکنوں میں کوئی قصور نہ آتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہلکی نماز کی حد یہیں تک ہے کہ اس کے ارکان اور شرائط میں کچھ قصور نہ ہو۔

بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَآءِ الصَّبِيِّ.

جب کسی مقتدی کا لڑکا رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کردے اور نماز ہلکی پڑھے۔

٦٦٦ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَقُوْمُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمِّهِ تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

٦٦٦۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ البتہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں پھر سنتا ہوں لڑکے کا رونا تو اپنی نماز میں تخفیف کردیتا ہوں واسطے مکروہ جاننے اس بات کے کہ اس کی ماں پر مشکل ڈالوں یعنی لڑکے کے رونے کے سبب سے اس کی ماں کو رنج ہوگا۔

٦٦٧ ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

٦٦٧۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی جو حضرت ﷺ سے زیادہ تر ہلکی نماز پڑھنے والا اور زیادہ پورا کرنے والا ہو اور بے شک حضرت ﷺ لڑکے کا رونا سنتے تھے پس نماز میں تخفیف کر دیتے تھے اس خوف سے کہ اس کی ماں رنج میں مبتلا ہو۔

٦٦٨ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ

٦٦٨۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نماز میں تخفیف کردیتا ہوں اس سبب سے کہ میں جانتا ہوں

قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَآئِهِ.

اس کی ماں کی شدت کی رنج کو اس کے رونے کے سبب سے۔

٦٦٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَآئِهِ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

٦٦٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کا لڑکا نماز میں رونے لگے تو امام نماز میں تخفیف کر دے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کے سبب سے رنج اور قلق نہ ہو اور فرق اس باب میں اور پہلے بابوں میں یہ ہے کہ پہلے بابوں میں مقتدیوں کے حقوق کا بیان ہے اور یہ باب مقتدیوں کے غیر کی مصلحت سے متعلق ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ مصلحت ایسی چیز سے علاقہ رکھتی ہو جس کا رجوع آخر کار مقتدی کی طرف ہو لیکن اگر امام اپنے پیچھے سے پاؤں کی آواز سنے اور معلوم کرے کہ کوئی شخص آتا ہے تو اس صورت میں اس کو رکوع کا لمبا کرنا تاکہ وہ آنے والا رکوع پالے جائز ہے یا نہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور ابو ثور وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت کو تکلیف نہ ہو تو جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور محمد بن حسن کہتے ہیں کہ شرک ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے واسطے دیر کرنی مستحب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل کر جماعت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو مسجد میں لانا جائز ہے۔

بَابُ إِذَا صَلّٰى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا.

جب کوئی اول تنہا نماز پڑھے پھر اسی نماز میں کسی قوم کا امام بنے تو جائز ہے۔

٦٧٠ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو

٦٧٠۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ

النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ.

اول حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ.

اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنائے تو جائز ہے یا نہیں؟۔

٦٧١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِي فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۶۷۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپ کا انتقال ہوا الخ اس حدیث کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے اس حدیث کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سناتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو پکار کر سنائے تو جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بیان اس کا سابق بھی گزر چکا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُوْمِ.

ایک آدمی امام کے پیچھے نیت کرے اور باقی سب لوگ اس مقتدی کے پیچھے نیت کریں تو جائز ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: اس کا مطلب دو طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ کوئی مقتدی امام کی تکبیر لوگوں کو سنائے اور سب کا امام ایک ہو۔ دوم یہ کہ امام کا مقتدی ایک شخص ہو اور باقی سب کا امام وہ شخص ہو جو کہ پہلے امام کا مقتدی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور حضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میری پیروی کرو اور چاہیے کہ تمہاری پیروی کریں جو تمہارے بعد ہیں۔

٦٧٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ وَإِنَّهُ مَتٰى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ وَإِنَّهُ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى

٦٧٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے نماز پڑھتے تھے اور حضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کی پیروی کرتے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ أَبُوْ بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّىْ قَآئِمًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ قَاعِدًا يَقْتَدِىْ أَبُوْ بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

فائدہ: مسروق اور شعبی کا مذہب یہ ہے کہ سب صفیں ایک دوسرے کی امام بن سکتی ہیں پس ان کے نزدیک اگر امام نے رکوع سے سر اٹھالیا ہو اور صف نے ابھی سر نہ اٹھایا ہو اور اس حالت میں کوئی شخص جماعت میں مل جائے تو اس کی رکعت ہو جائے گی پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جو امام کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں وہ مقتدی بھی آپس میں ایک دوسرے سے اٹھا سکتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں کچھ حکم بیان نہیں کیا پہلے اس حدیث کو تکبیر سنانے کے باب میں لایا اور اب مقتدی بننے کے واسطے لایا اور اس دوسرے مسئلے کے متعلق حدیث سے یہی تائید کی لیکن ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی آپس میں ایک دوسرے کے امام بن سکتے ہیں اور یہ دو طور سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اگر امام سلام پھیر دے اور کچھ مقتدیوں کی نماز باقی ہو تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور باقی مقتدی بن جائیں۔ دوم یہ کہ اگر سب مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوئے ہوں تو اس حالت میں اگر کوئی مقتدی امام بن جائے اور کچھ مقتدی یا سب اس کے مقتدی بن جائیں تو یہ دونوں طرح جائز ہے تو اب شاید ہو سکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہو جو شعبی کا قول ہے کہ ایک مقتدی دوسرے مقتدی کا امام بن سکتا ہے پس اندریں صورت کہا جائے گا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر لوگوں کو سنانا اس کے مخالف نہیں احتمال ہے کہ سب لوگوں کے حقیقی امام بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہوں اس لیے کہ اُن کو تکبیر سنانی بھی امامت کا ایک جز ہے اس میں اس بات کی نفی نہیں کہ وہ امام نہ تھے پس یہی وجہ ہے اس حدیث کو دوبارہ لانے کی، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ.

جب امام کو نماز میں شک پڑ جائے تو مقتدیوں کا کہنا مان لے یا نہ مانے؟۔

۶۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

۶۷۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظہر کی

مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ اَبِیْ تَمِیْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ.

نماز میں) صرف دو رکعت ہی نماز کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذوالیدین (ایک آدمی کا لقب ہے) نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی یا آپ بھول گئے ہو؟ یعنی ظہر کی نماز چار رکعت پڑھنی تھی دو رکعت کس سبب سے پڑھی گئی ہے؟ سو آپ ﷺ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ سو لوگوں نے عرض کی کہ ہاں سچ کہتا ہے سو حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز اور پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا مثل پہلے سجدہ کے یا اس سے بھی لمبا یعنی سجدہ سہو کیا۔

٦٧٤ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۶۷۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ظہر کی نماز صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں سو کسی نے عرض کی کہ آپ نے صرف دو رہی رکعتیں نماز پڑھی سو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی پھر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے سہو کے کیے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو شک پڑے تو مقتدیوں کے قول پر عمل کرے اور یہی ہے مذہب حنفیہ اور شافعیوں کے نزدیک مقتدیوں کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں اور اگر ان کے قول پر عمل کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض بھی اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن یہ سب اختلاف اسی وقت ہے کہ امام کو شک پڑ جائے اور اگر اس کو یقین ہو تو پھر سب کا اتفاق اس پر ہے کہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے سجدہ سہو نہ کیا جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہوا پس اندریں صورت اس حدیث سے شک پر استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بھول چوک پیغمبروں سے بھی ہو جاتی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے لیکن شاید اول اسلام میں کلام جائز ہوگی پھر منسوخ ہوگئی اب اگر نماز میں کلام کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

بَابُ اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِی الصَّلَاةِ.

جب امام نماز میں روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

فائدہ: شعبی اور نخعی سے روایت ہے کہ رونا نماز کو توڑ دیتا ہے اور مالکیوں اور حنفیوں اور جمہور علماء کے نزدیک اگر بہشت اور دوزخ کے یاد سے روتا ہو یا خوف الٰہی سے ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایک روایت میں نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جیسے کہ باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور جیسے کہ امام کو نماز میں رونا جائز ہے ایسے ہی مقتدی کو بھی نماز میں رونا جائز ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی درد اور مصیبت سے بلند آواز کے ساتھ روئے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر بلا آواز روئے تو کوئی ڈر نہیں مگر ابو یوسف کے نزدیک بلند آواز سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾.

عبداللہ بن شداد نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی اور میں پچھلی صف میں تھا اور عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھ رہے تھے یعنی سوائے اس کے نہیں کہ میں شکوہ کرتا ہوں اپنے رنج اور غم کا طرف اللہ کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رونا جائز ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں روتے رہے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٦٧٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ

٦٧٥۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس باب کے مطابق اس حدیث میں یہ لفظ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہے اگر آپ کے مقام میں نماز پڑھانے کو کھڑا ہو گا تو رونے لگے گا اور لوگ قرآن کی آواز نہ سن سکیں گے۔ الخ

فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رونا جائز ہے اور یہ کہ نماز اس سے نہیں ٹوٹتی ہے اگر چہ بہت ہی ہو اس لیے کہ حضرت ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور رونے والا آدمی ہے مگر پھر بھی حضرت ﷺ نے اس کو رونے سے منع نہ فرمایا بلکہ اسی کو امامت کرنے کا حکم دیا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے رونے کا سبب صرف یہی بیان کیا کہ رونے سے لوگ قرآن کی آواز نہ سن سکیں گے عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہ کہا کہ رونے سے لوگوں کی نماز ٹوٹ جائے گی پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔ واللہ اعلم

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا.

نماز کی تکبیر ہونے کے وقت صفوں کو برابر کرنا جائز ہے اور بعد تکبیر کے بھی ان کو برابر کرنا جائز ہے۔

٦٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

٦٧٦۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ برابر کرو اپنی صفوں کو نہیں تو اللہ جھوٹ اور دشمنی ڈال دے گا تمہارے دلوں میں یعنی جماعت کی صف برابر نہ ہونے کا یہ اثر ہے کہ آپس میں اختلاف پڑ جائے گا اور تکرار ہو گی تو رنج پیدا ہو گا اور بعض روایتوں میں یہ لفظ آیا ہے کہ مخالفت ڈال دے گا تمہارے چہروں میں یعنی تمہاری صورتیں بدل جائیں گی اور مسخ ہو جائیں گی۔

فائدہ: صفوں کے برابر کرنے سے یا تو یہ مراد ہے کہ سب لوگ سیدھے کھڑے ہوں نہ کسی کا قدم آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے اور یا یہ مراد ہے کہ صف کے درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے ایک دوسرے کے ساتھ کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوں پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفوں کو برابر کرنا واجب ہے اس لیے کہ اس پر وعید وارد ہوئی ہے اور یہی ہے مذہب بعض کا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مالک اور جمہور کے نزدیک صفوں کو برابر کرنا سنت ہے ان کے نزدیک یہ وعید زجر اور مبالغہ پر محمول ہے اور صورت کا بدل جانا یا تو حقیقی مراد ہے جیسے کہ باب من رفع راسہ قبل الامام میں مذکور ہو چکا ہے اور یا مجازی مراد ہے کہ آپس میں دشمنی ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

٦٧٧ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ

٦٧٧۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سیدھا کرو صفوں کو اس لیے کہ بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ.

اپنی پس پشت سے یعنی میں نے تم کو صفوں کے برابر کرنے کا اس واسطے حکم کیا ہے کہ میں تحقیق معلوم کر چکا ہوں کہ تم اس کے خلاف کرتے ہو۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں صرف صفوں کے برابر کرنے کا حکم ہے تکبیر کے وقت کا ان میں کچھ ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ تکبیر کے وقت صفوں کو برابر کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت ان حدیثوں کی باب سے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں پس پشت سے تو مراد اس سے حقیقی دیکھنا ہے جیسے کہ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اس میں مقابلے اور سامنے ہونا شرط نہیں بلکہ یہ امور عادی ہیں اگر یہ نہ ہو تو جب بھی دیکھنا ممکن ہے اور عقل بھی اس کو جائز رکھتی ہے پس حقیقی رؤیت پر اس کو حمل کرنا بہت بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں دو آنکھیں تھیں ان کے ساتھ پس پشت سے دیکھتے تھے اور بعض اس کو مجازی معنی پر حمل کرتے ہیں یعنی آپ کو اس کا علم حاصل ہو جاتا تھا لیکن حقیقی معنی مراد رکھنا اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم اور بیان اس کا باب عظة الامام الناس میں مذکور ہو چکا ہے۔

بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ.

امام کو صفیں برابر کرنے کے وقت لوگوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے۔

٦٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ.

٦٧٨۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکبیر ہوئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سیدھا کرو صفوں کو اور آپس میں مل جاؤ اس واسطے کہ بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفیں برابر کرنے کے وقت امام کو نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے یا سنت ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

جماعت کی پہلی صف میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

٦٧٩ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

٦٧٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید چار قسم ہیں ایک تو وہ جو ڈوب کر مر جائے اور دوسرا وہ جو

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَآءُ الْغَرِقُ وَالْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

پیٹ کی بیماری سے مر جائے یعنی دستوں کے آنے سے مر جائے اور تیسرا وہ جو وبا میں مر جائے اور چوتھا وہ جس پر دیوار گرے اور فرمایا کہ اگر لوگ جانیں کہ کتنا ثواب ہے ظہر کے اول وقت نماز پڑھنے میں تو اس کی طرف نہایت جلدی کر کے آئیں یعنی جماعت کے واسطے مسجد میں جلدی حاضر ہوا کریں اور اگر جانیں کہ کتنا ثواب ہے عشاء اور صبح کی جماعت میں تو البتہ آئیں گھسٹتے ہی سہی اور اگر جانیں جتنا ثواب کہ جماعت کی اول صف میں ہے تو البتہ قرعہ ڈالیں۔

فائدہ: یہ حدیث باب فضل التهجير الى الظهر میں گزر چکی ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی اول صف میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور صف اول سے وہ صف مراد ہے جو تمام صفوں سے آگے ہو اور علماء نے لکھا ہے کہ اول صف میں کھڑا ہونے کی حکمت یہ ہے کہ ایک تو اپنے سر سے فرض ادا کرنے کی جلدی ہوتی ہے اور یہ کہ آدمی مسجد میں سب سے پہلے آتا ہے اور امام سے قریب ہوتا ہے اور اس کی قراءت کو سنتا ہے اور اُس سے احکام سیکھتا ہے اور اگر بند ہو جائے تو اس کو کھول دیتا ہے اور لوگوں کو اس سے حکم پہنچتا ہے اور آگے والوں کے دیکھنے سے دل سلامت رہتا ہے اور سجدہ کی جگہ خالی ہوتی ہے نمازیوں کے دامنوں سے۔

بَابُ إِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ.

سیدھا کرنا صف کا نماز کے پورا کرنے سے ہے یعنی اس سے نماز کامل اور پوری ہو جاتی ہے اس میں قصور نہیں رہتا

۶۸۰ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ وَأَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلَاةِ فَإِنَّ

۶۸۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تو صرف اس واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو امام کے خلاف نہ کرو یعنی جو امام کرے سو مقتدی بھی کریں سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب کہے سمع الله لمن حمده تو تم بھی ربنا لك الحمد کہو اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور سیدھا کرو صف کو نماز میں اس واسطے کہ سیدھا کرنا صف کا نماز کی خوبصورتی ہے یعنی جب سب آدمی برابر کھڑے ہوں اور درمیان میں کوئی فرق نہ ہو تو جماعت بہت خوبصورت معلوم

إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ.

ہوتی ہے۔

٦٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

۶۸۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برابر کیا کرو اپنی صفوں کو اس واسطے کہ برابر کرنا نماز کا کمال ہے یعنی اس سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنا چاہیے اس سے نماز کامل ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ صفوں کو سیدھا کرنا مستحب ہے یا سنت ہے کما مر اس لیے کہ کمال امر زائد ہے اصل ماہیت میں داخل نہیں ہوتا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ لَمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ.

جو شخص صفوں کو سیدھا نہ کرے اس کو کتنا گناہ ہے؟۔

٦٨٢ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

۶۸۲۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ میں آئے یعنی بصرہ سے کہ ان کا گھر وہاں تھا سو کسی نے ان کو کہا کہ کس چیز کو تم نے ہم سے ناپسند کیا ہے؟ یعنی ہماری نماز روزے میں تم نے کیا قصور دیکھا جب سے تم نے پیغمبر کے زمانے کو پایا سو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تمہارے دین میں کچھ قصور نہیں دیکھا مگر یہ کہ تم صفوں کو برابر نہیں کرتے ہو۔

فائدہ: اگر کوئی سوال کرے کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں اس لیے کہ انکار کبھی سنت کے ترک کرنے پر بھی واقع ہوتا ہے پس انس رضی اللہ عنہ کے انکار سے گناہ کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا تو کہا جائے گا کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وجوب کو پہلے باب کی حدیث سے ثابت کیا ہو گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھا کرو صفوں کو الخ یا وعید کے وارد ہونے سے کما مر تو اس کے نزدیک ان دلیلوں سے اسی بات کو ترجیح معلوم ہوئی کہ انکار انس رضی اللہ عنہ کا واجب کے ترک پر واقع ہوا ہے گو سنت کے ترک پر بھی انکار واقع ہوتا ہے لیکن اگر اس کو واجب بھی کہا جائے تو جب بھی اس کے ترک کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی اسی واسطے انس رضی اللہ عنہ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا۔

بَابُ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ

صف میں کندھے کے ساتھ کندھا ملانا چاہیے اور قدم کے ساتھ قدم ملانا چاہیے۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے

بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

کہا کہ میں نے اپنی جماعت سے ایک مرد کو دیکھا کہ اپنی ایڑی کو اپنے پاس والے کی ایڑی سے ملاتا تھا۔

فائدہ: یہ ٹکڑا ایک لمبی حدیث کا ہے جو ابو داؤد وغیرہ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی صف میں کندھے کے ساتھ کندھا ملائیں اور ایڑی کے ساتھ ایڑی ملائیں اور مراد اس سے یہ ہے کہ صفوں کے سیدھا کرنے میں بڑا مبالغہ کریں اور نہایت کوشش کریں کہ کوئی فرق درمیان میں نہ رہے چنانچہ ابو داؤد وغیرہ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو آپس میں ملاؤ اور سوراخوں کو بند کرو اور شیطان کے واسطے کوئی خالی جگہ نہ چھوڑو سو جس نے جوڑا یعنی مل کر کھڑا ہوا تو اللہ اس کو جوڑے گا یعنی اس پر اپنا کرم کرے گا اور جس نے توڑا اور جماعت میں دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا نہ ہوا تو اللہ اس کو توڑ دے گا یعنی اپنی رحمت سے۔

٦٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

٦٨٣۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھا کرو صفوں کو اس لیے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور پاؤں کو اس کے پاؤں سے ملاتا تھا یعنی آپس میں ایسے مل کر کھڑے ہوتے تھے کہ جماعت کے درمیان میں کوئی فرق نہیں رہتا تھا۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلٰى يَمِيْنِهِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

جب کوئی مرد امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اس کو اپنے پیچھے سے پھیر کر اپنی داہنی طرف کر لے تو اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے یعنی نماز ٹوٹتی نہیں۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ پہلے باب سے یہ مطلب تھا کہ امام نے جو مقتدی کو پھیر کر اپنے بائیں سے داہنی طرف کیا تو اس قدر حرکت سے دونوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور اس باب سے یہ مطلب ہے کہ اگر مقتدی صرف ایک ہی ہو تو اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی طرف کھڑا ہو لیکن اگر وہ امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے تو اس بائیں طرف کھڑا ہونے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے باوجویکہ وہ بے موقع کھڑا ہوا ہے پس یہ دو مسئلے علیحدہ علیحدہ ہیں پس فرق دونوں بابوں میں ظاہر ہے اور شارح تراجم نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو بہت جگہوں میں نقل کیا ہے اور ہر ہر مقام کے مناسب اس سے دینی مسئلے استنباط کر کے نکالے ہیں پس یہ دلیل ہے اوپر کامل ہونے اجتہاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پس معلوم ہوا

کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو اجتہاد میں بڑا کمال حاصل تھا اور اس کی وقت نظر نہایت درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔

٦٨٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِيْ مِنْ وَّرَآئِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

٦٨٤۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی سو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میرے سر کو پکڑا اور اپنی داہنی طرف کیا سو آپ نے نماز پڑھی پھر سو گئے سو مؤذن آپ کے پاس آیا یعنی نماز کی خبر دینے کو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے اور وضو نہ کیا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی امام کے بائیں کھڑا ہو جائے تو مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا.

تنہا عورت کو صف کا حکم ہے یعنی اگر فقط عورت تنہا امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اس کے ساتھ دوسرا کوئی نہ ہو نہ مرد اور نہ عورت تو اس کو بھی صف کا حکم ہے۔

٦٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِّيْ أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

٦٨٥۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور ایک یتیم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت اکیلی امام کے پیچھے ہو تو اس کو بھی جماعت کا حکم ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو مقتدی ہوں تو ان کے واسطے سنت یہی ہے کہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں پس اس سے رد ہو گیا قول بعض حنفیوں کا کہ کہتے ہیں کہ دو آدمی امام کے پیچھے نہ کھڑے ہوں بلکہ ایک دائیں طرف کھڑا ہو اور دوسرا بائیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ ایک آدمی ان کی داہنی طرف کھڑا ہو گیا تھا اور دوسرا بائیں طرف تو یہ واسطے تنگی مکان کے تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز نہیں اور اصل بنا اس مسئلے کی اس پر ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ کھڑے ہونے میں فتنے

کا خوف ہے لیکن اگر مردوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور عورت کی نماز نہیں ٹوٹتی ہے اور دلیل اس کی حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو پیچھے کرنے کا حکم ہے سو جب مرد نے اس کو پیچھے نہ کیا تو مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی اس لیے کہ اس نے حکم نہیں مانا لیکن یہ دلیل صریح باطل ہے اس کے رد کرنے کی کوئی حاجت نہیں اس لیے کہ جو کپڑا کسی کا چھینا ہوا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنی منع ہے لیکن اگر اس میں نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہو جاتی ہے اسی طرح سے حنفیہ اس مرد کی نماز کو صحیح کیوں نہیں کہتے ہیں جو عورت کے برابر کھڑا تھا؟ خاص کر جو عورت پیچھے سے آ کر شریک ہو اور مرد کے پہلو میں نماز پڑھے تو اس صورت میں تو مرد کا بالکل کچھ بھی قصور نہیں پس ضرور ہے کہ مرد کی نماز کو بھی صحیح کہا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی ممانعت جو آئی ہے تو وہ مردوں ہی کے واسطے ہے عورت اس سے مخصوص ہے۔

بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ. امام اور مسجد کے داہنے طرف کھڑے ہونے کا بیان۔

٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّيْ عَنْ يَّسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِيْ أَوْ بِعَضُدِيْ حَتّٰى أَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَقَالَ بِيَدِهٖ مِنْ وَّرَآئِيْ.

٦٨٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا سو آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑا یہاں تک کہ مجھ کو اپنی داہنی طرف کیا اور اپنے ہاتھ کو میرے پیچھے سے پھیرا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی داہنی طرف کھڑے ہونا چاہیے اور مسجد کی داہنی طرف کھڑا ہونا اس میں صریحًا مذکور نہیں لیکن امام کی داہنی طرف کھڑے ہونا مسجد کی داہنی طرف کھڑے ہونے کو مستلزم ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر مقتدی بہت ہوں تو دائیں طرف کی فضیلت پر کوئی دلیل نہیں اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابو داؤد میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کی داہنی طرف پر رحمت بھیجتے ہیں اور وہ حدیث جو نسائی میں آئی ہے کہ جو مسجد کی بائیں طرف آباد کرے اس کو بڑا ثواب ہے تو یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اور نیز یہ اسی وقت کے ساتھ خاص ہے جب کہ لوگ داہنی طرف کی فضیلت جان کر بائیں طرف بالکل ترک کر دیں جیسے کہ اس حدیث کی ابتدا سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار ہو یا کوئی

حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

پردہ یا آڑ ہو تو کیا مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تیرے اور امام کے درمیان کوئی نہر یا نالا ہو تو نماز جائز ہے۔ اور ابو مجلز نے کہا کہ امام کے ساتھ اقتدا کرے اگرچہ دونوں کے درمیان کوئی راہ ہو یا دیوار ہو جب کہ امام کی تکبیر کو سنے یعنی امام کی نماز پر اس کو اطلاع ہو۔

٦٨٧ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

٦٨٧۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں سو لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو دیکھا سو لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو لوگوں نے صبح کے وقت اس بات کا چرچا کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رات کو پھر کھڑے ہوئے سو لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو لوگوں نے دو روز یا تین روز ایسا ہی کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی یہاں تک کہ اس کے بعد جب تیسری یا چوتھی رات آئی تو آپ حجرے میں بیٹھے رہے اور باہر نہ آئے یعنی جس جگہ میں دو روز نماز پڑھی تھی سو جب آپ نے صبح کی تو لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ آپ اس رات میں تشریف نہیں لائے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض ہو جائے۔

فائدہ: ان دونوں اثروں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ یا آڑ ہو تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس میں کچھ نقصان نہیں خواہ امام کی تکبیر سنتا ہو یا نہ سنے اور یہی ہے مذہب مالکیہ کا اور باقی اماموں کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کی تکبیر سنتا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں لیکن اس باب کی حدیثوں سے عام حکم معلوم ہوتا ہے اور باب میں بھی کوئی قید اس قسم کی نہیں پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نماز بھی فرض ہو سکتی ہے اور حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کوئی نماز فرض نہیں ہوگی اس لیے کہ اس میں یہ فرمایا کہ اب میری بات نہیں بدلے گی سو وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ مراد بدلنے سے یہ ہے کہ اس میں سے

کچھ کم نہیں ہوگا اس کا یہ معنی نہیں کہ اس سے کچھ زیادہ بھی نہیں ہوسکتا پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ. رات کی نماز کا بیان۔

فائدہ: رات کی نماز کے بیان میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علیحدہ ایک کتاب مستقل لایا ہے کما سیاتی اور یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو صرف اسی مناسبت کے واسطے لایا ہے کہ اس میں جماعت کا ذکر ہے اور یہ سب باب بھی جماعت کے بیان میں ہیں پس ادنیٰ مناسبت کافی ہے اور نیز اس میں نماز تراویح کا بیان ہے اور شارح تراجم نے لکھا ہے کہ مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیوں پر کہ وہ نفلوں میں جماعت کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب سے ثابت کیا ہے کہ نفلوں میں جماعت کرنی درست ہے اس لیے کہ تراویح کی نماز اس وقت میں مؤکد نہیں ہوتی تھی بلکہ اور نفلوں کی طرح وہ بھی نفل تھے سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جماعت کرائی تو معلوم ہوا کہ سب نفلوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔

٦٨٨ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلَّوْا وَرَآءَهُ.

٦٨٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی کہ دن میں اس کو بچھا لیتے تھے اور رات میں اس کو حجرے کی طرح بنا لیتے تھے یعنی اپنے گرد اس کو کھڑا کر لیتے تھے دیوار کی طرح تا کہ لوگوں سے پردہ ہو جائے سو لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔

٦٨٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَأَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ

٦٨٩۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینے میں ایک حجرہ بنایا میں گمان کرتا ہوں (یہ راوی کا قول ہے) کہ وہ چٹائی سے تھا سو آپ نے چند راتیں اس میں نماز پڑھی اور کئی اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ نے ان کا حال معلوم کیا کہاں کو اس نماز سے بہت محبت ہوگئی ہے تو آپ بیٹھنے لگے یعنی گھر سے تشریف نہ لائے سو پھر گھر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے پہچان لیا ہے اس چیز کو جو میں نے دیکھا تمہارے کام سے یعنی میں نے معلوم کر لیا تھا کہ لوگ تراویح

فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوْسٰى سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے واسطے آ گئے ہیں سوائے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو اس واسطے کہ افضل نماز وہ ہے جس کو آدمی اپنے گھر میں پڑھے سوائے فرضوں کے۔

فائدہ: یہ حجرہ چٹائی کا وہ حجرہ نہیں تھا جو آپ کا گھر اپنے کا تھا بلکہ یہ صرف یوں ہی ایک چٹائی تھی کہ پردہ کے واسطے اپنے گرد کھڑی کر لیتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے نفل گھر میں پڑھنے افضل ہیں لیکن اگر مسجد میں بھی پڑھ لے تو جائز ہیں اس لیے کہ گھر میں افضل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد میں بالکل جائز نہیں ہیں بلکہ افعل التفضیل دلالت کرتا ہے اس پر کہ اصل فضیلت دونوں میں موجود ہے اسی طرح گھر میں افضل ہونے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ان کی جماعت جائز نہ ہو بلکہ صیغہ افعل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جماعت بھی جائز ہے گو افضل نہیں مگر اصل جواز جماعت کی اسی نفی سے نہیں نکلتی ہے واللہ اعلم لیکن عید اور خسوف اور جنازے کی نماز اس سے مخصوص ہے یعنی ان میں افضل یہی ہے کہ جماعت سے پڑھے اور اسی طرح تحیۃ المسجد اور طواف واحرام کے نفل بھی اس سے مخصوص ہیں یعنی ان میں افضل یہی ہے کہ گھر سے باہر پڑھے اور تراویح کی نماز بھی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک گھر میں پڑھنی افضل ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں پڑھے اور گھر میں نفلوں کا پڑھنا اس واسطے افضل ہے کہ اس میں کسی طرح کا ریا نہیں پایا جاتا اور گھر میں اُس سے برکت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی ہے اور شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے کذا قالہ الشیخ فی الفتح.

بَابُ إِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے طرف حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے شروع کیا کرتے تھے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آگے آتی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز کو تکبیر سے شروع کیا سوان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز کی ابتدا میں تکبیر کہنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے بخاری رحمہ اللہ کا اور جمہور علماء کے نزدیک اللہ اکبر تکبیر کے واسطے معین ہو چکا ہے جب نماز شروع کرنے لگے تو یہی لفظ کہے جیسے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس لفظ کے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا کہے تو نماز صحیح نہ ہو گی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے بدلے اور کوئی لفظ تعظیم کا جیسے اللہ الکبیر وغیرہ کہہ دے تو بھی جائز ہے اور دلیل جمہور کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو کرے پھر تکبیر کہے اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اللہ اکبر کہے اور اسی طرح ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں ابو حمید سے روایت ہے کہ

حضرت ﷺ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے تھے پس معلوم ہوا کہ مراد تکبیر سے اللہ اکبر ہے اور اسی طرح بزار میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اور اسی طرح نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ﷺ شروع نماز کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے اور حنفیہ کے پاس اس باب میں کوئی دلیل نہیں ہے پس اتباع سنت کا اولیٰ ہے۔

٦٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهُ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

٦٩٠۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے سو آپ اس گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کے داہنے پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو اس دن آپ نے ہم کو ایک نماز پڑھائی اور آپ بیٹھے تھے سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدے میں جائے تو تم بھی سجدے میں جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اس کے بدلے ربنا ولك الحمد کہو۔

فائدہ: امام بیٹھے کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنی منسوخ ہے کما مر.

٦٩١ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

٦٩١۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس کے اول میں صرف اتنا لفظ زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ گھوڑے سے گر پڑے تو آپ کے پہلو چھل گئے اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔

٦٩٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

٦٩٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا فقط لفظ آگے پیچھے ہیں لیکن اس کے اول میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔

فائدہ: بعض امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اول حدیث میں تکبیر کا کچھ بھی ذکر نہیں اور دوسری دونوں حدیثوں میں تکبیر کا ذکر ہے لیکن اُن سے تکبیر کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُن سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے پیچھے تکبیر کہے حالانکہ باب میں تکبیر کا واجب ہونا مذکور ہے سو پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث دونوں طریقوں سے ایک ہی ہے ایک طریق میں پوری ہے اور دوسرے طریق میں مختصرا آئی ہے تو گویا کہ پہلے طریق میں لفظ تکبیر کا موجود ہے گو راوی نے اختصار کی وجہ سے اس کو بیان نہیں کیا اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ اگر چہ لفظ فکبروا کا اپنے منطوق سے وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے لیکن اقتضاء اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے پس یہی قدر کافی ہے واسطے وجوب تکبیر کے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس کو کیا اور آپ کا یہ فعل بیان ہے واسطے مجمل نماز کے اور بیان واجب کا واجب ہوتا ہے اور قسطلانی میں لکھا ہے کہ کبروا امر ہے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے پس تکبیر کا واجب ہونا اس سے ثابت ہو گیا اور اسی طرح شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی پر ربنا لک الحمد کہنا بھی واجب ہوگا پس اس سبب سے اس پر اعتراض نہیں آسکتا ہے اور مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے رد کرنا بعض لوگوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ صرف نیت کرنے سے بھی آدمی نماز میں داخل ہو جاتا ہے کہ گو زبان سے اللہ اکبر کہے اور دوسری غرض اس کی حنفیوں پر رد کرنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اکبر کہنا واجب نہیں بلکہ اس کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہنا بھی جائز ہے اور تکبیر تحریمہ جمہور علماء کے نزدیک نماز کا رکن ہے اور حنفیہ کے نزدیک شرط ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے لیکن نیت نماز کی بالاتفاق واجب ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کے آخر میں اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ کہا کہ حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ میں وضو اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ سب داخل ہیں۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى

تکبیر تحریمہ کے ساتھ برابر ہاتھ اٹھانے کا بیان یعنی جب

مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَآءً.

نماز شروع کرنے کے وقت اللہ اکبر کہے تو اسی وقت تکبیر کے ساتھ ہی کانوں تک ہاتھ بھی اٹھائے اس طور سے کہ تکبیر اور ہاتھ کا اٹھانا ایک وقت میں واقع ہو۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے برابر ہاتھ اٹھائے یا تکبیر سے پہلے اٹھائے بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کو ایک وقت میں ادا کرے جب تکبیر کہے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور تکبیر کو ہاتھ اٹھانے سے پہلے کہنا کسی کا مذہب نہیں اور تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ گویا اس میں اشارہ ہے کہ میں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا اور ہر طرح سے عبادت میں متوجہ ہوا اور بعضوں نے کچھ اور حکمت بھی بیان کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ رفع یدین کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی تعظیم اور رسول کی سنت کا اتباع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رفع دین نماز کی خوبصورتی اور زینت ہے اور عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر بار ہاتھ اٹھانے کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر ایک انگلی کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے تھے لیکن بعض اس کو واجب کہتے ہیں جیسے کہ امام اوزاعی اور حمیدی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہیں مگر جو لوگ وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک ترک رفع سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر ایک روایت میں اوزاعی اور حمیدی سے۔

۶۹۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

۶۹۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کیا کرتے تھے یعنی تکبیر تحریمہ کہتے تو اس وقت دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح اس وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد اور آپ سجدے میں اس طرح نہیں کرتے تھے یعنی سجدے میں ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کو کہے اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس کے حق میں ہے جو تنہا نماز پڑھے اور امام فقط تسمیع کہے اور مقتدی تحمید کہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ.

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا اور رکوع کے وقت رفع یدین کرنا اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا۔

فائدہ: ان تین جگہ میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں كما مر وسياتی.

٦٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

۶۹۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے برابر ہوتے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تب بھی ایسے ہی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سمع الله لمن حمده اور سجدے میں ایسا نہ کرتے یعنی اس میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے وقت رکوع سے سر اٹھانے کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو مدت سے چھپ چکی ہے اس میں حسن اور حمید سے نقل کیا ہے کہ سب اصحاب رفع یدین کیا کرتے تھے انہوں نے کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ابن عبدالبر نے کہا کہ جن لوگوں سے رفع یدین کے ترک کی روایت آئی ہے انہی سے رفع یدین کرنے کی روایت بھی آ چکی ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پس ان کے قول سے رفع یدین کے ترک پر دلیل پکڑنی غلط ہے اور ترجیح بلا مرجح ہے اور محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ سب شہروں کے علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اور یہی بات صحیح اور قوی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا اور خطابی وغیرہ نے کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول بھی یہی ہے اور مالکیوں کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں پر حق ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کریں واسطے اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جو گزر چکی ہے اور کہا کہ علی بن

مدینی اپنے زمانے کے سب علماء سے زیادہ عالم تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رفع یدین کو سترہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور حاکم اور ابوالقاسم نے کہا کہ رفع یدین کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے اور ابوالفضل حافظ نے ذکر کیا ہے کہ اس کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ رفع یدین میں چار سو حدیث آ چکی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ سیوطی نے کہا ہے کہ رفع یدین کی حدیث متواتر ہے لیکن حنفیہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ اس جگہ میں اُن کی گنجائش نہیں لیکن مختصرا کچھ تھوڑا سا بیان کیا جائے۔ پہلی دلیل ان کی مجاہد کا قول ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس میں نے ان کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی اسناد میں ابو بکر بن عیاش واقع ہوا ہے اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا پس اس سے دلیل پکڑنی صحیح نہیں اور اگر بفرض محال اس کی صحت تسلیم بھی کی جائے تو کہا جائے گا کہ سالم اور نافع وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کو ثابت کیا ہے اور وہ اس سے حفظ میں بھی زیادہ ہیں اور شمار میں بھی زیادہ ہیں پس ان کی روایت اعتبار کے زیادہ قابل ہے مجاہد کی روایت سے اور نیز ان کی روایت رفع یدین کی مثبت ہے اور مجاہد کی روایت اس کی نافی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر کما تقرر فی الاصول اور نیز دونوں روایتوں میں تطبیق بھی ممکن ہے بایں طور کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین کو واجب نہیں جانتے تھے پس کبھی کیا اور کبھی نہ کیا پس ان کا کبھی ترک کر دینا اس کے جواز کے مخالف نہیں ورنہ ان کا رفع یدین کرنا اس پر دلالت کرے گا کہ رفع یدین چھوڑنا جائز نہیں پس تطبیق مقدم ہے نسخ اور ترجیح پر اور نیز مجاہد کی روایت ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ اس نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس نے رفع یدین نہیں کی تھی سو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو پتھر اٹھا کر مارا۔ دوسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے جو ابو داؤد وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا سو آپ نے رکوع کے وقت رفع یدین نہ کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور ابن مبارک نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو مثبت مقدم ہے نافی پر اور نیز یہ جواز کی حدیث کے مخالف نہیں کبھی کبھار کیا ہو گا اور کبھی نہ کیا ہو گا اور نیز کلمہ ثم لا یعود کا ابو داؤد کے اصل کسی نسخے میں موجود نہیں اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن سے نہیں جانتے ہیں اور رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو درست نہیں جانتے ہیں وعلی ہذا القیاس جنبی کے واسطے تیمّم جائز نہیں رکھتے ہیں سو اسی طرح سے احتمال ہے کہ ان کو رفع یدین بھی یاد نہ رہا ہو پس اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ رفع یدین سے نماز باطل ہو جاتی ہے سو اس کا جواب یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع یدین میں کہا کہ جو اس کو بدعت کہے اس نے

صحابہ میں طعن کیا اس لیے کہ کسی صحابی سے اس کا ترک کرنا ثابت نہیں پس اس سے لازم آئے گا کہ ان کی سب نمازیں باطل ہوئیں اور یہ بات کوئی مسلمان اپنی زبان پر نہیں لاسکتا ہے باقی تفصیل اس مسئلے کی کتاب رفع یدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں اور تنویر العینین وغیرہ رسائل میں مذکور ہے شائق ان کا مطالعہ کرے اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث رفع یدین کا راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے اور اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے رفع یدین ترک کر دیا تھا اور جب کہ راوی اپنے مروی کے خلاف عمل کرے تو وہ دلالت کرتا ہے اس کے منسوخ ہونے پر پس یہ حدیث منسوخ ہو گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین کو چھوڑ دینا ثابت نہیں ہوتا ہے کما مر اور دوم یہ کہ راوی کا اپنے مروی کو چھوڑ دینا بغیر تصریح کسی دلیل شرعی کے کچھ مفید نہیں اور ایسے صحابی جلیل القدر سے ایسے عمل کا صادر ہونا مسلم نہیں جب تک کہ اس کے واسطے کوئی عمل صحیح نہ پیدا کیا جائے اور سوم یہ کہ غیر معصوم کے فعل کے ساتھ حسن ظن سے تمسک کر کے معصوم کے فعل کو ترک کرنا ہے اور یہ قطعًا باطل ہے اس لیے کہ ناسخ منسوخ سے بہت ضعیف ہے اور چہارم یہ کہ احتمال ہے کہ راوی کے نزدیک وہ فعل مستحب یا مباح ہو واجب نہ ہو پس اس کو رخت کے واسطے کبھی کبھی ترک کردیا ہو پس اس سے اس حدیث کے نسخ پر دلیل پکڑنی قطعا باطل ہے اس واسطے کہ مستحب اور مباح کو ترک کرنا بالاتفاق جائز ہے اور نیز تلویح میں لکھا ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہوئے کہ اس نے روایت سے پہلے عمل کیا ہے یا پیچھے تو ایسی روایت میں جرح نہیں ہو سکتی اور چونکہ یہاں بھی معلوم نہیں کہ عمل عبداللہ رضی اللہ عنہ کا روایت کرنے سے پہلے ہے یا پیچھے تو اب یہ اس حدیث کے واسطے جرح نہیں ہو سکے گی پس ناسخ ہونا بطریق اولیٰ نہیں ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا ابتدا اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا سو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ بیہقی میں اس حدیث کے آخر میں اتنا لفظ آ گیا ہے **فما زالت تلك صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لقى الله** یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا پس جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر دم تک رفع یدین کرنا ثابت ہو گیا تو پھر رفع یدین کرنا منسوخ کب ہوا؟ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وحی اتری تھی؟ ثانیًا پہلے گزر چکا ہے کہ حسن نے کہا کہ اصحاب سب رفع یدین کرتے تھے اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ذکر ہے اور نیز پہلے گزر چکا ہے کہ سب شہروں کے علماء کا اجماع ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مجتہدین کا پس جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب صحابہ اور تابعین اور آئمہ مجتہدین سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہو چکا ہے تو اب کہا جائے گا کہ اگر رفع یدین کرنا منسوخ ہوتا تو صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں کرتے اور تابعین اور آئمہ مجتہدین وغیرہ جائز کیوں کہتے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مجتہدین کو اس کا منسوخ ہونا معلوم نہ ہوا حالانکہ مجتہد کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ناسخ منسوخ کو جانتا ہو پھر یہ لوگ مجتہد کویں بن بیٹھے؟ پس معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہے۔ ثالثًا نسخ میں یہ شرط ہے کہ ناسخ منسوخ کے مساوی ہو اور منسوخ سے مؤخر ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو جیسے

کہ نخبہ اور اس کی شرح میں موجود ہے پس اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں تو دعویٰ نسخ جائز ہے ورنہ دعویٰ نسخ باطل ہے اور چونکہ یہاں ان تین شرطوں سے ایک بھی موجود نہیں لہٰذا دعویٰ نسخ قطعا باطل ہے اسی واسطے شارح فارسی بخاری نے لکھا ہے کہ دعویٰ نسخ کا خالی اعتراض سے نہیں بلکہ دعویٰ نسخ سے یہ بات آسان ہے کہ مان لیا جائے کہ دونوں امر سنت ہیں رفع یدین کرنا بھی اور نہ کرنا بھی اور ایسا ہی لکھا ہے شیخ عبدالحق نے فتح المنان میں تمام ہوا مسئلہ رفع یدین کا۔

٦٩٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَاٰى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

٦٩٥۔ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب نماز پڑھتا تو اللہ اکبر کہتا اور دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتا تو دونوں ہاتھ کو اٹھاتا اور جب رکوع سے سر اٹھاتا تو اس وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتا اور حدیث بیان کرتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

بَابُ إِلٰى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

کہاں تک ہاتھ اٹھائے یعنی رفع یدین کرنا جو ان تین جگہوں میں آیا ہے تو ان میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے کندھوں تک یا کانوں تک اور ابو حمید نے اپنے ساتھیوں میں کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے ہیں۔

٦٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ

٦٩٦۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز کی تکبیر شروع کی سو جب تکبیر کہی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہی تو اس وقت بھی ہاتھوں کو اٹھایا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو اس وقت بھی ایسا ہی کیا اور جب سجدہ میں جاتے تو ہاتھ نہ اٹھاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس وقت بھی ہاتھ نہ اٹھاتے۔

يَسْجُدُ وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رفع یدین کرنے کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور یہی معلوم ہوتا ہے مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا کہ صرف یہی حدیثیں لایا ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مسلم میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہے کہ اس کی اسناد زیادہ صحیح ہے اور ان دونوں میں تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں امر جائز ہوں۔ واللہ اعلم

فائدہ: حنفیہ کہتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے لیکن اس فرق میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی پس ظاہرًا دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ.

جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت بھی رفع یدین کرے یعنی مثلاً چار رکعت نماز میں سے جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

٦٩٧ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا.

٦٩٧۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر جب تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو تو اس وقت بھی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور بعضوں کے نزدیک سجدہ

میں بھی رفع یدین کرنا آیا ہے اور اس باب میں ایک حدیث بھی فتح الباری میں نسائی سے نقل کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا بیان۔

٦٩٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُوْ حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهٗ إِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ.

٦٩٨۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) لوگوں کو حکم کیا جاتا تھا کہ نماز میں آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ابو حازم نے کہا کہ سہل رضی اللہ عنہ اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتا تھا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کا حکم کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو ہاتھوں کو باندھ لے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور اس کے برخلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہوا لیکن اس حدیث میں تصریح نہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے یا بازو پر رکھے مگر نسائی کی حدیث میں صریح آچکا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور پہنچے پر رکھے اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ ہاتھوں کو ناف سے اوپر باندھے یا ناف سے نیچے باندھے مگر صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھے اور ایسا ہی مسند امام احمد میں ہے اور ایسا ہی بزار میں ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو سینہ پر باندھے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ سینے کے اوپر باندھے خواہ نیچے باندھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہاتھ ناف سے نیچے باندھے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے اور حکمت ہاتھ باندھنے میں یہ ہے کہ یہ صورت ہے اس سائل کی جو ذلیل ہو کر کسی کے دروازے پر مانگنے کو آتا ہے۔

بَابُ الْخُشُوْعِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں عذاب الٰہی سے ڈرنا۔

فائدہ: نماز میں خشوع اور عذاب سے ڈرنے کی علامت یہ ہے کہ نہایت ذلیل ہو کر رہے اور دل کو حاضر رکھے اور دائیں بائیں التفات نہ کرے۔

٦٩٩ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ

٦٩٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هَا هُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَإِنِّيْ لَأَرَاكُمْ وَرَآءَ ظَهْرِيْ.

کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا سامنا ادھر ہے اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع چھپا نہیں رہتا اور بے شک میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے۔

فائدہ: بہت لوگ نومسلم ادب سے نماز نہ پڑھتے رکوع اور سجود اور صف میں برابر کھڑے ہونے سے غفلت کرتے تھے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی۔

۷۰۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ.

۷۰۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درست کرو رکوع اور سجود کو سو قسم ہے اللہ کی میں تم کو دیکھتا ہوں اپنی پس پشت سے اور بہت وقت آپ نے یہ فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں خشوع کا ذکر نہیں لیکن شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض ہے کہ تمام نماز میں تمام اعضاء کو ظاہر میں درست رکھنا دلیل ہے اوپر خشوع کے اس لیے کہ ظاہر کا سکون باطن کی دلیل ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اس سے معلوم ہوا کہ جب آدمی نماز میں کھڑا ہو تو کمال خشوع کے ساتھ رہے اور دل کو حاضر رکھے اور عذاب سے ڈرتا رہے لیکن اگر نماز میں خشوع کو ترک کرے تو نماز ہو جاتی ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نماز میں خشوع بالاجماع واجب نہیں لیکن آدمی کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے خشوع اور حضور دل کو نماز میں پیدا کرے اور جو اختیار سے باہر ہو جائے تو خیر لیکن نماز میں کسی نہ کسی رکن میں ضروری ہے کہ دل کو حاضر کرلے اور اللہ کے عذاب سے ڈرے اور بعض نے کہا کہ نماز میں خشوع رکھنا فرض ہے لیکن اگر نماز کے ایک جز میں بھی ہو جائے تو کافی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ.

اس چیز کا بیان جو تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے یعنی تکبیر اولیٰ کے بعد کیا چیز پڑھی جائے؟

۷۰۱ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ

۷۰۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد کے ساتھ شروع کیا کرتے تھے۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ بِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء ہے یا نہیں اور سورۂ الحمد کے ساتھ بسم اللہ کو بھی پڑھنا چاہیے یا نہیں سو بعض تو کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء ہے جب الحمد پڑھے تو بسم اللہ اس کے ساتھ پڑھے اور وہ لوگ اس حدیث الحمد للہ الخ سے سورۂ فاتحہ مراد لیتے ہیں یعنی اس کا یہ معنی نہیں کہ الحمد للہ ہی سے اول شروع کرے بلکہ معنی یہ ہے کہ تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے پس بسم اللہ بھی اس میں آ گئی کہ اُن کے نزدیک فاتحہ کی جزء ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیوں کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز میں الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھے نہ پکار کر اور نہ پوشیدہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزء نہیں اور وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ قراءت کو الحمد للہ سے شروع کرتے تھے یعنی سورۂ الحمد کے اول میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے لیکن اس باب میں بہت حدیثیں صحیح آ چکی ہیں جو دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بسم اللہ الحمد کی جزء ہے چنانچہ صحیح بخاری میں باب فضائل میں آگے آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ الحمد للہ سبع مثانی ہے یعنی سات آیتیں ہیں ان میں سے چھ آیتیں الحمد ہے اور ساتویں آیت بسم اللہ ہے اور بیہقی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب الحمد شروع کرو تو اس کے اول میں بسم اللہ پڑھو کہ بسم اللہ بھی اس کی ایک آیت ہے اور اسی قسم کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ شریف سورۂ فاتحہ کی جزء ہے جب سورۂ فاتحہ پڑھے تو پہلے بسم اللہ پڑھے اور جن حدیثوں سے حنفیہ دلیل پکڑتے ہیں سو ان سے بعض حدیثوں میں تو یہ آیا ہے کہ الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد بسم اللہ نہ پڑھنے سے یہ ہے کہ بسم اللہ سنی نہیں جاتی تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد نہ سننے سے یہ ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے اس کا یہ معنی نہیں کہ بسم اللہ کو پڑھتے ہی نہیں تھے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور سب الفاظ مختلف آپس میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس باب کے اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ بسم اللہ مطلق نہیں پڑھتے تھے بلکہ احتمال ہے کہ اس کو پوشیدہ پڑھ لیتے ہوں گے ورنہ آئندہ حدیث میں جو دعا آتی ہے وہ بھی پڑھنی جائز نہیں ہوگی اس لیے کہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو الحمد للہ سے شروع کرتے تھے پس الحمد سے پہلے بھی کوئی چیز پڑھنی جائز نہیں ہوگی اور بعض نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب بھی بسم اللہ کی سنیت کے قائل ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے اول بسم اللہ پوشیدہ پڑھے اور بسم اللہ پکار کر پڑھنا بھی بہت صحابہ سے ثابت ہے لیکن افضل یہی ہے کہ پوشیدہ پڑھے اور پکار کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۷۰۲ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآئَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَآئَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ أَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

۷۰۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءۃ کے درمیان تھوڑا سا چپ رہتے تھے راوی نے کہا کہ ایک لحظہ سکوت کرتے تھے سو میں نے عرض کی کہ یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان سکتہ میں کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتا ہوں کہ الٰہی! فرق ڈال دے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان جیسے تو نے فرق ڈالا ہے مشرق اور مغرب میں یعنی معاف کر دے الٰہی! چھانٹ ڈال اور صاف کر دے مجھ کو گناہوں سے جیسے سفید کپڑا چھانٹا جاتا ہے میل سے الٰہی! دھو ڈال میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولے سے یعنی طرح طرح کی مغفرت اور رحمت کر۔

فائدہ: اس حدیث میں تین دعائیں ہیں پہلی دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے آئندہ کے اور دوسری دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے حال کے اور تیسری دعا سے اشارہ ہے طرف زمانے ماضی کے تو مطلب یہ ہے کہ میری تمام عمر کے گناہوں کو مٹا دے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان یہ دعا پڑھنی مستحب ہے خواہ فرض ہوں خواہ نفل ہوں اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد إِنِّيْ وَجَّهْتُ الخ پڑھے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ سبحانك اللّٰهُمَّ الخ پڑھے سو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ان دونوں کو جمع کرے اور ہر نماز میں پوشیدہ پڑھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فرضوں میں تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانك اللّٰهُمَّ الخ پڑھے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت اہل علم کا لیکن یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو باب میں مذکور ہو چکی ہے سب سے زیادہ ترصحیح ہے پس اس دعا کو پڑھنا سب سے افضل ہے یا ان حدیثوں میں تطبیق اس طور سے ہو سکتی ہے کہ کبھی کسی دعا کو پڑھ لے اور کبھی کسی دعا کو پڑھے تارۃً فتارۃً پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ایسی دعا پڑھنی بھی جائز ہے جو قرآن میں نہ ہو مگر حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو دعا قرآن میں نہ ہو اس کو نماز میں پڑھنا جائز نہیں سو یہ حدیث ان پر رد کرتی ہے۔

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

فائدہ: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے لیکن اس باب کو پہلے باب سے تعلق ہے کہ اس میں دعا کا ذکر ہے اور اس میں مناجات کا ذکر ہے پس یہی مناسبت ہے اس باب کی پہلے باب سے اور صحیح بخاری میں اس قسم کے بہت باب ہیں جو کہ ترجموں سے خالی ہیں لیکن اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو اس قسم کا باب ہو اس کو اس سے پہلے باب سے کوئی نہ کوئی وجہ مطابقت کی ضرور ہو گی اور یہی غرض ہوتی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خالی باب سے، واللہ اعلم۔

٧٠٣ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ أَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّیَ الْجَنَّةُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَیْهَا لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّیَ النَّارُ حَتّٰی قُلْتُ أَیْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا لَا أَطْعَمَتْهَا وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ

٧٠٣۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی سو آپ نماز میں کھڑے ہوئے اور قیام کو بہت لمبا کیا پھر آپ نے رکوع کیا سو رکوع کو بہت لمبا کیا پھر سیدھے کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا سو بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سجدے سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سیدھے کھڑے ہوئے سو بہت دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا سو بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا اور بہت دیر تک سیدھے کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ کیا سو بہت دیر تک سجدے میں رہے پھر سجدے سے سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور سجدہ لمبا کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ بے شک بہشت مجھ سے قریب ہوگئی یہاں تک کہ اگر میں اس پر دلیری کرتا تو البتہ انگور کا گچھا بہشت سے توڑ کر تمہارے پاس لاتا اور دوزخ بھی مجھے قریب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کہا اے الٰہی! کیا میں بھی دوزخ والوں کے ساتھ ہوں سو اچانک اس میں ایک عورت تھی میں گمان کرتا ہوں کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ بلی اس کے چہرے کو اکھاڑتی تھی یعنی اس کو کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی میں نے کہا کہ کیا حال ہے اس

خَشِيْشِ أَوْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

عورت کا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ بھوک سے مرگئی نہ اس کو کھلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ زمین کے جانور اور کیڑے کھاتی۔

فائدہ: اور وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے پہلے گزر چکی ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں امام کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا جائز ہے۔

فائدہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز میں امام کی طرف دیکھنا جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ سجدے کی جگہ میں نظر رکھے کہ اس میں خشوع زیادہ ہے اور ضروری حالات امام کے اس میں ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کا بعض ٹکڑا بعض کو کچلے ڈالتا ہے یعنی نہایت زور سے لہراتا ہے جب کہ تم نے مجھ کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔

فائدہ: یہ جو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے مجھ کو پیچھے ہٹتے دیکھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کی طرف دیکھنا جائز ہے کہ آپ نے اس سے منع نہ فرمایا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ.

٧٠٤۔ ابو معمر سے روایت ہے کہ میں نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے اس نے کہا ہاں پڑھتے تھے سو ہم نے کہا کہ تم اس بات کو کس طرح پہچانا کرتے تھے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے ہلنے سے ہم پہچانتے تھے۔

٧٠٥ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ

٧٠٥۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے سو جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو لوگ سیدھے کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کو دیکھتے کہ سجدے میں چلے گئے ہیں۔

الرُّکُوعِ قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْنَهٗ قَدْ سَجَدَ.

۷۰۶۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ إِنِّيْ أُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَخَذْتُهٗ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

۷۰۶۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے سورج گہن کی نماز پڑھی سو اصحاب نے عرض کی کہ یا حضرت ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ میں کوئی چیز پکڑی ہے پھر ہم نے دیکھا ہے کہ آپ پیچھے ہٹ گئے ہیں سو آپ نے فرمایا کہ بے شک میں نے بہشت کو دیکھا سو میں نے اسے انگور کا گچھا پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس سے ہمیشہ کھاتے جب تک دنیا باقی رہتی یعنی تم اس کو قیامت تک کھاتے اور وہ کم نہ ہوتا۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے انگور کا گچھا پکڑنے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب اذن نہ ہوا تو آپ نے نہ لیا۔

۷۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا.

۷۰۷۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے سو آپ نے ہاتھ سے مسجد کے قبلے کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ البتہ میں نے اب دیکھا ہے جب کہ تم کو نماز پڑھائی کہ بہشت اور دوزخ کی صورت میرے سامنے لائی گئی اس دیوار کی طرف سو میں نے برائی اور بھلائی میں آج جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

فائدہ: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام کی طرف نظر کرنی جائز ہے اس لیے کہ براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ جب اصحاب حضرت ﷺ کو دیکھتے کہ سجدے میں چلے گئے ہیں تو اس وقت حضرت ﷺ سے پیچھے سجدہ کرتے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ ہے کہ ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ظاہر یہ مسئلہ باب کا ثابت نہیں ہوتا لیکن در اصل یہ دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے پس مطابقت حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ افضل یہ ہے کہ نمازی نماز میں اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ میں رکھے لیکن اگر کسی حاجت کے واسطے امام کی طرف دیکھے اور سجدہ کی جگہ نہ دیکھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی

ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور کوفیوں کے نزدیک مستحب ہے کہ نمازی نظر کو سجدے کی جگہ میں رکھے پس یہ مسئلہ ان کے مخالف نہیں ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے۔

فائدہ: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے بعض کہتے ہیں اس واسطے مکروہ ہے کہ قبلے کی طرف سے پھرنا لازم آتا ہے اور نماز سے باہر دعا وغیرہ میں اس کی طرف دیکھنا مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

۷۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَآءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

۷۰۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اُن لوگوں کا جو نماز میں اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں سو آپ نے اس کی سخت تاکید کی یہاں تک کہ فرمایا کہ بے شک باز رہیں لوگ اپنی آنکھ اٹھانے سے آسمان کی طرف نہیں تو اُن کی نظریں چھن جائیں گی۔

فائدہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں معلوم کیا تھا کہ بعض لوگوں نے نماز میں آسمان کی طرف دیکھا تھا اس واسطے آپ نے عام طور سے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کو خاص کر کہا گیا تو لوگوں میں اس کو ذلت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنی مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ اس پر وعید وارد ہوئی ہے لیکن نماز سے باہر آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ نہیں خواہ دعا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ. نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

فائدہ: مراد التفات سے یہ کہ آنکھ سے دیکھے مگر قبلے سے سینہ نہ پھیرے اور نہ گردن پھیرے اگر تمام گردن پھر جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا لیکن جو حدیث بیان کی وہ دلالت کرتی ہے اس پر کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے اور اس پر اجماع ہے لیکن جمہور کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہے پس بہر حال اس میں احتیاط بہتر ہے علماء نے کہا ہے کہ نماز میں التفات اس واسطے مکروہ ہے کہ اس سے خشوع نہیں رہتا ہے یا بعض بدن کے ساتھ قبلے سے پھرنا لازم آتا ہے۔

۷۰۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

۷۰۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ.

سے نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کا حکم پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ یہ اچک لینا ہے کہ شیطان اس کو آدمی کی نماز سے لے بھاگتا ہے یعنی نماز کی لذت اور حضور دل اور خشوع اس سے دور ہو جاتا ہے۔

فائدہ: چونکہ شیطان آدمی کے حضور اور اس کے دل کے درمیان واقع ہوتا ہے اور ادھر ادھر دیکھنے کا سبب ہوتا ہے اس واسطے اس فعل کو شیطان کی طرف نسبت کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے کہ یہ فعل شیطان کا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۰ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هٰذِهٖ اذْهَبُوا بِهَا إِلٰى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ.

۷۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک بار نقش دار چادر میں نماز پڑھی سو فرمایا کہ اس کی نقش کاری نے مجھ کو نماز میں غافل کر دیا اور فرمایا کہ اس ساہ لوئی دھاری دار کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس ابوجہم کی موٹی کملی لے آئے۔

فائدہ: ابوجہم نے باریک سیاہ کملی چوکھنٹے جس کے دونوں کناروں پر دھاریاں تھیں حضرت ﷺ کو تحفہ بھیجا حضرت ﷺ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی پھر نماز کے بعد یہ فرمایا یعنی اس کی عمدگی اور نقش کاری نے خشوع میں خلل ڈالا اس واسطے حضرت ﷺ نے اس کو پھیر دیا اور اس کے عوض موٹی کملی منگوائی تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو معلوم ہوا کہ جو لباس نماز میں خلل ڈالے اس کو پہننا مکروہ ہے اور وہ چادر حضرت ﷺ کے مونڈھوں پر تھی اور جب کہ آپ نے اس کو نماز میں دیکھا تو یہ التفات میں داخل ہے اس واسطے کہ جب آدمی مونڈھوں کی طرف دیکھے تو ضرور کچھ نہ کچھ التفات ہو جاتا ہے اسی وجہ سے آپ نے نماز کے بعد اس کو اتار ڈالا پس معلوم ہوا کہ نماز میں التفات مکروہ ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ حدیث دوسرے پارے میں بھی گزر چکی ہے۔

بَابُ هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ أَوْ يَرٰى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ وَقَالَ سَهْلٌ الْتَفَتَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جب نماز میں کسی کوئی کام پیش آ جائے جیسے کہ کوئی دیوار گر پڑے یا کوئی درندہ دیکھ لے یا تھوک کو قبلے میں دیکھے تو اس صورت میں التفات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز میں التفات کیا اور حضرت ﷺ کو دیکھا۔

فائدہ: یہ حدیث مرض الموت کی پہلے گزر چکی ہے اس میں حضرت ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز دوہرانے کو نہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہ التفات جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۱ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ رَوَاهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ.

۷۱۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں کھنکھار لگا دیکھا اور آپ لوگوں کے آگے نماز پڑھا رہے تھے سو آپ نے اس کو ٹھیکری سے کھرچ ڈالا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہو تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے یعنی اللہ کا قبلہ ہے اس کے روبرو سو کوئی آدمی نماز میں اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کے قبلے میں تھوک لگی ہو تو اس کی طرف دیکھنا مکروہ نہیں کہ حضرت ﷺ نے تھوک کی طرف نماز میں دیکھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۷۱۲ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَفْتَتِنُوْا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

۷۱۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ لوگ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ امام بنے تھے یعنی مرض الموت میں تو اچانک نہ پایا ان کو مگر حضرت ﷺ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا اور لوگوں کی طرف نظر کی اور لوگ صف باندھے تھے سو آپ نے تبسم فرمایا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ ایڑیوں پر پیچھے ہٹے تا کہ صف میں پہنچیں اور گمان کیا کہ حضرت ﷺ گھر سے تشریف لانے کا ارادہ کرتے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کیا کہ نماز میں دیوانے ہو جائیں سو آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی نماز تمام کرو اور پردہ لٹکا دیا سو اسی دن کے آخر میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا اللہ کی ہزار ہزار رحمت ہو ان پر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی امر حادث کے واسطے التفات کرنا نماز میں مکروہ نہیں اس لیے کہ جب

حضرت ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھایا تو سب اصحاب نے آپ کی طرف التفات کیا اور آپ نے اشارہ فرمایا کہ نماز تمام کرو سو اگر لوگوں کا آپ کی طرف التفات نہ ہوتا تو آپ کے اشارہ کو کس طرح دیکھ سکتے تھے اور پھر آپ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہیں کیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَآئَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ.

نماز میں قرآن پڑھنا امام پر بھی واجب ہے اور مقتدی پر بھی واجب ہے سب نمازوں میں حضر میں بھی اور سفر میں بھی اور جہری نمازوں میں بھی اور سری نمازوں میں بھی یعنی مقتدی پر قرآن پڑھنا فقط سری نمازوں میں ہی نہیں بلکہ ویسے ہی جہری نمازوں میں بھی واجب ہے۔

فائدہ: جہری نمازیں وہ ہیں جن میں قرآن پکار کر پڑھا جاتا ہے جیسے کہ مغرب اور عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں اور سری نمازیں وہ ہیں جن میں قرآن پوشیدہ پڑھا جاتا ہے جیسے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور اصل غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ مقتدی پر بھی قرآن پڑھنا واجب ہے اگر مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ایک کتاب مستقل لکھی ہے جو مدت سے مطبوع ہو کر شائع ہو چکی ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔

۷۱۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ

۷۱۳۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوفے والوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی سو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معزول کر دیا اور عمار رضی اللہ عنہ کو ان پر سردار بنایا سو انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ کہا وہ نماز اچھی نہیں پڑھتا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو اس کے پاس بھیج کر بلایا سو اس کو کہا کہ اے ابا اسحاق! (یہ سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) یہ لوگ کوفے والے گمان کرتے ہیں کہ تو نماز اچھی نہیں پڑھتا سو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی میں تو ان کو حضرت ﷺ کی نماز پڑھایا کرتا تھا اس سے کوئی چیز نہیں چھوڑتا تھا سو میں عشاء کی نماز پڑھتا تھا سو پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا تھا اور اخیر دو رکعتوں میں قراءت ہلکی پڑھتا تھا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تیری نسبت یہی گمان ہے یعنی بیشک تو نماز اچھی پڑھتا ہوگا کوفے والوں کی شکایت

يَا أَبَا إِسْحَاقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

غلط ہے سو عمر رضی اللہ عنہ نے کسی مرد کو کوفے میں بھیجا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا حال تحقیق کیا جائے سو اس ایلچی نے کوفے کی سب مسجدوں سے پوچھا سو تمام لوگ اس کی تعریف کرتے تھے کہ وہ نیک آدمی ہے یہاں تک کہ وہ ایلچی تحقیق کرتے ہوئے بنی عبس کی ایک مسجد میں آیا سو اُن میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا کہ نام اس کا اسامہ تھا اور کنیت اُس کی ابا سعدہ تھی سو اس نے کہا کہ جب کہ تو نے ہم کو قسم دے کر پوچھا ہے تو اب میں سچ کہتا ہوں کہ سعد رضی اللہ عنہ نہ تو لشکر کے ساتھ جاتا تھا یعنی جہاد میں اور نہ مال برابر بانٹتا تھا اور نہ جھگڑے میں انصاف کرتا تھا سو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی البتہ میں تیری حق میں بد دعا کرتا ہوں ساتھ تین چیزوں کے یعنی ان تین عیبوں کے بدلے جو تو نے میرے ذمہ لگائے ہیں سو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں یہ بد دعا کی کہ اے الٰہی! اگر یہ بندہ تیرا جھوٹا ہے اور لوگوں کو دکھلانے اور سنانے کے واسطے کھڑا ہوا ہے یعنی تا کہ لوگ اس کی شہادت دیں اور خلیفہ کے حضور میں اس کا ذکر ہو تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کو محتاجی بہت دے اور اس کو مصیبتوں میں مبتلا کر سو سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا اس کے حق میں قبول ہو گئی اور وہ نہایت ذلیل ہو گیا سو جب کوئی اس سے پوچھتا کہ تجھ کو کیا ہوا ہے؟ تو کہتا کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا میرے حق میں تاثیر کر گئی۔ عبدالملک نے کہا کہ میں نے اس کو بعد اس کے دیکھا کہ بڑھاپے کے سبب سے اس کی دونوں بھویں اس کی آنکھوں پر گر پڑھیں ہوئیں تھیں اور راہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا اور ان کے پاؤں ملتا یعنی نہایت فقر اور محتاجی سے اس لیے کہ اگر غنی ہوتا تو ان کے پاؤں ملنے کی حاجت نہ پڑتی اور اس

سے گناہ میں مبتلا ہونا اس کا بھی ظاہر ہو گیا۔

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں قراءت لمبی کرتا تھا اور ہلکی پڑھتا تھا اور ان کو حضرت ﷺ کی نماز پڑھاتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ نماز میں قراءت کو نہیں چھوڑتے تھے اور حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری نماز کی طرح نماز پڑھو پس مطابقت اس حدیث کی باب کے بعض مسئلوں سے ثابت ہوگئی اور یہ کہ امام پر قراءت واجب ہے جہری نماز میں بھی اور سری نماز میں بھی اور باقی مسئلے باب کے یعنی مقتدی پر قراءت کا واجب ہونا اور سفر میں قراءت کا واجب ہونا اور حضر میں بھی سو یہ باب کی دوسری حدیثوں سے ثابت ہیں جیسے کہ ابھی آتا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کسی سردار کی خلیفہ کے پاس شکایت آئے تو اس کو معزول کرنا جائز ہے اگرچہ کوئی قصور اس کے ذمہ ثابت نہ ہو جب کہ اُس میں کوئی مصلحت ہو اور عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو اس واسطے معزول کیا تھا تاکہ فتنے کی جڑ اکھڑ جائے اور یا یہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ چار برس کے بعد عامل کی بدلی کر دیتے تھے اور یہ کہ اگر کوئی عامل کی شکایت کرے تو عامل سے دریافت کرنا چاہیے اور جس جگہ اُس کی حکومت ہو وہاں سے اس کے حال کی تحقیق کرنی چاہیے اور یہ کہ عدالت گواہ کی اس کے ہمسایہ سے پوچھی جائے اور یہ کہ جس افتراء میں سب اور گالی کی غرض ہو اس کے قائل کو تعزیر دی جائے اور یہ کہ ظالم پر بددعا کرنی جائز ہے اس چیز کی جس سے اس کے دین میں نقصان آئے اور یہ جو اس نے کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی دعا میرے حق میں تاثیر کر گئی تو اس دعا کا اثر تھا جو حضرت ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی تھی کہ الٰہی! جب سعد رضی اللہ عنہ کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول کر اسی واسطے لوگوں میں مشہور تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات ہیں اور اس شخص نے سعد رضی اللہ عنہ کے تین عیب بیان کیے پہلا عیب کے جان کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے کہ وہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتا یعنی اس میں شجاعت اور بہادری نہیں سو اس کے بدلے سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے حق میں ایسی بددعا کی جو جان کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے کہ اس کی عمر کو لمبا کر دے اور دوسرا عیب مال کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے یعنی یہ کہ برابر نہیں بانٹتا اور تیسرا دین سے علاقہ رکھتا ہے سو سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے بدلے ایسی بددعا کی جو مال اور دین سے علاقہ رکھتی ہے یعنی اس کو محتاجی اور مصیبتوں میں مبتلا کر۔

٧١٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

۷۱۴۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز درست نہیں اس کی جس نے الحمد کی سورۃ نہ پڑھی۔

فائدہ: قسطلانی نے کہا کہ یہ حدیث عام ہے سب کو شامل ہے خواہ امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا ہو خواہ جہری نماز ہو

خواہ سری نماز ہو پس نماز میں ہر آدمی پر سورۂ الحمد پڑھنی واجب ہے ہر رکعت میں پس ثابت ہوا کہ مقتدی پر قراءت پڑھنی بھی واجب ہے خواہ حضر میں ہو خواہ سفر میں ہو اور یہی ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور جمہور علماء کا مذہب بھی یہی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب ہے اگر اس کو نہ پڑھے تو نماز درست نہیں ہوتی اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ومن بعدھم کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مجتہدین کا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جہری نماز میں جائز نہیں رکھتے ہیں اور ابن حبان نے کہا کہ یہی مذہب جمہور کا ہے سوائے حنفیوں کے اور ابن مبارک نے کہا کہ میں بھی امام کے پیچھے قراءت پڑھتا ہوں اور تمام لوگ بھی پڑھتے ہیں مگر کوفے والوں کی ایک جماعت نہیں پڑھتی اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ میں عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی سو آپ پر قراءت بھاری ہوگئی پس فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو اصحاب نے عرض کی کہ ہاں پڑھتے ہیں فرمایا کہ کچھ نہ پڑھا کرو مگر سورۂ الحمد پڑھ لیا کرو اس لیے کہ جو اس کو نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور تحدیث بھی اس میں ثابت ہے اور اس کے توابع اور شواہد بھی بہت حدیثیں ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی اور حدیث ابو داؤد وغیرہ کی درحقیقت دونوں ایک ہی ہیں اور ابو داؤد وغیرہ کے طریق میں پوری ہے اور بخاری کے طریق سے مختصر ہے پس یہ حدیث صریح ہے اس باب میں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑنی واجب ہے جو کہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز نہیں اور چونکہ یہ حدیث بخاری کی اپنے عموم کے ساتھ مقتدی کی قراءت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اس واسطے حنفیہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سورۂ الحمد نہ پڑھنے والے کی نماز کے نہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی یعنی کمال حاصل نہیں ہوتا اصل نماز درست ہو جاتی ہے سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے اول یہ کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد نماز سے یہاں اس کا معنی شرعی ہے لغوی نہیں اس لیے کہ پیغمبر صاحب لفظوں کا شرعی معنی بتلانے واسطے آئے تھے لغت بتلانے کے لیے نہیں آئے تھے پس اندریں صورت نفی نماز کی طرف متوجہ ہوگی یعنی نماز کی ذات بالکل نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ مرکب چیز جیسے کہ کل اجزاء کی نفی سے معدوم ہو جاتی ہے ویسے ہی بعض اجزاء کے عدم سے بھی معدوم ہو جاتی ہے اور فاتحہ بھی نماز شرعی کی ایک جزء ہے اور جب وہ اس مرکب میں پائی نہ گئی تو کل مرکب کی ذات معدوم ہوئی اور جب نفی اس کی ذات کی طرف متوجہ ہوئی تو نفی کمال کی تاویل قطعا باطل ہوگئی پس نفی کمال پر اس کو محمول کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ دوم اس وجہ سے کہ اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے کہ یہ نفی ذات نماز کی طرف متوجہ نہیں تو کہا جائے گا کہ جب ذات کی طرف نفی متوجہ نہ ہو سکے تو اس وقت قاعدہ یہ ہے کہ نفی اُس مجاز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو سب مجازوں سے ذات کی طرف زیادہ تر نزدیک ہو اور یہاں سب

مجازوں سے زیادہ تر ذات صحت ہے نہ فضیلت اور کمال پس اس وقت نفی صحت نماز کی طرف متوجہ ہوگی پس معنی یہ ہو گا کہ نماز صحیح نہیں پس اب بھی نفی کمال پر حمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ سوم اس وجہ سے کہ حنفیہ امام اور اکیلے آدمی کے حق میں الحمد پڑھنے کو واجب کہتے ہیں اور الحمد کا وجوب اسی حدیث بخاری سے ثابت کرتے ہیں اس کے سوا اور کوئی حدیث اس کے وجوب کی جہان میں موجود نہیں سو اگر بقول حنفیہ کے اس حدیث میں نفی کو نفی فضیلت اور کمال پر حمل کیا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی تو اس حدیث سے سورہ الحمد کا واجب ہونا کبھی ثابت نہیں ہو سکے گا اگرچہ شرق سے غرب تک تمام دنیا کے لوگ جمع ہو جائیں اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں صاف لکھ دیا ہے کہ اگر اس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں نفی کمال کا معنی کیا جائے تو پھر اس سے فقط الحمد کا مستحب ہونا ثابت ہوگا واجب ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکے گا واللہ درّہ کیا انصاف کا کلمہ ہے **وھذا ظاھر علی من له ادنی حظ من عقل سلیم** اور سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ امام اور اکیلے کے حق میں اسی حدیث سے الحمد کا وجوب ثابت ہوتا ہے پس اس سے ثابت ہوگیا کہ اس حدیث کو نفی کمال پر حمل کرنا بالا جماع باطل ہے۔ چہارم اس وجہ سے کہ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس لانفی جنس کی خبر استقرار عام ہے یعنی لاصلوۃ کائنۃ یعنی نماز موجود نہیں اور جس کا شرعا وجود نہ ہو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ صحیح نہیں پس یہی ہے اصل بات اور یہ حدیث جو آئی ہے کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز گھر میں نہیں ہوتی اور غلام بھاگے ہوئے کی نماز نہیں ہوتی تو اس کا یہ معنی ہے کہ ان دونوں کی نماز کامل نہیں ہوتی اس لیے کہ خارجی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی نماز صحیح ہو جاتی ہے پس وہ دلیل خارجی دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہاں مراد کون خاص ہے یعنی کامل نہیں ہوتی انتہی ملخصا۔

پس اس کلام ابن الہمام سے ثابت ہوگیا کہ اس حدیث بخاری کو نفی کمال پر حمل کرنا قطعا باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنفیہ جو اس باب میں مسجد کے ہمسائے اور بھاگے ہوئے غلام وغیرہ کی حدیثیں نفی کمال کی نظیر کے واسطے پیش کرتے ہیں تو یہ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا ان کا بالکل باطل غلط اور خبط ہے۔ پنجم اس وجہ سے کہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی آ گیا ہے کہ نماز قبول نہیں اس کی جس نے سورۂ الحمد نہ پڑھی پس یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد نفی کمال لینا باطل ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس حدیث بخاری میں بھی کون خاص مراد ہو سکتا ہے اس لیے کہ دلیل خارجی دلالت کرتی ہے اس پر کہ نماز بغیر فاتحہ کے صحیح ہے اور وہ یہ حدیث ہے مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَآءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَآءَةٌ یعنی امام کی قراءت مقتدی کے لیے کافی ہے تو جواب اس کا اولا یہ ہے کہ اس حدیث میں قراءۃ عام ہے الحمد ہو خواہ کوئی غیر سورت ہو پس یہ احتمال تخصیص کا رکھتی ہے کہ مراد اس سے سوائے فاتحہ کے ہو پس اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ثانیا یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے کما سیاتی پس یہ دلیل صحت نماز کی نہ بن سکے گی۔ ثالثا اگر اس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں مقتدی کے واسطے نفی کمال مراد رکھی جائے تو اب امام کے حق میں بھی کون خاص ہی مراد

رکھا جائے گا نہیں برشق اول کہا جائے گا کہ یہ حدیث تو صرف مقتدی کے واسطے دلالت کرتی ہے امام کو اس پر قیاس کرنا غلط ہے اور نیز الحمد کا صرف مستحب ہونا ثابت ہوگا وجوب ثابت نہیں ہوگا کما مر اور برشق ثانی لازم آئے گا جمع ہونا درمیان حقیقت اور مجاز کے اور یہ بھی باطل ہے پس دونوں شقیں باطل ہوئیں ۔ رابعا یہ حدیث قراءۃ الامام الخ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور حدیث لا صلوۃ الخ وجب پر دلالت کرتی ہے اور وجوب مقدم ہوتا ہے اباحت پر پس اس سے ثابت ہو گیا کہ حدیث بخاری میں کون خاص مراد رکھنا قطعا باطل ہے اور حنفیہ جو امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تو اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ ان سب کو یہاں لانے کی گنجائش نہیں مگر کچھ تھوڑا سا بطور اختصار کے بیان کیا جاتا ہے سو جاننا چاہیے کہ بڑی بھاری دلیل ان کی اس باب میں ایک یہ آیت ہے ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ کر رہو سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے اول یہ کہ اس آیت میں امر واسطے استحباب کے ہے وجوب کے واسطے نہیں جیسے کہ امام سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا پس اس صورت میں اگر کوئی امام کے پیچھے قراءت پڑھ لے تو اس کے مخالف نہیں ہوگا اس لیے کہ استحباب جواز کے مخالف نہیں ہے ۔ دوم اس وجہ سے کہ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے جیسے کہ ابن حاجب وفخر الدین وغیرہ نے لکھا ہے پس اس صورت میں حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس آیت کے عموم کے تخصیص جائز ہوگی ۔ سوم اس وجہ سے کہ اگر اس آیت کا قطعی ہونا تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ تخصیص قطعی کی خبر واحد کے ساتھ اسی وقت منع ہے جب کہ وہ اپنی قطعیت پر باقی ہو اور کسی دوسرے قطعی کے ساتھ اس کی تخصیص پہلے نہ ہو چکی ہو اور جب کہ پہلے کسی دوسری قطعی سے اس کی تخصیص ہو چکی ہو تو پھر وہ ظنی ہو جاتا ہے تخصیص اس کے ساتھ خبر واحد کی جائز ہوتی ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ یہ آیت اجماع سے مخصوص ہو چکی ہے اس لیے کہ جرح کی جگہیں اس سے مخصوص ہیں جیسے کہ علامہ منقاری زادہ نے اپنے رسالے اتباع فی مسئلۃ الاستماع میں لکھا ہے (ولکن علی کل حال مواضع الجرح مستثناۃ) یعنی لیکن ہر حال میں جرح کی جگہیں اس آیت سے باہر ہیں کہ ان کو اس آیت کا حکم شامل نہیں اور جب کہ مواضع جرح اس سے مخصوص ہو گئیں تو اب یہ آیت ظنی ہو گئی پس تخصیص اس کی خبر واحد یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالاتفاق جائز ہو گی پس سورۂ الحمد اس آیت کے عموم سے باہر نکل جائے گی ۔ چہارم اس وجہ سے کہ قطعیت عمومات کتاب کی باعتبار متن اور نظم کے ہے نہ باعتبار معنی اور دلالت کے اس لیے کہ وہ باعتبار دلالت اور معنی کے ظنی ہیں اور تخصیص ساتھ خبر واحد کے اس کے معنی اور دلالت میں واقع ہوئی ہے نہ اس کے متن اور نظم میں پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی تخصیص جائز ہوگی اس لیے کہ تخصیص ظنی کی ساتھ ظنی کے بالاتفاق جائز ہے ۔ پنجم اس وجہ سے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ یعنی لا صلوۃ الخ مشہور ہے جیسے کہ علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے اور نیز باعتبار اصول حدیث کے بھی یہ حدیث

مشہور ہے اس لیے کہ مشہور اس کو کہتے ہیں جس کے طریق دو سے زیادہ ہوں اور اس کے طریق دو سے زیادہ ہیں پس اس حدیث کے ساتھ زیادۃ علی النص بالاتفاق جائز ہوگی اور اس حدیث کے اور بھی کئی جواب ہیں **لکن فی ھذا کفایة لمن له درایة** اور نیز اصول میں لکھا ہے کہ یہ آیت ﴿**فاقرء وا ما تیسر من القرآن**﴾ کے معارض ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے پس حنفیوں کو اس سے استدلال کرنا جائز نہیں اور نیز اگر اس آیت سے امام کے پیچھے قراءت نہ پڑھنے پر استدلال کیا جائے تو نماز میں کلام کرنا اس آیت سے بطریقِ اولیٰ منع ہوگا پس اس سے لازم آئے گا کہ نماز میں کلام کرنا مکے میں منع ہوا ہو اس لیے کہ یہ آیت بالاجماع مکی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے نماز میں کلام کرنا بعد ہجرت کے مدینہ میں منع ہوا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پاس اس آیت سے قراءت خلف الامام کی نہی پر استدلال کرنا باطل ہوا۔ اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے (**مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَآءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَآءَةٌ**) سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسے شیخ الاسلام نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث تمام حافظوں کے نزدیک ضعیف ہے اور دارقطنی نے اس کے سب طریقوں کو جمع کیا ہے اور سب کو ضعیف کہا ہے اور نیز حافظ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ اس کے سب طریقے ضعیف ہیں اور ابن تیمیہ نے منتقی میں لکھا ہے کہ اس کی سند کے کل طریق ضعیف ہیں اور مرسل ہونا اس صحیح ہے اور بیہقی نے اپنی کتاب معرفہ میں ابو موسیٰ سے رازی حافظ سے روایت کی ہے کہ اس باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے انتہی ملخصا۔ پس اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ وجہ دوم یہ ہے کہ یہ حدیث عام ہے الحمد اور غیر الحمد سب کو شامل ہے اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی خاص ہے پس اس حدیث کے ساتھ اس کے عموم سے الحمد کو خاص کر لیا جائے گا اُن چار وجہوں کے جو پہلے گزر چکی ہیں اور اگر کوئی اس کے برعکس تخصیص کا دعویٰ کرے یعنی حدیث **من کان له امام الخ** کے ساتھ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص کرے تو کہا جائے گا کہ غایت درجہ یہی ہے مقتدی اس سے مخصوص ہو جائے گا لیکن پھر الحمد کی حدیث عموم قراءۃ کی مخصص ہو جائے گی اور اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں آئی اور نہ کوئی ایسے اثر آیا ہے جو خاص کر الحمد کی ممانعت میں صریح ہو پس الحمد کی ممانعت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکے گی اور نیز اسے جواز باقی رہے گا کہ وہ صرف کفایت پر دلالت کرتی ہے اور جواز اگرچہ وجوب کے مخالف ہے لیکن تمہارے بھی بالکل مخالف ہے کہ تم بالکل جائز نہیں رکھتے اور امام الکلام میں لکھا ہے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی الحمد میں نص ہے اور حدیثیں ترک کی ظاہر میں باعتبار عموم کے اور تعارض کے وقت نص مقدم ہوتی ہے ظاہر پر **کما تقرر فی الاصول** پس معنی یہ ہوا کہ سوائے الحمد کے اور قراءت امام کے مقتدی کے واسطے کافی ہے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ حدیث **من کان له امام الخ** ممانعت پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اس سے صرف اباحت ثابت ہوتی ہے پس اس سے نہی پر استدلال کرنا غلط ہے علاوہ ازیں حدیث **لا صلوة الخ** وجوب پر دلالت کرتی ہے اور تعارض کے وقت وجوب مقدم ہوتا ہے اباحت پر پس

حدیث الحمد کی اس پر مقدم کی جائے گی۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ یہ حدیث کفایت اور اباحت پر دلالت کرتی ہے اور حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ الحمد کا ترک کرنا حرام ہے اور وقت تعارض کے محرم کو ترجیح ہوتی ہے اباحت پر پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح ہوگی۔ وجہ پنجم یہ ہے کہ جو صحابہ اس کے راوی ہیں انہوں نے اس کے برخلاف عمل کیا ہے کما ثبت فی موضعه اور جب کہ راوی اپنی مروی کے خلاف عمل کرے تو حنفیہ کے نزدیک وہ دلیل ہے اس کے منسوخ ہونے پر یہ حدیث بموجب اصول حنفیہ کے منسوخ ہوگی اور یہ جواب الزامی ہے انتہی۔ اور تیسری دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوا یعنی جب امام پڑھے تو چپ رہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اکثر حفاظ حدیث کی نزدیک پس اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوگا اور بفرض تسلیم کہا جائے گا کہ حدیث ظنی ہوتی ہے پس تخصیص ظنی کی ساتھ ظنی کے جائز ہوگی پس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی تخصیص بالاتفاق جائز ہوگی پس الحمد اس حدیث سے باہر رہے گا ساتھ انہی چار وجہوں کے جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں اور نیز سبحانک اللھم وغیرہ اس میں سے مخصوص ہے پس اس طرح الحمد بھی اس سے مخصوص ہوگا اور نیز زیادتی ثقہ کی آپ سے راجح کے مخالف واقع ہوئی ہے اور جب کہ زیادتی ثقہ کی آپ سے راجح کے مخالف واقع ہو تو وہ مقبول نہیں ہوتی کما تقرر فی الاصول۔ اور چوتھی دلیل حنفیہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں جو قراءت خلف الامام کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ سب کے سب ضعیف ہیں بلکہ بعض اُن میں سے موضوع بھی ہیں پس اُن سے استدلال کرنا جائز نہیں اور نیز قول صحابی کا سنت کے ہوتے بالاتفاق حجت نہیں اور چونکہ یہاں حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی موجود ہے اس لیے ان کے ساتھ دلیل پکڑنی بالکل جائز نہیں اور نیز وہ اقوال الحمد میں صریح نہیں ہیں پس مراد اُس سے الحمد کے سوا رکھی جائے گی اور نیز جن صحابہ سے ممانعت مروی ہے اُن سب سے امام کے پیچھے قراءت پڑھنی بھی مروی ہے پس ایک طرف کے قول کے ساتھ استدلال کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ باوجودیکہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اور نیز احتمال ہے کہ مراد ان کی پکار کر پڑھنے سے ممانعت ہو بہر حال سورۂ الحمد کا امام کے پیچھے پڑھنا منسوخ ہے سو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں اور نیز ممکن ہے کہ ہم اس کے برعکس دعویٰ کریں یعنی قراءت خلف امام سے منع کرنا منسوخ ہے فما ہو جوابنا بکم فھو جوابنا اور نیز اکثر صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین وغیرہ جمہور علماء اس پر عمل کرتے آئے ہیں اگر منسوخ تھا تو ان کو اطلاع کیوں نہ ہوئی حالانکہ مجتہدین کا ناسخ منسوخ کو پہچاننا ضروری ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے نہ پڑھنے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن مولوی عبدالحی صاحب نے امام الکلام میں اس کو خوب طور سے رد کیا ہے شائق اس سے مطالعہ کرے۔ وقد کتبت فی هذا المسئلة کتاب مفردا سمیتها بالقول الجلی فی الرف علی الدلیل القوی واستقیت فیه الکلام علی استدلال به علی النهی عن القراء ة خلف الامام واتیت فیه باشیاء لم یسبقنی بها احد من العلماء

العظام والفضلاء الکرام.

۷۱۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

۷۱۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے سو ایک مرد مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا سو آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ اس واسطے کہ بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی یعنی تیری نماز نہیں ہوئی سو وہ آدمی پلٹ گیا اور پھر جلدی جلدی نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی پھر آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا سو آپ نے فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ بے شک تیری نماز نہیں ہوئی اسی طرح اس نے تین بار نماز پڑھی آپ نے ہر بار اس کو یہی فرمایا سو اُس آدمی نے کہا کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو رسول کیا کہ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں یعنی مجھ کو اس سے زیادہ بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی ہے سو آپ مجھ کو نماز سکھلایئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہوا کرے تو اللہ اکبر کہا کر پھر پڑھا کر جو کچھ تجھ کو یاد ہو قرآن سے پھر رکوع کیا کر چین اور اطمینان سے پھر رکوع سے سر اٹھایا کر یہاں تک کہ خوب سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کیا کر یہاں تک کہ چین پکڑے تو سجدہ میں پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ بیٹھے تو چین سے پھر اسی طرح تمام نماز میں کیا کر۔

فائدہ: ایک روایت میں لفظ فصاعدا کا زیادہ آیا ہے یعنی نہیں نماز اس کی جو الحمد اور کچھ زیادہ نہ پڑھے پس اس لفظ سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ الحمد کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھنی واجب ہے اور یہی مذہب ہے حنفیوں کا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ صرف فاتحہ کے ذکر کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا جائز نہیں سو اس وہم کے دفع کرنے کے واسطے یہ لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ فرمایا تو معنی اس کا یہ ہوگا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورت پڑھنی بھی جائز ہے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزء قراءت میں لکھا ہے کہ یہ لفظ اُس حدیث کی نظیر ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **(تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا)** یعنی اگر کوئی آدمی چوتھائی

دینار کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو اس سے زیادہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا پس الحمد کے ساتھ سورت کا واجب ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور آئندہ آٹھ بابوں کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آئے گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اگر نماز میں صرف الحمد پڑھے اور اس کے ساتھ قرآن کی کوئی سورت نہ ملائے تو تب بھی تم کو کافی ہے اور ابن خزیمہ میں حدیث آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس میں فقط الحمد ہی پڑھی اور کوئی سورت قرآن کی اس کے ساتھ نہ پڑھی پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ اور سورت ملانی واجب نہیں اسی واسطے ابن حبان اور قرطبی نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب نہیں اور مطابقت اس حدیث کی باب سے اس لفظ میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھر پڑھ جو آسان ہو ساتھ تیرے قرآن سے تو گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے لانے سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ الحمد کا پڑھنا اسی پر واجب ہے جو اچھی طرح اس کو پڑھ سکتا ہو واسطے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے اور جو اس کو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو وہ جس سورت کو آسان دیکھے اس کو پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی واسطے حدیث اعرابی کے جیسے کہ آیت ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ میں مطلق ہدی ہے لیکن سنت نے بیان کر دیا کہ امر مطلق ہدی نہیں کذا قال الخطابی لیکن بعض لوگ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ نماز میں مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے الحمد وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں صریح آچکا ہے کہ مَا تَيَسَّرَ سے مراد الحمد ہے جیسے کہ ابو داؤد میں رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ پھر الحمد پڑھ اور جو آسان ہو قرآن سے اور ایک طریق میں آیا ہے کہ اگر تجھ کو قرآن یاد ہو تو قرآن پڑھ ورنہ سبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے سو جب ان سب مختلف لفظوں میں تطبیق دی جائے تو اس کا ماحصل یہی نکلے گا کہ جس کو قرآن یاد ہو تو وہ الحمد ضرور پڑھے اور اگر اس کے سیکھنے سے عاجز ہو تو قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھے اور اگر قرآن بھی یاد نہ ہو تو پھر فقط سبحان اللہ وغیرہ بھی کافی ہے اور یہ بھی تطبیق ممکن ہے کہ کہا جائے کہ مراد مَا تَيَسَّرَ سے بعد الحمد کے ہے چنانچہ دوسری حدیث ابو داؤد میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ ہم نماز میں سورۂ الحمد پڑھیں اور جو قرآن سے آسان ہو انتہی ملخصا۔ (فتح)

مترجم کہتا ہے کہ اس دوسری تطبیق سے یہ لازم آتا ہے کہ الحمد کے ساتھ اور قرآن پڑھنا بھی واجب ہے پس پہلی تطبیق اولیٰ ہے یا ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی کہا جائے گا کہ الحمد کا پڑھنا اسی کے حق میں ہے جس کو الحمد یاد ہو اور جس کو الحمد یاد نہ ہو اس کے حق میں مَا تَيَسَّرَ واجب ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور بعض نے کہا کہ ما اس حدیث میں موصولہ ہے اور مراد اس سے چیز معین ہے یعنی سورۂ الحمد اس لیے کہ یہ مسلمانوں کو بہت یاد ہے اور بعض نے کہا کہ مَا تَيَسَّرَ سے مراد ماسوائے فاتحہ کے ہے واسطے تطبیق کے اس حدیث میں اور حدیث فاتحہ میں اور اسی کی تاکید کرتی

ہے وہ حدیث مذکورہ ابن حبان وغیرہ کی کہ پہلے الحمد پڑھ پھر جو چاہے پڑھ بہر حال یہ حدیث مَاتَیَسَّرَ کی متحمل ہے اور حدیث فاتحہ کی صریح ہے اور وہ یہ ہے کہ جو الحمد نہ پڑھے اس کی نماز کافی نہیں پس متحمل سے صریح کو ترک کرنا جائز نہیں۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الظُّهْرِ.

ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان۔

۷۱۶ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّيْ بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا أَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

۷۱۶۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھایا کرتا تھا زوال کے بعد دو نمازیں یعنی ظہر اور عصر کو اس میں سے کچھ نقصان نہیں کرتا تھا پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھا کرتا تھا اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھا کرتا تھا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تیرے حق میں یہی گمان ہے اے ابو اسحاق!۔

۷۱۷ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ.

۷۱۷۔ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں لمبی قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی مقتدیوں کو کوئی آیت سناتے اور عصر کی نماز میں بھی الحمد اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھتے اور نماز فجر کی پہلی رکعت میں بھی قراءت لمبی پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں ہلکی قراءت پڑھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشاء میں بھی پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرنا مستحب ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکثر علماء کا اور مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگ جماعت میں مل جائیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فقط فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو طول کرے کہ وہ وقت غفلت کا ہے دوسری نمازوں

میں طول نہ کرے لیکن خلاصے میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول راجح ہے۔

۷۱۸ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ.

۷۱۸۔ معمر سے روایت ہے کہ ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ہم نے کہا کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا کس طرح پہچانا کرتے تھے اس نے کہا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

فائدہ: غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے اور باب آئندہ سے یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اور یہ کہ ان دونوں نمازوں میں قراءت آہستہ پڑھنی چاہیے پکار کر نہ پڑھنی چاہیے اور ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری سورت پڑھنی افضل ہے اس سے کہ بڑی سورت سے اس قدر قرآن پڑھا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت کو دوسری سے لمبا کرنا مستحب ہے اور سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر گزر چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ پہلی دونوں رکعتوں میں قراءۃ لمبی پڑھتے سو اُن میں تطبیق اس طور سے ہے کہ مراد لمبا کرنا اخیر دو رکعتوں سے ہے نہ یہ کہ وہ دونوں بھی آپس میں برابر ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی دو رکعت میں برابر قراءت پڑھے اور یہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے اور اس باب میں حدیثیں بہت مختلف آئی ہیں کسی میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ ہے لیکن اُن سب میں تطبیق یہی ہے کہ یہ سب صورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف وقتوں میں واقع ہوئی ہیں کسی وقت آپ نے کوئی سورت پڑھی اور کسی وقت کوئی سورت پڑھی اور کسی وقت سورتیں برابر پڑھیں اور کسی وقت کم و بیش پڑھیں سو آپ نے یہ کام واسطے بیان جواز کے کیا ہے کہ سب طرح سے جائز ہے جو کوئی کرے وہی درست ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلی رکعت میں قراءت لمبی اس واسطے پڑھتے تھے کہ سب لوگ جماعت میں مل جائیں اور بعض نے کہا یہ اس واسطے ہے کہ پہلی رکعت میں لوگوں کو بہت چین ہوتا ہے دوسری رکعت سے کہ اس میں تھک جانے کا خوف ہوتا ہے اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اخیر کی دو رکعت میں قراءت پڑھنے کا کچھ ذکر نہیں سو اس سے بعض حنفی دلیل پکڑتے ہیں کہ اخیر دو رکعتوں میں قراءت پڑھنی کچھ ضروری نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ثابت ہے کہ آپ نے اخیر دو رکعتوں میں بھی قراءت پڑھی جیسے کہ آئندہ آئے گا گو راوی نے اس طریق میں اختصار کر دیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حدیثیں آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں پس یہ استدلال صحیح نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نماز میں پکار کر قراءت پڑھنی جائز ہے اور اس سے سجدہ سہو کا لازم نہیں آتا پس اس سے رد ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ اس میں سجدہ سہو کا آتا ہے اور رد ہو گیا قول اس

شخص کا جو کہتا ہے کہ نماز سری میں قراءت آہستہ پڑھنی صحت نماز کے واسطے شرط ہے اگر پکار کر پڑھے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعَصْرِ.

عصر کی نماز میں قراءت پڑھنے کا بیان۔

٧١٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَآءَتَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۱۹۔ ترجمہ اس حدیث خباب رضی اللہ عنہ کا اوپر گزر چکا ہے۔

٧٢٠ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

۷۲۰۔ ترجمہ اس حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بھی اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ: مطلب اس باب کا بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْمَغْرِبِ.

شام کی نماز میں قراءت پڑھنے کا بیان یعنی اس میں کس قدر لمبی قراءت پڑھی جائے؟۔

٧٢١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ وَاللّٰهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِيْ بِقِرَآءَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ

۷۲۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام فضل نے مجھ کو سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے سنا سو اس نے کہا کہ اے بیٹا! تو نے مجھ کو اس سورت کے پڑھنے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا یاد دلایا ہے اس واسطے کہ بے شک یہ سورت آخر اس چیز کی ہے کہ میں نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شام کی نماز میں پڑھتے سنا۔

إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

فائدہ: اس حدیث ام الفضل اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (جو مرض الموت کے بیان میں گزر چکی ہے) کے درمیان تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن وجہ تطبیق کی ان کے درمیان میں یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے مرض الموت میں دوبار امامت کرائی ہے ایک بار تو مسجد میں جیسے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے اور ایک بار گھر میں جیسے کہ حدیث ام الفضل سے ثابت ہوتا ہے پس ان میں کچھ تعارض نہیں۔

۷۲۲ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ.

۷۲۲۔ مروان بن حکم سے روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ کو کہا کہ تو شام کی نماز میں چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتا ہے؟ اور حالانکہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ بہت لمبی دوسورتوں سے زیادہ تر لمبی سورت پڑھتے تھے۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ مراد یہاں سورۂ اعراف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں اعراف اور انعام ہے اور ان دونوں میں اعراف لمبی ہے پس معنی یہ ہے کہ حضرت ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف پڑھا کرتے تھے دونوں رکعتوں میں اور ان دونوں کا نام لمبی سورتیں رکھنا اس سبب سے نہیں کہ وہ قرآن کی سب سورتوں سے لمبی ہیں اس واسطے کہ سورۂ بقرہ دونوں سے لمبی ہے بلکہ باعتبار عرف کے ہے کذا فی الفتح اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت بہت فراخ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت فقط تین رکعت کی مقدار ہے اس سے زیادہ نہیں لیکن یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ.

شام کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان۔

۷۲۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

۷۲۳۔ جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورۂ والطور پڑھی۔

فائدہ: ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سورت پکار کر پڑھی تھی اسی واسطے جبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو

پڑھتے سنا ورنہ اگر آہستہ پڑھتے تو جبیر رضی اللہ عنہ کس طرح سن سکتا تھا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز شام کی قراءت میں تین حدیثیں بیان کی ہیں سو تینوں میں قراءت کا اندازہ مختلف ہے اس لیے کہ پہلی حدیث میں سورۂ اعراف کا ذکر ہے اور وہ سبع طوال سے ہے اور دوسری حدیث میں سورۂ والطور کا ذکر ہے اور وہ طوال مفصل سے ہے اور تیسری حدیث میں والمرسلات کا ذکر ہے اور وہ اوساط مفصل سے ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قصار مفصل سے سورتیں پڑھا کرتے تھے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شام کی نماز میں ہلکی قراءت پڑھا کرتے تھے سو تطبیق ان سب حدیثوں میں یہ ہے کہ اکثر اوقات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہی تھا کہ شام کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے مگر کبھی کبھی آپ نے مغرب میں لمبی سورتیں بھی پڑھی ہیں یا تو اس واسطے کہ لمبی سورتیں بھی مغرب میں پڑھنی جائز ہیں اور یا آپ نے معلوم کیا ہوگا کہ مقتدیوں کو اس وقت تکلیف نہیں پس حاصل اس کا یہ ہے کہ شام کی نماز میں سب قسم کی سورتیں پڑھنی جائز ہیں خواہ سبع طوال سے ہوں اور خواہ طوال مفصل سے ہوں اور خواہ اوساط مفصل سے ہوں لیکن مستحب یہی ہے کہ چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں اور یہی ہے مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا انتہی۔

اور یہی مروی ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ سے اور جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ سورۂ طور کو مقرر پڑھتے تھے بلکہ صرف ایک بار کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لمبی سورتوں کو بھی کبھی کبھی مقرر پڑھا کرتے تھے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمیشہ لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے پس ان میں کچھ تعارض نہیں اگر لمبی سورتوں کو دو بار یا چار بار یا دس بار مثلاً ساری عمر میں پڑھا ہو تو تب بھی کچھ تعارض نہیں اور انکار زید کا مروان پر اس واسطے تھا کہ وہ شام کی نماز میں ہمیشہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرتا تھا سو زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کبھی کبھی لمبی سورتیں بھی پڑھا کر جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ حدیث زید رضی اللہ عنہ کی منسوخ ہے یعنی نماز شام میں اب لمبی قراءت پڑھنی جائز نہیں لیکن دعویٰ نسخ کا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حدیث ام الفضل سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ مرسلات پڑھی اور یہ آپ کی آخر عمر کی نماز تھی پس جب کہ آپ نے آخر عمر میں مغرب کی نماز میں سورۂ مرسلات پڑھی تو معلوم ہوا کہ شام میں لمبی قراءت پڑھنی منسوخ نہیں اسی واسطے ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ اختلاف مباح ہے یعنی شام کی نماز میں بھی اور باقی سب نمازوں میں جو سورت کسی کا جی چاہے پڑھے سب سورتیں پڑھنی جائز ہیں لیکن امام کو مستحب یہی ہے کہ ہلکی قراءت پڑھے اور بعض حنفیہ ان حدیثوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن ظاہر حدیثیں رد کرتی ہیں ان پر۔

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ.

عشاء کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان۔

٧٢٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

۷۲۴۔ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی سو اس نے سورہ اذا السمآء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا تلاوت کا سو میں نے اُس سے اس سجدے کا حکم پوچھا کہ کیا یہ سجدہ جائز ہے؟ سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز میں اس جگہ سجدہ کیا تھا سو میں ہمیشہ سجدہ کرتا ہوں اس آیت پر یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کروں یعنی مر جاؤں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں قراءت پکار کر پڑھنی چاہیے اس لیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورت پڑھتے سنا اور سننا اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ قراءت پکار کر پڑھی جائے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٧٢٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَآءِ فِيْ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ.

۷۲۵۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے سو آپ نے عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورۂ والتین پڑھی۔

فائدہ: وجہ مطابقت اس حدیث کی بھی اسی وجہ سے ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزری ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَةِ.

عشاء کی نماز میں ایسی سورت پڑھنی جس میں سجدہ کی آیت ہو یعنی جائز ہے۔

٧٢٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي

۷۲۶۔ ترجمہ اس کا ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ.

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان۔

۷۲۷ ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فِي الْعِشَآءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ أَوْ قِرَآءَةً.

۷۲۷۔ ترجمہ اس کا بھی اوپر گزر چکا ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہیں دیکھا۔

بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ.

پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت پڑھے اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراءت پڑھے۔

۷۲۸ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ظَنِّي بِكَ.

۷۲۸۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوفے والوں نے ہر بات میں تیری شکایت کی ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی یعنی کہتے ہیں کہ نماز بھی اچھی نہیں پڑھتا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتا تھا اور اخیر دو رکعتوں میں ہلکی قراءت پڑھتا ہوں اور نہیں چھوڑتا ہوں میں کسی چیز کو جو میں نے پیروی کی ہے ساتھ اس کے حضرت ﷺ کی نماز سے یعنی جس طرح کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اسی طرح سے ان کو پڑھاتا رہا ہوں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے سچ کہا مجھ کو بھی تیرے حق میں یہی گمان ہے۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ.

فجر کی نماز میں قرآن پڑھنے کا بیان اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۂ والطور پڑھی۔

۷۲۹ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

۷۲۹۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ظہر کی

حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِيْ عَلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَآءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا اور عصر پڑھتے تھے اور بعد عصر کے کوئی آدمی مدینے کی دوسری طرف چلا جاتا اور آفتاب روشن ہوتا تھا اور میں بھول گیا ہوں جو راوی نے مغرب میں کہا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کچھ خوف نہ کرتے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور اُس سے پیچھے بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز ایسے وقت میں پڑھا کرتا تھے کہ کوئی آدمی نماز سے پھرتا سو اپنے پاس والے کو پہچان لیتا اور دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے یہاں اس سے صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ فجر کی نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے۔

۷۳۰ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفٰى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَإِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْاٰنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ.

۷۳۰۔ عطاء سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے سو جس نماز میں حضرت ﷺ نے ہم کو قرآن سنایا تو اس میں ہم نے تم کو سنا دیا اور جس نماز میں آپ نے ہم سے قرآن پوشیدہ پڑھا تو اس میں ہم نے بھی تم سے پوشیدہ کیا یعنی جس نماز میں حضرت ﷺ نے قرآن پکار کر پڑھا ہے جیسے کہ فجر اور مغرب اور عشاء میں تو اس میں ہم بھی پکار کر پڑھتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے آہستہ پڑھا ہے جیسے کہ ظہر اور عصر کی نماز ہے تو اس میں ہم بھی آہستہ پڑھتے ہیں اور اگر تو الحمد پر کچھ زیادہ نہ کرے تو جب بھی کافی ہے اور اگر الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت بھی ملا لے تو بہتر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں فقط الحمد پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی سورت نہ ملائے تو نماز صحیح ہو

جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص الحمد نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں اور یہ شاھد ہے واسطے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے جو پہلے گزر چکی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحمد کے ساتھ سورت ملانی مستحب ہے اور یہی ہے قول شافعیہ اور جمہور علماء کا صبح اور جمعہ کی نماز میں اور دوسری نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور بعض کے نزدیک الحمد کے ساتھ سورت ملانی واجب ہے اور یہی ہے قول عثمان رضی اللہ عنہ کا اور یہی مذہب ہے بعض حنفیوں کا لیکن یہ حدیث جمہور کے موافق ہے۔

بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَآءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَآءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَيَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنے کا بیان اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے خانہ کعبہ کا طواف لوگوں سے پیچھے کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث حج میں آئے گی اور اس میں نماز فجر کا ذکر نہیں مگر اس کے دوسری طریق میں نماز فجر کا ذکر آ گیا ہے اور سننا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قرآن کو دلیل ہے اس کے پکار کر پڑھنے پر اس لیے کہ پوشیدہ پڑھنے سے کوئی نہیں سن سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں قراءت کو پکار کر پڑھنا چاہیے وفیه المطابقة للترجمة.

۷۳۱ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ وَحْشِيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَآئِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ

۷۳۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی اصحاب سے بازار عکاظ (ایک جگہ کا نام ہے پاس مکہ کے جاہلیت کے زمانے میں وہاں بازار لگا کرتا تھا) کی طرف چلے اور بے شک جنوں اور آسمان کی خبر کے درمیان پردہ ہو گیا تھا اور جنوں پر آسمان سے چنگاڑے پڑے سو جن اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے سو انہوں نے کہا کہ کیا حال ہے تمہارا کہ خالی پلٹ آئے ہو اور آسمان کی کوئی خبر نہیں آئی؟ سو جنوں نے کہا کہ ہمارے اور خبر آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے اور ہم پر چنگاڑے پڑتے ہیں سو جنوں نے کہا کہ نہیں حائل ہوا تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان مگر کوئی ایسی چیز جو نئی پیدا ہوئی ہے سو زمین کے پورب اور پچھم میں پھرو یعنی زمین کی تمام طرفوں میں تلاش کرو سو دیکھو کہ تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان کیا

وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهٖ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ ﴿وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

پردہ ہوا ہے سو جو جن کہ ملک تہامہ کی طرف تلاش کو آئے تھے اور بازار عکاظ کی طرف جار ہے تھے وہ حضرت ﷺ کی طرف آ نکلے یعنی اتفاقًا انہوں نے راہ میں جاتے حضرت ﷺ کو دیکھ لیا اور آپ نخلہ (ایک جگہ کا نام ہے ایک دن کی راہ مکے سے) میں اصحاب کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے سو جب اُن جنوں نے قرآن کی آواز سنی تو اس کو کان لگا کر سنتے رہے سو انہوں نے کہا قسم اللہ کی! یہی ہے وہ چیز جو تمہارے اور خبر آسمان کے درمیان پردہ ہو گیا ہے سو وہ جن اسی جگہ سے پلٹ گئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کی طرف رجوع کیا سو انہوں نے کہا کہ اے قوم ہماری! بے شک ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ راہ دیکھاتا ہے طرف ہدایت کی سو ہم ایمان لائے ساتھ اس کے اور ہرگز نہ شریک ٹھہرائیں گے ہم کسی کو ساتھ رب اپنے کے سو اللہ نے یہ آیت اپنے نبی پر اتاری کہ کہہ اے پیغمبر! وحی اتاری گئی ہے طرف میری اور سوائے اس کے نہیں کہ وحی کی گئی تھی طرف آپ کے قول جنوں کا۔

فائدہ: عرب میں کاہنوں کی ایک قوم تھی وہ جنوں کے ساتھ کچھ راہ ورسم رکھتے تھے سو مطلب اس قصے کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ کی نبی ہونے سے پہلے جنوں کو آسمان پر جانے کی روک نہیں تھی سو جن آسمان کے پاس جا کر تاک میں لگے رہتے تھے جب اللہ کا کوئی حکم فرشتوں کو ہوتا اور فرشتے اول آسمان پر اس کی آپس میں گفتگو کرتے تو وہ جن اس کو سن لیتے اور زمین پر آ کر کاہنوں اور نجومیوں کو وہ خبر بتلا دیتے پھر کاہن وہ خبر لوگوں کو بتلاتے کہ فلاں دن میں یہ کام ایسا ہوگا سو جب حضرت ﷺ کو پیغمبری عنایت ہوئی اور قرآن اترنے لگا تو آسمان پر چوکیدار بیٹھ گئے کہ کوئی جن اس قرآن کو نہ سننے پائے تب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دنیا میں کوئی نئی چیز پیدا ہوئی ہے جس کے سبب سے ہم آسمان کی خبر سن نہیں سکتے ہیں اور ہم کو آسمان پر جانا نہیں ملتا سو تمام جہان میں پھر کر دیکھو کہ ایسی کون سی چیز پیدا ہوئی ہے؟ سو جنوں کے لشکر تمام جہان میں اس خبر کو تلاش کرنے کے واسطے پھیل گئے سو جو لشکر ان کا عرب کے ملک کی طرف تلاش کو آیا تھا انہوں نے حضرت ﷺ کو نخلہ میں فجر کی نماز پڑھتے دیکھا کہ یہی ہے وہ نئی چیز جو ہمارے اور آسمان کے درمیان پردہ ہوا ہے سو انہوں نے قرآن کو سنا اور مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے سب جنوں کو

جا کر اطلاع دی اور اُن کو اسلام کی طرف ہدایت کی مگر حضرت ﷺ کو اس بات کی کچھ خبر نہیں تھی کہ جن آ کر قرآن سن گئے ہیں تب سورۂ جن نازل ہوئی اور حضرت ﷺ کو معلوم ہوا اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ جنوں نے حضرت ﷺ سے قرآن سنا پس معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھتے تھے سو ثابت ہوا کہ فجر کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھنا چاہیے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے جنوں کا بند ہونا اور ان پر چنگاڑے پڑنا بعد نبوت آنحضرت ﷺ کے شروع ہوا ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چنگاڑے پڑنا حضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے تھا سو تطبیق ان میں اس طور سے ہوسکتی ہے کہ چنگاڑوں کا پڑنا ابتدا زمانے سے ہے اور جنوں پر پڑنا حضرت ﷺ کی پیدائش کے بعد شروع ہوا ہوگا یا پہلے اتنی کثرت چنگاڑوں کی نہیں تھی اور جنوں کی بالکل بندش نہیں تھی بلکہ کبھی کبھی موقع پا کر کوئی خبر سن آتے تھے اور بعد نبوت آنحضرت ﷺ کے جنوں پر چنگاڑے پڑنے کی بہت کثرت ہوگئی اور آسمان پر جانے کی ان کو بالکل بندش ہوئی اور آسمان سے خبر بالکل رد کی گئی، واللہ اعلم اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ رمی اور حراست حضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے بھی تھی لیکن اسی وقت جب کہ کوئی بڑا امر حادث ہوتا تھا۔

۷۳۲ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُمِرَ وَسَكَتَ فِيمَا أُمِرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

۷۳۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نماز میں حضرت ﷺ کو پکار کر پڑھنے کا حکم ہوا اس میں آپ نے پکار کر پڑھا اور جس نماز میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا اس میں آپ نے آہستہ پڑھا اور نہیں ہے رب تیرا بھولنے والا یعنی جس جگہ نماز میں اللہ نے آہستہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے تو وہ اس سبب سے نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کو وہ نمازیں یاد نہیں رہیں بلکہ اللہ نے اپنے رسول کو ایسا ہی حکم فرمایا جیسے کہ آپ نے کیا اور البتہ ہے واسطے تمہارے رسول میں پیروی بہتر یعنی حضرت ﷺ کی پیروی میں بہت عمدہ طریقہ ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس باب میں روایتیں مختلف آئی ہیں کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا چاہیے یا نہیں سو بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں پڑھنا چاہیے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی شاید یہ غرض ہے کہ حضرت ﷺ سے نماز ظہر اور عصر میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اور آپ کی پیروی لازم ہے سو آپ کی پیروی کی جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نہ مانا جائے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ — ایک رکعت میں دو سورتیں جوڑ کر پڑھنی جائز ہیں اور

وَالْقِرَآءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُورَةٍ قَبْلَ سُورَةٍ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى إِذَا جَآءَ ذِكْرُ مُوسٰى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسٰى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ. وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِينَ آيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِّنَ الْمَثَانِي. وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ أَوْ يُونُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا.

سورتوں کے آخر کو پڑھنا بھی جائز ہے یعنی اگر سورت کو اول سے نہ پڑھے اور اس کے آخر سے کچھ قرآن نماز میں پڑھ لے تو جائز ہے اور سورتوں کو آگے پیچھے کر کے پڑھنا بھی جائز ہے یعنی مثلا سورۂ ﴿قل یاایھا الکافرون﴾ کو پہلے پڑھے اور سورۂ ﴿انا اعطیناک﴾ کو پیچھے پڑھے خواہ ایک رکعت میں ہو خواہ دو رکعت میں ہو تو یہ بھی جائز ہے اور سورتوں کو اول سے پڑھنا بھی جائز ہے عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۂ قد افلح المومنون پڑھی یہاں تک کہ جب موسی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی ہوئی سو آپ نے رکوع کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ سے ایک سو بیس آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں قرآن کی اور سورت پڑھی اور احنف نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ یوسف یا یونس پڑھی اور اس نے ذکر کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ان دونوں سورتوں سے صبح کی نماز پڑھائی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ پہلی رکعت میں اس نے سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ یوسف حالانکہ قرآن میں سورہ یوسف پہلے ہے اور سورہ کہف بعد میں ہے پس اس اثر سے باب کا تیسرا مسئلہ ثابت ہوا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ ترتیب عثمانی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے ہے پس اس کی رعایت کرنی مستحب ہے۔

وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِّنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ. وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يَّقْرَأُ سُورَةً

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ انفال کے اول سے چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل سے ایک سورت پڑھی کہ وہ سورہ ق سے آخر

وَاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ.

قرآن تک ہے، اگر کوئی شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھے یعنی آدھی پہلی میں اور آدھی دوسری میں یا ایک ہی سورت کو دو رکعتوں میں دو بار پڑھے تو قتادہ نے ایسے آدمی کے حق میں حکم دیا کہ کل قرآن ہے یعنی اس طرح پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔

فائدہ: اس سے سب مسئلے باب کے ثابت ہوتے ہیں پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا لیکن افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں دوسری سورت کو پڑھے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءٍ وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرٰى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَإِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْا أَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد انصاری مسجد قبا میں ان کی امامت کیا کرتا تھا سو جب وہ نماز میں کوئی سورت پڑھنے کا ارادہ کرتا تو پہلے سورۂ ﴿قل هو اللہ احد﴾ پڑھ لیتا یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوتا پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھتا اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتا تھا سو اس کے اصحاب نے اس سے کلام کی سو انہوں نے کہا تو پہلے تو یہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سورت تجھ کو کافی نہیں ہوتی یہاں تک کہ تو دوسری سورت پڑھتا ہے سو یا تو تو صرف اسی کو پڑھا کر اور یا اس کو چھوڑ دے اور دوسری کسی سورت کو پڑھا کر سو اس نے جواب دیا کہ میں تو اس کو کبھی نہیں چھوڑوں گا سو اگر تم کو یہ منظور ہے کہ میں اسی سورت سے تمہاری امامت کروں تو میں امامت کروں گا اور اگر تم کو منظور نہیں تو تمہاری امامت چھوڑ دوں گا اور وہ لوگ اس کو اپنے میں سب سے افضل جانتے تھے سو انہوں نے دوسرے کی امامت کو پسند نہ کیا سو جب وہ شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو لوگوں نے آپ سے اس کا قصہ بتلایا سو آپ نے اس کو فرمایا کہ تو اپنے ساتھیوں کا

عَلٰی لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّیْ أُحِبُّهَا فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

کہا کیوں نہیں مانتا ہے اور تو نے اس سورت کو ہر رکعت میں لازم کیوں کر رکھا ہے؟ سو اس شخص نے عرض کی کہ میں اُس سورت سے محبت رکھتا ہوں سو آپ نے فرمایا کہ اس کی محبت تم کو بہشت میں داخل کرے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جوڑ کر پڑھنا جائز ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اور اس حدیث سے باب کا پہلا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

۷۳۳ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِیْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَآئِرَ الَّتِیْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ.

۷۳۳۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آج کی رات ایک رکعت میں کل مفصل پڑھی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے جلدی کی مثل جلدی پڑھنے شعر کے یعنی جیسے شعر جلدی پڑھا جاتا ہے ویسے ہی تو نے قرآن کو جلدی پڑھا ہے البتہ میں پہچانتا ہوں اُن ہم مثل سورتوں کو جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوڑ کر پڑھا کرتے تھے سو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیس سورتیں مفصل سے بیان کیں جن میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھتے تھے۔

فائدہ: ابو داؤد کی روایت میں اُن سورتوں کا بیان اس طور سے آیا ہے کہ سورہ الرحمٰن والنجم ایک رکعت میں اور اقتربت الساعۃ والحاقۃ دوسری رکعت میں اور طور اور ذاریات ایک رکعت میں اور واقعہ اور نون دوسری رکعت میں اور سال سائل والنازعات ایک رکعت میں اور مطففین اور عبس دوسری رکعت میں اور مدثر اور مزمل ایک رکعت میں اور ھل اتی اور لا اقسم دوسری رکعت میں اور عم اور مرسلات ایک میں اور اسی طرح دخان اور کورت دوسری میں انتہی۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے پس باب کا پہلا اور تیسرا مسئلہ اس سے ثابت ہوا اور جاننا چاہیے کہ باب کا پہلا مسئلہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور باب کا دوسرا مسئلہ یعنی نماز میں سورتوں کا اخیر پڑھنا سو یہ عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نماز میں سورۂ بقرہ کی سو آیت پڑھی اول سے یا آخر سے اور نیز یہ مسئلہ قتادہ کے قول سے بھی ثابت ہے کہ کل قرآن ہے کسی جگہ سے پڑھے جائز ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جیسے اول سورتوں کا پڑھنا جائز ہے ویسے ہی آخر سورتوں کا پڑھنا بھی جائز ہے اس لیے کہ جیسے ابتداء سورت کا ایک ٹکڑا ہے ویسے ہی آخر بھی اس کا ایک ٹکڑا ہے اور تیسرا مسئلہ باب کا حدیث انس رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے اور چوتھا مسئلہ

باب کا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حدیث عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے پس کل حدیثوں سے کل مسئلے باب کے ثابت ہو گئے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ باب کے کل مسئلے ہر ہر حدیث سے ثابت ہوں بلکہ اگر کل حدیثوں سے کل کے باب ثابت ہو جائیں تو جب بھی مطابقت حدیثوں کی باب سے ثابت ہو جاتی ہے واللہ اعلم ۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ان چاروں مسئلوں میں یہ ہے کہ اگر اس طرح کر لے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مگر خلاف اولیٰ ہے اور حنفیہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تیسرا مسئلہ مکروہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز مکروہ ہو جائے گی لیکن یہ حدیثیں ان پر رد کرتی ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ ترتیب سورتوں کی جواب قرآن میں موجود ہے یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے یا کہ اصحاب کے اجتہاد سے سو صحیح اس میں یہی قول ہے کہ یہ ترتیب عثمانی ہے اصحاب کے اجتہاد سے ہوئی ہے وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نہیں ہوا کہ اس ترتیب سے سورتیں آگے پیچھے رکھی جائیں لیکن ترتیب آیات کی سو یہ بالاتفاق توفیقی ہے اسی واسطے سورتوں کو آگے پیچھے پڑھنا جائز ہے اور آیتوں کو آگے پیچھے کر کے پڑھنا جائز نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جلدی جلدی قرآن کو بلا سوچ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بغیر سوچنے معنی کے قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن اگر ساتھ اس کے معنی بھی سوچتا جائے تو اس میں بڑا ثواب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو لمبا کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیب سورتوں قرآن کی اصحاب کے اجتہاد سے ہوئی ہے اس لیے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب ہے اور یہ مخالف ہے ترتیب عثمانی کے۔

بَابُ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

اخیر دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھنے کا بیان۔

٧٣٤ ۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ.

۷۳۴ ۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور اخیر دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھتے تھے اور کبھی کبھی آپ ہم کو کوئی آیت سناتے اور پہلی رکعت میں اتنی لمبی قراءت پڑھتے جو دوسری میں نہ کرتے اسی طرح عصر کی نماز میں ہے اور اسی طرح فجر کی نماز میں ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اخیر دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھا جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب

سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحمد ہر رکعت میں پڑھنا چاہیے کما مر۔

بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَآءَ ةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ.

ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ قراءت پڑھنے کا بیان۔

٧٣٥ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۳۵۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے اس میں صریح موجود ہے کہ آپ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت پوشیدہ پڑھتے تھے۔

بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْأٰيَةَ.

جب سری نماز میں امام کوئی آیت پکار کر پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٧٣٦ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْأٰيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

۷۳۶۔ ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

فائدہ: بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ اگر سری نماز میں پکار کر پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے گو بھول کر کیا ہو سو غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے رد کرنا ہے حنفیہ پر اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو نہیں کیا۔

بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھے۔

٧٣٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۷۳۷۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی رکعت میں لمبی قراءت پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں چھوٹی قراءت پڑھتے اور فجر کی نماز میں بھی اسی

وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

طرح کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں پہلی رکعت لمبی کرے اور یہی ہے مسئلہ باب کا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ فقط فجر کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کرے اور کسی نماز میں نہ کرے سو یہ حدیث رد کرتی ہے ان پر اور بیہقی نے ان حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر مقتدیوں کا انتظار ہو تو پہلے رکعت لمبی پڑھے ورنہ دونوں کو برابر پڑھے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر کی پہلی رکعت لمبی پڑھے اور باقی نمازوں میں انتظار پر مدار رکھے لیکن اتباع ظاہر حدیث کا بہت افضل ہے۔

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ.

امام کا آمین پکار کر کہنا۔

فائدہ: آمین کا معنی جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ یا الٰہی! میری دعا قبول کر اور بعض کہتے ہیں کہ آمین اللہ کا اسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک درجہ ہے بہشت میں واجب ہوتا ہے واسطے آمین کہنے والے کے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَآءٌ.

عطاء نے کہا کہ آمین دعا ہے۔

فائدہ: آمین کا دعا ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ امام بھی اس کو کہے اس لیے کہ امام دعا کرنے والے کی جگہ میں کھڑا ہوا ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے۔

أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

ابن زبیر نے اور جو اس کے پیچھے تھے سب نے پکار کر آمین کہی یہاں تک کہ مسجد کے واسطے گونجنا تھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کو پکار کر کہے اور مقتدی بھی پکار کر کہیں پس وجہ مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تُفْتِنِيْ بِاٰمِيْنَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو کہتے تھے کہ مجھ سے آمین فوت مت کر۔

فائدہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے مؤذن تھے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ یہ شرط کر لی تھی کہ ولا الضالین مجھ سے پہلے نہ کہا کر بلکہ جب میں صف میں داخل ہو جاؤں تو اس وقت کہا کرتا کہ میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اقامت ہوتی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو امام کو پکار کر کہتے کہ آمین مجھ سے پہلے نہ کہو اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت پڑھا کرتے تھے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو آمین کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے ا

س سے اس باب میں ایک حدیث سنی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں آمین کہا کرتے تھے خواہ امام ہوتے خواہ مقتدی ہوتے اور ظاہر یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین پکار کر کہتے تھے اسی واسطے نافع نے کہا کہ وہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے پس ظاہر یہی ہے کہ نافع ان کو آمین کہتے سنتا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٧٣٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ.

۷۳۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس واسطے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ امام آمین نہ کہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے جب امام دعا پڑھے یعنی اهدنا الصراط المستقیم کہے تو تم آمین کہو لیکن یہ تاویل غلط ہے اس لیے کہ جب آمین دعا ہوئی تو امام کو بطریق اولیٰ کہنی جائز ہو گی اور نیز حدیث ابن شہاب کی صریح ہے اس کے رد میں اور نیز ایک روایت میں صریح آ چکا ہے کہ وَاِنَّ الامام یقول آمین یعنی امام بھی آمین کہتا ہے اور یہ لفظ ابو داؤد وغیرہ میں آیا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ امام بھی آمین کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہیں نہ اس سے پہلے کہیں اور نہ اُس سے پیچھے کہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ امام بھی آمین کہے تو اب جن نمازوں میں قراءت پکار کر پڑھے گا اس میں آمیں بھی پکار کر کہے گا جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا مگر حنفی آمین پکار کر کہنا جائز نہیں رکھتے ہیں اور اس حدیث سے پکار کر کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی آمین کو امام کی آمین کے ساتھ معلق کیا ہے سو اگر امام کی آمین سنی نہ جائے تو مقتدی معلوم نہیں کر سکتا۔ ہے کہ امام نے آمین کس وقت کہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آمین کہنے کی جگہ معلوم ہے کہ وہ بعد لفظ ولا الضالین کے ہے پس اس سے اس کا پکار کر کہنا لازم نہیں آتا ہے سو جواب اس کا یہ کہ احتمال

ہے کہ اس میں کوئی خلل واقع ہو پس یہ لازم نہیں آتا کہ مقتدی کو اس کا علم ہو جائے اور اس قسم کی اور بہت حدیثیں ہیں جن سے آمین کا پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ فتح الباری میں ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب ولا الضالین پر پہنچتے تو آمین پکار کر کہتے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ﷺ الحمد سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے اور ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ پہلی صف کے لوگ آپ کی آمین سنتے اور اسی طرح ابن حبان نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کی تفصیل باب جھر الامام بالتامین میں آئندہ آتی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ تم بھی امام کے ساتھ آمین کہو تو یہ حکم جمہور کے نزدیک استحباب کے واسطے ہے یعنی امام کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مقتدی پر واجب ہے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر نمازی پر آمین کہنی واجب ہے اور اگر مقتدی قراءت پڑھتا ہو اور امام آمین کہہ دے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ آمین کہے اور یہی مذہب ہے اکثر شافعیوں کا اور اس کے ساتھ قراءت قطع نہیں ہوتی اور مراد فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہونے سے یہ ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہو اور مراد فرشتوں سے وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں خواہ زمین کے فرشتوں سے ہوں یا آسمان کے فرشتوں سے ہوں ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور مراد پچھلے گناہوں سے صغیرے گناہ ہیں یعنی پچھلے صغیرے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور اگر کبیرے گناہوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ محض فضل اللہ کا ہے جس کو چاہے دے اور فرشتوں کی موافقت کی برکت سے کبیرے بھی معاف ہو جائیں لیکن بہر حال حقوق العباد اس سے مخصوص ہیں وہ معاف نہیں ہوتے جب تک کہ وہ حق دار خود معاف نہ کرے۔ واللہ اعلم

بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ.

آمین کہنے میں کیا ثواب ہے؟۔

٧٣٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

٧٣٩۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں سو جب ایک آمین دوسری آمین کے موافق پڑ جائے گی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آمین کے ثواب کے برابر کوئی ثواب نہیں کہ ذرا سی بات ہے کہ اس میں مطلق کچھ تکلیف نہیں اور اس پر مغفرت اتنی بڑی ہے کہ پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اپنے

بندوں پر کہ تھوڑے کام پر اتنی مزدوری عنایت کرتا ہے اور مراد فرشتوں سے غیر اُن فرشتوں کے ہیں جو چوکیدار اور کراما کاتبین ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ.

مقتدی کا آمین کو پکار کر کہنا۔

٧٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ تَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

٧٤٠۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس واسطے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق پڑ جائے گا تو اس کے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی آمین پکار کر کہے اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں قول کا لفظ واقع ہوا ہے اور جب کہ خطاب میں مطلق قول واقع ہوا ہے اس سے مراد پکار کر کہنا ہوتا ہے اور جب کہ اس سے پوشیدہ کہنا مراد ہو تو اس وقت اس کے ساتھ کوئی قید ضرور ہوتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے آمین پکار کر کہنا کئی طرح ثابت ہوتا ہے۔ اول اس وجہ سے کہ اس حدیث میں حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو تو یہاں مقتدی کا آمین کہنا امام کے آمین کہنے کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے تو اب اگر امام مثلاً آمین پکار کر کہے تو ظاہر یہ ہے کہ مقتدی کو آمین پکار کر کہنی پڑے گی۔ دوم اس وجہ سے کہ اس حدیث میں مطلق آمین کہنے کا حکم آیا ہے پکار کر کہنے یا پوشیدہ کہنے کی اس میں کوئی قید نہیں اور پہلے ہم اس حدیث سے امام کے حق میں آمین پکار کر کہنا ثابت کر چکے ہیں اور جب کہ مطلق کے ساتھ ایک صورت میں عمل کیا جائے تو پھر دوسری کسی صورت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے پس پوشیدہ کہنے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ سوم اس وجہ سے کہ مقتدی کو امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے کما مر اور امام آمین پکار کر کہتا ہے جیسے کہ اوپر گزرا پس اس سے لازم آئے گا کہ مقتدی بھی آمین پکار کر کہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس باب میں اور بھی بہت حدیثیں صحیح آ چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا

ہے کہ مقتدی آمین پکار کر کہے چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں سفیان کے طریق سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ جب "**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**" پڑھا تو کہا آمین اور کھینچا ساتھ اس کے آواز اپنی کو اور اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے پھر ترمذی نے کہا کہ میں نے ابو زرعہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا حال پوچھا تو اس کے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علاء نے بھی سلمہ بن کھیل سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور اسی طرح محمد بن مسلمہ نے بھی اپنے باپ سے سفیان کی طرح حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے دو سو اصحاب کو اس مسجد میں پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو ان کی آواز آمین کے ساتھ گونجتی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بلند کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا جب **ولا الضالین** پڑھتے تو آمین پکار کر کہتے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب الحمد سے فارغ ہوتے تو بلند کرتے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے روایت کیا ہے اس حدیث کو دارقطنی نے اور اس کو حسن کہا اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں حسد کرتے ہیں تم سے یہود اوپر کسی چیز کے جس قدر کے حسد کرتے ہیں تم سے سلام کرنے پر اور آمین کہنے پر اور اسی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہود تم سے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں سو بہت آمین کہا کرو اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ہیں جو ہماری کتاب کلام المتین میں مذکور ہیں پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے حق میں سنت یہی ہے کہ آمین پکار کر کہے لیکن حنفیہ آمین پکار کر کہنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں لیکن سب کی گنجائش اس موقع میں نہیں ہے کچھ تھوڑا سا بطورِ نمونہ کے بیان کیا جاتا ہے، وباللہ التوفیق۔

پہلی دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ شعبہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ﷺ ولا الضالین پر پہنچتے تو آمین آہستہ کہتے روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی نے اور احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلی اور طبرانی وغیرہ نے سو جواب اس کا کئی طور سے ہے اول یہ کہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے اس لیے کہ اس کے کل طریقوں میں شعبہ راوی واقع ہوا ہے اور اس کی کل سندوں میں شعبہ کا واسطہ موجود ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ سنا میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے۔ پہلی غلطی شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اس کی غلطی ہے کہ حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت اس کی ابا سکن ہے۔ دوسری غلطی شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا ہے اس حدیث کی سند میں عن علقمہ بن عائل حالانکہ یہ لفظ اس حدیث کی سند میں نہیں ہیں۔ اور تیسری غلطی شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے کہ حضرت ﷺ آمین آہستہ کہی اور یہ اس کی خطا ہے اور صحیح یہ لفظ ہے کہ آپ نے آمین کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا۔ انتہی

اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں شعبہ کی غلطی پر تمام حفاظ حدیث کا اتفاق ہے اور تحقیق صواب معروف یہ لفظ ہے مَدبھا او رفع بھا صوتَہٗ اور لفظ مد بھا صوتہ کو ترمذی اور احمد نے اور ابن شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور لفظ رفع بھا صوتہ کا ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور روایت کیا ہے بیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عطاء سے نقل کیا کہ پایا میں نے دوسو آدمی اصحاب سے کہ جب کہے امام و لا الضالین تو بلند کرتے آوازیں اپنی ساتھ آمین کے انتہی۔

اور شعبہ کی اس حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اور شیخ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے پس اس حدیث میں شعبہ کا ضعیف ہونا بخوبی ثابت ہو گیا اب اس حدیث سے دلیل پکڑنی جائز نہیں۔ وجہ دوم یہ ہے کہ جب حضرت ﷺ نے آمین آہستہ کہی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت میں آمین کہی ہے؟ احتمال ہے کہ حضرت ﷺ نے اس وقت خاص میں آمین پوشیدہ بھی نہ کہی ہو بالکل ترک کر دی ہو اس لیے کہ آمین کہنا کوئی واجب امر نہیں سنت یا مستحب ہے پس کبھی بالکل ترک کرنا استحباب کے مخالف نہیں ہے بلکہ سنت میں بھی کبھی کبھی ترک کرنا ضروری ہے اور اگر اس وقت آمین کہنا تسلیم بھی کیا جائے تو ضروری ہے کہ آپ نے پکار کر کہی ہو گی گو نرم آواز سے سہی اس لیے کہ کہ بالکل پوشیدہ کہنے سے مقتدی ہرگز نہیں سن سکتا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام نے اس وقت میں یہ کام کیا مگر جب کہ امام سے سن لے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ اخفاء کا لفظ اضداد میں سے ہے یعنی کبھی اس کا معنی پکار کر کہنا آتا ہے اور کبھی اس کا معنی پوشیدہ رکھنا آتا ہے چنانچہ صراح میں لکھا ہے الشی خفیا پنہاں کردن و آشکارا کردن وھو من الاضداد انتہی۔

پس احتمال ہے کہ یہاں مراد اس سے پکار کر کہنا ہو پوشیدہ کہنا مراد نہ ہو اور جب کہ احتمال آ گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ بہت احادیث قویہ واخبار صحیحہ قولیہ وفعلیہ صریح آمین کے پکار کر کہنے پر دلالت کرتی ہیں کما مر پس ضروری ہے کہ اخفاء سے مراد اس حدیث میں عدم کھڑک سخت رکھی جائے یعنی بہت سخت آواز سے چلا کر آمین نہ کہے درمیانہ آواز سے آمین کہے تا کہ سب حدیثوں کے درمیان تطبیق ہو جائے اس لیے کہ حتی الامکان تطبیق واجب ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ دو دلیلوں کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے جب تک کہ ممکن ہو انتہی۔

اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بعض شافعیوں نے دونوں قسم کی حدیثوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ مراد آہستہ آمین کہنے سے یہ ہے کہ بہت چلا کر نہ کہے اور مراد پکار کر کہنے سے یہ ہے کہ نرم آواز سے کہے اور شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ میری رائے بھی یہی ہے پس اس سے دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ وجہ پنجم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی آمین پکار کر کہنا ترک بھی کر دیا ہو تو اس بات کا ہم انکار نہیں کرتے کبھی

واسطے بیان جواز کے آپ نے ترک کر دیا ہوگا بلکہ سنت میں تو بعض وقت ترک کرنا ضروری ہے پس بعض اوقات ترک کرنا سنت ہونے کے منافی نہیں ہے۔ وجہ ششم یہ ہے کہ آمین پکار کر کہنے کی حدیثیں اکثر قولی ہیں اور آہستہ آمین کہنے کی حدیث فعلی ہے اور وقت تعارض کے قول مقدم ہوتا ہے فعل پر کما تقرر فی الاصول۔ وجہ ہفتم یہ ہے کہ سفیان کی حدیث کو (جو آمین پکار کر کہنے کے باب میں آئی ہے) کسی نے ضعیف نہیں کہا اور متقدمین اور متاخرین سے کسی کی جرح اس پر آج تک نظر سے نہیں گزری بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو ذرعہ اور دارقطنی وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے پس حدیث سفیان کی جو نص صریح ہے شعبہ کی حدیث پر ترجیح ہوگی۔ وجہ ہشتم یہ ہے کہ شعبہ سے اس حدیث کے برخلاف بھی روایت آ چکی ہے یعنی آمین بالجہر کرنے کی روایت بھی اس سے ثابت ہو چکی ہے جیسے کہ زیلعی حنفی نے تخریج ہدایہ میں بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ شعبہ نے وائل سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ **ولا الضالین** پر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہی بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ روایت سفیان کی حدیث کے موافق ہے پس اب قطعاً ثابت ہو گیا کہ شعبہ کی پوشیدہ آمین کہنے کی حدیث غلط ہے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ وجہ نہم یہ ہے کہ اس پر سب محدثین وغیرہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے مخالف ہو تو اس وقت سفیان کی روایت کو لیا جائے گا اور شعبہ کی روایت کو ترک کیا جائے گا چنانچہ ترمذی اور بیہقی اور ابو داؤد اور اعلام الموقعین وغیرہ میں لکھا ہے اور نیز شعبہ نے خود بھی کہا ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ تر حدیث کو یاد رکھنے والا ہے پس اندریں صورت حدیث سفیان کو بالاتفاق ترجیح ہوگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر فرضاً اس حدیث بخاری کے سوا اور حدیث بھی آمین پکار کر کہنے کی نہ ہوتی تو یہی کافی دلیل تھی اس پر کہ مقتدی آمین کہے اس لیے کہ مقتدی امام کی آمین کا وقت نہیں پہچان سکتے مگر جب کہ امام اپنی آمین ان کو سنا دے اور ہمیشہ سے اہل علم اس پر ہیں انتہی۔

اور اس حدیث کے اور بھی بہت جواب ہیں جن کی تفصیل ہماری کتاب کلام المتین میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اس سے زیادہ اس مسئلے کی تحقیق کسی کتاب میں نہیں ہے اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ آیت ہے ﴿**ادعوا ربکم تضرعا و خفیه**﴾ یعنی پکارو رب اپنے کو عاجزی اور پوشیدہ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے پس اس کو پوشیدہ کہنا چاہیے سو جواب اول اس کا یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے ہر قسم کی دعا کو شامل ہے اور حدیث آمین پکار کر کہنے کی خاص ہے اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے یعنی حدیث کے جائز ہے اُن چار وجھوں سے جو مسئلہ قراءت خلف الامام میں آیت ﴿**واذا قرئ القرآن**﴾ کے جواب میں گزر چکے ہیں وہاں مطالعہ کرنا چاہیے پس آمین اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اس سے باہر رہے گی پس آمین پکار کر کہنا جائز رہے گا۔ اور دوم جواب اس کا یہ ہے کہ آمین کے دعا ہونے میں بھی اختلاف ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے پس اس آیت میں اس کا داخل ہونا مسلم نہیں ہے۔ سوم جواب

اس کا یہ ہے کہ صیغہ امر کا مطلق وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ حنفیہ وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ چہارم مفسرین اکثر نے تضرعا وخفیہ کی تفسیر یہ لکھی ہے سرا واعلانیہ یعنی پوشیدہ بھی کہے اور پکار کر بھی کہے پس اس آیت سے استدلال باطل ہوا۔ پنجم اخفاء کا لفظ اضداد سے ہے کما مر۔ ششم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ بہت چلا کر کہے اور نہ بہت پوشیدہ کہے بلکہ درمیانی آواز سے کہے چنانچہ اس کے آگے کی آیت میں ﴿دون الجهر من القول﴾ کے تحت میں لکھا ہے کہ درمیانی آواز سے کہے نہ بہت چلا کر اور نہ بہت پوشیدہ پس معلوم ہوگیا کہ اس آیت میں پوشیدہ کہنا مراد نہیں ہے اور نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس آیت کے اول کی ہے پس احتمال ہے کہ اس آیت سے متاخر ہو پس آمین اس میں داخل نہیں ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ آمین کا پکار کر کہنا منسوخ ہے سو جواب اس کا اول یہ ہے جو کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد اور ابن حبان وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ پکار کر آمین کہا کرتے تھے اور اس میں رد ہے اس شخص پر جو نسخ کا دعویٰ کرتا ہے اس لیے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اخیر دنوں میں مسلمان ہوا ہے اور جب کہ اُس نے حضرت ﷺ کو آمین کہتے سنا تو معلوم ہوا کہ آمین پکارنا منسوخ نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ عطاء سے روایت ہے کہ میں نے دو سو صحابی کو آمین پکارتے دیکھا ہے کما مر پس اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو اتنے صحابہ میں سے کسی نہ کسی کو ضرور اطلاع ہوتی اور نیز ترمذی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور پہلوں کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے جمہور علماء کا پس اگر آمین پکار کر کہنا منسوخ ہوتو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق وغیرہ مجتہدین کو اس کی ضرور اطلاع ہوتی اس لیے کہ مجتہد ہونے کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ناسخ اور منسوخ کو پہچانتا ہو اور جب کہ ایسے بڑے بڑے مجتہدین کو اس کا نسخ معلوم نہ ہوا تو پھر یہ مجتہد کیسے ہوسکتے ہیں اور نیز منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے پھر دو سو صحابہ اور اتنے مجتہدین وغیرہ جمہور نے جو اس ناجائز حکم پر عمل کیا تو ان کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا۔ سوم کوئی ناسخ اس باب میں موجود نہیں پس محض احتمال سے دعویٰ نسخ کرنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ چہارم شرائط نسخ کا یہاں پایا جانا ممکن نہیں ہے پس مدعی نسخ کو لازم ہے کہ اولا شرائط نسخ کی بیان کرے بعد اس کے دعویٰ نسخ زبان پر لائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے جو بعض اوقات میں آمین کہتا ہے تو وہ واسطے تعلیم کے کیا ہے سو یہ دعویٰ ان کا بھی بالکل غلط ہے اور اگر تعلیم کے واسطے ہوتا تو آپ بیان فرما دیتے حالانکہ کسی حدیث یا کسی اثر ضعیف بلکہ موضوع سے بھی یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ آمین پکار کر کہنا تعلیم کے واسطے تھا محض احتمال اور مجرد خیال ہے اس پر کوئی دلیل نہیں پس اس سے استدلال کرنا بالکل جائز نہیں اور باقی تفصیل اس مسئلے کی ہماری کتاب کلام المتین رد فتح المبین میں دیکھنی چاہیے بیان اسی قدر کافی ہے۔

بَابُ إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ. جب صف کے پیچھے رکوع کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر امام مقتدی سب رکوع میں ہوں اور کوئی آدمی پیچھے سے آئے اور خیال کرے کہ اگر میں صف تک چل کر گیا تو مجھ کو رکوع نہیں ملے گا سو وہ شخص جس جگہ کھڑا ہو وہیں رکوع کرلے اور رکوع کے اندر صف میں آملے تو اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

۷۴۱ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْأَعْلَمِ وَهُوَ زِيَادٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَّصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ.

۷۴۱۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ رکوع میں تھے سو جلدی سے صف کے پیچھے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو گیا یعنی اس خیال سے کہ رکوع کا ثواب نہ جاتا رہے سو کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا سو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور یہ کام پھر نہ کرنا یعنی دوڑ کر آنا اور صف کے پیچھے رکوع کے صف میں مل جانا پھر نہ کرنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صف کے پیچھے نیت کر کے رکوع میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے نزدیک اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہو جاتی ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں اور یہ نہی ان کے نزدیک تنزیہی ہے یعنی یہ نماز افضل نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے ان کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی اس لیے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی ممانعت آچکی ہے اور اس شخص نے صف کے پیچھے نیت کی ہے اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیہ کا لیکن جمہور کا قول اس باب میں قوی ہے اس لیے کہ آپ نے اس کو نماز کا دوہرانا نہیں فرمایا فقط منع کر دیا کہ پھر ایسا نہ کرنا اور اس حدیث سے بعض لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے کہ اس میں وہ رکعت دوہرانے کا ذکر نہیں ویسے ہی اس میں یہ بھی ذکر نہیں کہ اس نے اس رکعت کو کافی سمجھ لیا ہو پس یہ استدلال ٹھیک نہیں ہے اور بعض نے ان حدیثوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ اگر صف کے پیچھے رکوع کر کے صف میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے جیسے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور اگر صف کے پیچھے نیت کر کے وہیں کھڑا رہا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ. نماز کی تکبیروں کا شمار پورا کرنا ساتھ رکوع کے۔

فائدہ: طحاوی وغیرہ نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ وہ سجدے میں تکبیریں نہیں کہتے تھے اور زیاد اور معاویہ بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بنو امیہ بھی تکبیریں نہیں کہتے تھے اور بعض سے یہ بھی آیا ہے کہ وہ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور

کوئی تکبیر نہیں کہتے تھے لیکن بعد اس زمانے کے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ جب سجدے جائے تو اس وقت بھی تکبیر کہے اور جب سر اٹھائے تو اس وقت بھی تکبیر کہے لیکن یہ تکبیریں رکوع اور سجود کی جمہور کے نزدیک سنت ہیں اور یہی مذہب ہے ابو صدیق اور عمر اور جابر اور عثمان اور علی اور ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور قیس اور شعبی اور اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز اور مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ وغیرہ سب علماء کا مگر جمہور کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ واجب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ یہ تکبیریں کل واجب ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض بھی اس باب سے یہی ہے کہ نماز میں رکوع وسجود میں ہر جگہ تکبیریں کہی جائیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ہر خفض اور رفع میں تکبیریں کہنی سنت ہیں۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

روایت کیا ہے تکبیریں پوری کرنے کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے کہ آئندہ باب میں آئے گا اور اس باب میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے جیسے کہ آئندہ وہ حدیث آئے گی۔

۷۴۲ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلّٰى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

۷۴۲۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی سو کہا اس شخص نے یعنی علی رضی اللہ عنہ نے ہم کو وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے سو عمران نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے جب کہ سر اٹھاتے اور جب کہ سر نیچے رکھتے یعنی تمام انتقالات میں تکبیریں کہتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمران وغیرہ کو یہ تکبیریں یاد نہیں تھی یا عمدا چھوڑ دی ہوئی تھیں۔

۷۴۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

۷۴۳۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے سو تکبیر کہتے تھے جس وقت کہ سر نیچے رکھتے اور جس وقت کہ سر اٹھاتے تھے سو جب نماز پڑھ چکے تو کہا کہ البتہ میں تم سے زیادہ تر مشابہت رکھتا ہوں نماز میں ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی میری نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے ساتھ زیادہ تر موافق ہے تم سے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں سر رکھتے اور اٹھاتے وقت سب جگہ تکبیریں کہی جائیں پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ.

سجدے میں تکبیریں کہنے کا بیان۔

فائدہ: اس باب سے بھی وہی غرض ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔

٧٤٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۴۴۔ مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عمران بن حصین نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی سو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے سو جب علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اُس شخص نے مجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سجدے میں بھی تکبیر کہتے تھے۔

٧٤٥ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُمَّ لَكَ.

۷۴۵۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرد کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا کہ تکبیر کہتا تھا سر رکھتے اور سر اٹھاتے اور جب سیدھا کھڑا ہوتا اور سجدے میں جاتا تو اس وقت بھی تکبیر کہتا سو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو اس نے کہا کہ کیا یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں تیری ماں مر جائے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عکرمہ کو یہ بد دعا دی واسطے جھڑکنے کے کہ تو ایسی سنت کو نہیں جانتا ہے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ.

جب سجدے سے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔

٧٤٦ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ

۷۴۶۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے مکے میں ایک

أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَّعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

بوڑھے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی سو اس نے نماز میں بائیس تکبیریں کہیں سو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ بوڑھا بڑا احمق ہے کہ اتنی تکبیریں نماز میں کہتا ہے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تیری ماں تجھ کو روئے یہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

فائدہ: وہ بوڑھے آدمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ عکرمہ نے اس کو بیہودہ گالی دی اور ایسے ہی اس کی بے ادبی کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بائیس تکبیریں کہی جائیں اور نماز کی پوری تکبیریں اتنی ہی ہیں اس لیے کہ ہر رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں تو چار رکعت کی بیس ہوئیں اور ایک تکبیر تحریمہ اور تکبیر پہلے التحیات کی اس کے ساتھ ملائیں تو بائیس ہوگئیں۔

٧٤٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ.

٧٤٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے جب کہ کھڑے ہوتے یعنی تکبیر تحریمہ کہتے جب رکوع کرتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر جب سیدھے کھڑے ہوتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور ایک روایت میں ربنا ولک الحمد کہتے یعنی واو کے ساتھ پھر جب سجدے میں جاتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو پھر تکبیر کہتے پھر ہر رکعت میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ سب نماز ادا کرتے اور جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے۔

بَابُ وَضْعِ الْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا بیان یعنی ایک ہتھیلی کو

الرُّكُوعِ. ایک گھٹنے پر رکھے اور دوسری کو دوسرے پر۔

فائدہ: صحیح مسلم وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رکوع میں تطبیق کیا کرتے تھے اور تطبیق کہتے ہیں اس کو کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر رکوع میں دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے اور ایسے ہی اور بعض ان کے اصحاب سے بھی مروی ہے سو غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ رکوع میں تطبیق کرنا منسوخ ہے اب تطبیق نہیں کرنی چاہیے اور شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچی اس واسطے وہ ہمیشہ رکوع میں تطبیق کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهِ أَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

ابوحمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب میں بیان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط کیا اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر۔

فائدہ: یہ حدیث پوری آگے آئے گی اس سے معلوم ہوا کہ رکوع میں تطبیق نہ کرے بلکہ ایک ہاتھ ایک گھٹنے اور دوسرا ہاتھ دوسرے گھٹنے پر رکھے۔

۷۴۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ أَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

۷۴۸۔ مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ کے پاس نماز پڑھی سو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں میں تطبیق کی یعنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ڈالا پھر ان کو اپنے دونوں رانوں کے درمیان رکھا سو میرے باپ نے مجھ کو منع کیا اور کہا کہ ہم اس کو پہلے کیا کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع ہوا اور ہم کو حکم ہوا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابتدائے اسلام میں تطبیق جاری تھی پھر بعد اس کے منسوخ ہوگئی اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب ہمارا اور مذہب تمام علماء کا یہ ہے کہ رکوع میں تطبیق کرنی منسوخ ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تطبیق سنت ہے ان کو ناسخ نہیں پہنچا اور صواب وہی قول ہے جس پر جمہور علماء ہیں واسطے ثابت ہونے صریح ناسخ کے انتہی ملخصا۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ.

اگر کوئی رکوع کو پورا نہ کرے یعنی اس میں اطمینان نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۷۴۹ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ

۷۴۹۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک مرد کو دیکھا کہ رکوع اور سجود کو پورا نہیں کرتا تھا سو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا

وَهْبٍ قَالَ رَأٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اس حال میں مرگیا تو مرے گا غیر اُس دین پر جس پر اللہ نے حضرت ﷺ کو پیدا کیا یعنی بے دین ہو کر مرے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود میں آرام کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بعض رکنوں کے ترک سے اس کو بے دین ٹھہرایا مگر یہ اس وقت ہے جب کہ فطرت سے دین مراد رکھا جائے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف اور جمہور کا کہ ان کے نزدیک رکوع اور سجدے میں اطمینان کرنا فرض ہے اگر اس کو ترک کرے تو نماز نہیں ہوتی دوہرا کر پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے مگر ناقص ہے اور اگر سنت مراد رکھی جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور بعض اس وعید کو حقیقت پر حمل کرتے ہیں اور بعض زجر پر اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی صریح حکم اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسی طرح سے کلام کی جو دونوں حکموں کا احتمال رکھتی ہے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اکثر عادت ہے کہ جس مسئلہ میں اماموں کا اختلاف ہو اس میں کوئی حکم صریح بیان نہیں کرتا بلکہ ایسی کلام کر جاتا ہے جو دونوں مذہبوں کا احتمال رکھے بہر حال ایسی صورت میں نماز کو دوہرانا زیادہ احتیاط ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رکوع اور سجود اور جلسے میں طمانیت واجب ہے اور یہی ہے مذہب ہمارا اور جمہور علماء اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو واجب نہیں کہتے لیکن یہ حدیث ان پر رد کرتی ہے۔

بَابُ اِسْتِوَآءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوْعِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ أَصْحَابِهٖ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ.

رکوع میں پیٹھ کو سر کے برابر کرنے کا بیان۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے یاروں کو بیان کیا کہ حضرت ﷺ نے رکوع کیا پھر ٹیڑھا کیا پیٹھ اپنی کو۔

فائدہ: یہ حدیث آئندہ آئے گی اور اس کے ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے پیٹھ کو سر کے برابر کیا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے گویا کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس کے بعض طریقوں میں یہ لفظ واقع ہوا ہے کما بر بیانہ مرارا۔

بَابُ حَدِّ إِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالطُّمَأْنِيْنَةِ.

نہایت تک رکوع پورا کرنا اور اس میں اعتدال کرنا اور آرام پکڑنا۔

فائدہ: یہ پہلے باب میں داخل ہے اور تعلیق ابوحمید رضی اللہ عنہ کی پہلے جزء باب کے مطابق ہے اور حدیث براء رضی اللہ عنہ کی دوسرے مسئلے کے مطابق ہے۔

۷۵۰ ۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا

۷۵۰۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کا رکوع اور

شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

سجدہ اور جلسہ اور قومہ سوائے قیام اور التحیات کے برابری سے نزدیک تھے یعنی ان چار جگہوں میں آرام اور اطمینان اتنا کرتے کہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہوتا سوائے قیام اور التحیات کے کہ اُن دونوں میں بہت طول کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ آپس میں برابر ہیں اور ایک طریق میں آیا ہے کہ قومہ میں بہت طول کرتے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ سب میں اطمینان کرنا چاہیے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اطمینان کی حد یہ ہے کہ پہلے رکن کی حرکت بالکل باقی نہ رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رکوع پورا کرنے کی حد یہ ہے کہ سجدہ کے برابر ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال قومہ میں ایک رکن طویل ہے۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ.

ایک شخص نے رکوع پورا نہ کیا تو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ نماز دوہرا کر پڑھ۔

٧٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلَّى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ

٧٥١۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے سو ایک شخص آیا اور نماز پڑھ کے چلا اور حضرت ﷺ کو سلام کیا سو آپ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی سو اس نے پھر جلدی جلدی نماز پڑھی اور حضرت ﷺ کو سلام کر کے چلا سو آپ نے فرمایا کہ پلٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی اسی طرح اس نے تین بار نماز پڑھی پھر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ کو اس سے زیادہ بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی سو آپ مجھ کو نماز سکھلایئے سو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہوا کرے تو اللہ اکبر کہا کر پھر پڑھ جو کچھ کہ تجھ کو قرآن سے یاد ہو پھر رکوع کیا کر آرام اور اطمینان سے پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ خوب سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کیا کر اطمینان اور چین سے پھر سر اٹھایا کر یہاں تک کہ بیٹھے تو آرام اور چین سے پھر سجدہ کیا کر آرام اور اطمینان سے پھر

حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

اسی طرح ہر رکعت میں کیا کر۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکانِ نماز میں تعدیل اور اطمینان کرنا واجب ہے جلدی کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اگر ترک کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی صحیح ہو جاتی ہے لیکن طحاوی کی میل بھی وجوب کی طرف معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث میں اگرچہ اقامت اور تعوذ اور دعائے استفتاح اور تکبیر تحریمہ وغیرہ میں رفع یدین کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا اور انتقالات کی تکبیریں اور رکوع اور سجود کی تسبیحات کہنا اور التحیات کی ہیئت اور ہاتھ کا زانو پر رکھنا وغیرہ مذکور نہیں لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ سب ثابت ہو چکے ہیں صرف نیت اور التحیات اول اور آخر اور سلام اور درود اس میں مذکور نہیں سو یہ بھی اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو جانتا تھا پس سب رکن واجب ہیں بموجب اس حدیث کے سو جو شخص ان چیزوں کے وجوب کا قائل نہیں اس کو لازم ہے کہ کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اس کی مخصص ہو سکے اور اس کے ایک طریق میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے بہت ہلکی نماز پڑھی تھی رکوع اور سجود پورا نہیں کیا تھا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص نماز میں کسی واجب کو ترک کرے وہ نماز کو دوہرائے اور یہ کہ نیک بات بتلائے اور برے کام سے روکے اور مسئلہ کو اچھی طرح کھول کر بیان کرے اور یہ کہ سائل کو جھڑک نہ دے اور یہ کہ سلام کو مکرر کہنا جائز ہے اور اس کا جواب دینا جائز ہے جب کہ جدا ہوا اگرچہ ایک جگہ سے باہر نہ ہو اور یہ کہ امام اور عالم کا مسجد میں بیٹھنا یاروں کے ساتھ جائز ہے اور یہ کہ عالم کے پاس بڑے ادب سے جائے اور اپنے قصور کا اقرار کرے اور یہ کہ وضو کے فرض وہی ہیں جو قرآن میں آ چکے ہیں اور جو احکام اس کے حدیث سے معلوم ہوئے ہیں وہ فرض نہیں مستحب ہیں اور یہ کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ جو شخص بے علمی سے نماز میں کوئی قصور کر بیٹھے تو جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نفی حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ آپ نے آخر بار میں نماز کی تعلیم کی تو گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اس طور سے نماز دوہرا کر پڑھ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کو حسن خلق کمال درجے کا تھا۔

بَابُ الدُّعَآءِ فِي الرُّكُوْعِ.

رکوع میں دعا کرنے کا بیان۔

۷۵۲ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ

۷۵۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اپنے رکوع میں اور سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے سُبْحَانَكَ

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.

اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ یعنی پاک ہے تو اے الٰہی! اے رب ہمارے! اور میں تسبیح کہتا ہوں ساتھ حمد تیری کے اے الٰہی! بخش دے مجھ کو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دعا کرنی جائز ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو رکوع میں دعا کرنے کو مکروہ کہتا ہے جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث سے التسبیح فی الرکوع بھی ثابت ہے لیکن چونکہ تسبیح میں کسی کو اختلاف نہیں اسی واسطے اس کا خاص کر کے علیحدہ باب باندھا اور رکوع میں تسبیح کہنے کا ذکر نہ کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ واحمد وغیرہ علماء کے نزدیک رکوع اور سجود میں جو دعا کرے جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ رکوع اور سجود میں دعا نہ پڑھے تسبیح کہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ.

جب امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو اس وقت کیا دعا پڑھیں؟۔

فائدہ: یہ ما موصولہ ہے استفہامیہ نہیں۔

٧٥٣ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ يُكَبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ.

۷۵۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اللھم ربنا ولک الحمد کہتے اور جب آپ رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس وقت تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے۔

فائدہ: اس حدیث میں مقتدی کا ذکر نہیں کہ کیا کہے لیکن اس سے اشارہ ہے اس طرف کہ مقتدی کا حکم اُن حدیثوں سے ثابت ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں جیسے کہ یہ حدیث ہے کہ امام اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور فرمایا کہ میری نماز جیسی نماز پڑھو پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی بھی وہ دعا پڑھے جو امام پڑھتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کی فضیلت کا بیان

٧٥٤ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

۷۵۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہا کرو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اس واسطے کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق پڑ جائے گا اس کے اگلے گناہ بخشے جائیں گے۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف اور محمد اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام دونوں لفظ کہے یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے اور مقتدی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے لیکن اس باب میں جمہور کا مذہب قوی ہے اور بہت حدیثیں صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کا قول امام کے قول سے پیچھے واقع ہو اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ امام اس کے سوا کچھ نہ کہے اور دوسری دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ امام دونوں کو جمع کرے جیسے کہ سابق باب میں ابھی گزرا ہے اور آئندہ بھی آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کیا کرتے تھے پس یہ حدیثیں مقدم ہیں یا دونوں امر جائز ہوں تو یہ بھی ہو سکتا ہے باقی رہا تنہا نماز پڑھنے والا سو اس کے حق میں سب کا اجماع ہو چکا ہے کہ وہ تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ. نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کا بیان۔

فائدہ: بخاری کے بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں بلکہ بعض میں باب کا لفظ بھی نہیں سو اس تقدیر پر پہلے باب سے اس کو یہ مناسبت ہے یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دعائے قنوت کو سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پڑھا جائے سو یہ بھی ایک ذکر ہے بعد رکوع کے جیسے کہ تسمیع ایک ذکر ہے بعد رکوع کے۔

۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَآءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ

۷۵۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ میں تم کو نزدیک کرتا ہوں طرف نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قنوت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں نماز ظہر کے اور عشاء کے اور فجر کے بعد کہتے سمع اللہ لمن حمدہ کے سو مسلمانوں کے واسطے دعا کرتے اور کافروں کے واسطے لعنت کرتے۔

مَا يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

۷۵۶ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

۷۵۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ قنوت مغرب اور عشاء کی نماز میں تھی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حادثہ کے وقت سب نمازوں میں قنوت پڑھی جائے اور بعض حدیثوں میں ایک مہینے کی قید آئی ہے تو احتمال ہے کہ اس سے کوئی خاص قنوت مراد ہو اور پوری بحث اس مسئلہ کی آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

۷۵۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيْ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ رَجُلٌ وَرَآءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ.

۷۵۷۔ رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع الله لمن حمده کہا اور آپ کے پیچھے سے ایک مرد نے یہ کہا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ یعنی اے رب ہمارے اور واسطے تیرے ہے تعریف ایسی تعریف کہ بہت ہے اور پاک ہے بابرکت سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون ہے یہ حمد کہنے والا؟ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کئی اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ جلدی کرتے تھے کہ ان میں سے کون ان کلموں کو لکھے۔

فائدہ: اس عدد فرشتوں کے بیان کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ ان کلموں کے حروف بھی کئی اوپر تیس ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کوئی ذکر غیر ماثور کرنا جائز ہے جب کہ ماثور کے مخالف نہ ہو اور یہ کہ نماز میں ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھینکنے والا نماز میں الحمد للہ کہے تو مکروہ نہیں اور یہ کہ ذکر کو لمبا کرنا جائز ہے، واللہ اعلم

بَابُ الطُّمَأْنِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى جَالِسًا

جب رکوع سے سر اٹھائے تو آرام اور اطمینان سے کھڑا ہو۔ اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور خوب سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک

حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ. — کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ پر آ گئی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب حضرت ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو خوب سیدھے کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس کو اطمینان لازم ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۷۵۸ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُصَلِّيْ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ.

۷۵۸۔ ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ ہم سے حضرت ﷺ کی نماز بیان کرتے تھے سو نماز پڑھتے تھے پس جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ بھول گئے ہیں۔

۷۵۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

۷۵۹۔ ترجمہ اس حدیث کا باب استواء الظہر الخ میں گزر چکا ہے۔

۷۶۰ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنَيَّةً قَالَ فَصَلّٰى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِيْ بُرَيْدٍ وَكَانَ أَبُوْ بُرَيْدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْأٰخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ.

۷۶۰۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تاکہ ہم کو دکھائیں کہ حضرت ﷺ کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ ان کا نماز پڑھنا نماز کے وقت نہیں تھا بلکہ اور وقت میں تھا سو سیدھے کھڑے ہوئے اور اطمینان سے پھر رکوع کیا اطمینان سے پھر سر اٹھایا اور کچھ تھوڑی دیر اطمینان کیا سو اس نے کہا کہ اس نے ہم کو ہمارے اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی ہے اور ابو یزید جب آخری سجدے سے سر اٹھاتا تو خوب سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا پھر کھڑا ہوتا۔

فائدہ: ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ قومہ میں اطمینان کرنا واجب ہے اور اعتدال ایک رکن طویل ہے اور حدیث

انس رضی اللہ عنہ کی اس باب میں نص ہے پس اس کو چھوڑ دینا لائق نہیں اور یہی بھی معلوم ہوا کہ اعتدال میں لمبا ذکر کرنا بھی جائز ہے جیسے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے بہت ذکر طویل وارد ہوا ہے پس بڑا تعجب ہے اس شخص سے جو قومے میں ذکر لمبا کرنے سے نماز کو باطل کہے اور حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے ہیں مگر ان کے پاس اس باب میں کوئی دلیل نہیں محض خیال ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت مستحب ہے۔

بَابُ يَهْوِيْ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ. جب سجدہ کے واسطے جھکے تو اس وقت تکبیر کہے۔

فائدہ: غرض اس سے یہ ہے کہ تکبیر جھکنے کے ساتھ کہنی چاہیے نہ اُس سے پہلے کہے نہ پیچھے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ سجدے جانے کے وقت گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور یہی مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نخعی وغیرہ تابعین سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک زمین پر پہلے ہاتھ رکھے اور دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں کسی کو ترجیح نہیں معلوم ہوتی پس جس طرح کوئی کرے جائز ہے اور اس اثر کو باب سے کچھ مناسبت نہیں بلکہ باب کے اندر داخل ہے اور ابن خزیمہ نے کہا کہ یہ تقدیم یدین کی حدیث منسوخ ہے لیکن یہ دعویٰ نسخ صحیح نہیں۔

۷۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ

۷۶۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز میں تکبیر کہا کرتے تھے فرضوں میں بھی اور نفلوں میں بھی رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی سو جب نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر کہتے ربنا ولك الحمد سجدہ کرنے سے پہلے پھر جب سجدے کے واسطے جھکتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے میں جاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تب بھی تکبیر کہتے پھر جب دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑے ہوتے تو تب بھی تکبیر کہتے اور اسی طرح ہر رکعت میں کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتے پھر جب نماز سے پھرتے تو کہتے قسم ہے اُس ذات کی

يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلَاتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

جس کے قابو میں میری جان ہے البتہ میں تم سے زیادہ تر مشابہ ہوں نماز میں ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بے شک آپ کی یہی نماز تھی جب کہ آپ نے دنیا کو چھوڑ۔

۷۶۲ - قَالَا وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.

۷۶۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تھے حضرت ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر آپ کئی مسلمانوں کے واسطے دعا کرتے اور ان کے نام لیتے پس فرماتے الٰہی! نجات دے ولید بن ولید کو او رسلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور مکے کے دبے ہوئے بے زور مسلمانوں کو اے الٰہی! اپنا سخت عذاب ڈال مضر کی قوم پر اور اُن پر سات برس کا قحط ڈال جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے وقت میں قحط پڑا تھا اور پورب کے رہنے والے یعنی کفارِ مضر اس وقت آپ کے دشمن تھے۔

فائدہ: مکے میں چند مسلمان غریب کافروں کے پاس قید تھے اور کفار قریش ان کو بہت ستاتے تھے سو جب حضرت ﷺ نے ان کی خلاصی کے لیے دعا کی تو آخر اللہ نے ان کو نجات دی اور مُضر عرب میں ایک کافروں کی قوم تھی وہ لوگ بڑے سخت کافر تھے حضرت ﷺ سے بہت دشمنی رکھتے تھے اسی واسطے حضرت ﷺ نے ان پر بد دعا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سجدے جانے کے واسطے جھکے تو اس وقت تکبیر شروع کرے یہاں تک کہ سجدے میں جا پڑے پس معلوم ہوا کہ یہ ذکر جھکنے کے وقت کا ہے کھڑے ہوئے تکبیر نہ کہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قنوت کا مقام رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کا نام لینا نماز کو نہیں توڑتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پہلی التحیات سے کھڑا ہونے لگے تو اس وقت تکبیر شروع کرے نہ یہ کہ بعد کھڑے ہونے کے تکبیر کہے۔

۷۶۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا

۷۶۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ

سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَآءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ.

گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے دائیں پہلو چھل گئے یعنی زخمی ہو گئے سو ہم آپ کے پاس بیمار پرسی کو آئے پس نماز کا وقت آیا سو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی سو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہا کرو ربنا ولک الحمد اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کی دائیں پنڈلی چھل گئی تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان سے نقل کیا کہ زہری نے ربنا ولک الحمد واو کے ساتھ روایت کی ہے یعنی بعض لوگوں نے زہری سے اس کلمے کو بغیر واو کے بھی نقل کیا ہے لیکن زیادہ ترجیح یہی ہے کہ یہ کلمہ واو کے ساتھ ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی وجہ مناسبت باب سے کسی نے بیان نہیں کی۔

بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ.

سجدہ کرنے کی فضیلت کا بیان۔

٧٦٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَآءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ

۷۶۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا ہم قیامت میں اللہ کو دیکھیں گے؟ سو آپ نے فرمایا کیا تم کو شک پڑتی ہے چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں؟ اصحاب نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! فرمایا بھلا تم کو کچھ تردد اور ازدحام ہوتا ہے سورج کے دیکھنے میں جس وقت کہ آسمان صاف ہو اور بادل نہ ہوں اصحاب نے کہا کہ نہیں فرمایا سو بے شک تم اللہ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ

تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَأْكُلُهُ

تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ جو شخص جس چیز کی بندگی کر رہا ہے تو اس کا ساتھ دے یعنی اپنے معبود کے ساتھ دوزخ میں جائے سو جو شخص کہ آفتاب کو پوجتا ہوگا تو آفتاب کے ساتھ جائے گا اور جو چاند کو پوجتا ہوگا سو چاند کے ساتھ جائے گا اور جو بتوں اور دیو بھوت کو پوجتا ہوگا وہ ان کے ساتھ جائے گا اور یہ امت محمدی باقی رہ جائے گی اس میں منافق لوگ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ظاہر ہوگا اُس صفت میں جو ان کے اعتقاد کے مخالف ہے سو فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے کہ (نعوذ باللہ اللہ ہم کو تجھ سے پناہ میں رکھے) ہم اس مکان میں منتظر ہیں یہاں تک کہ ہمارا رب ہم پر ظاہر ہو سو جب کہ ظاہر ہوگا تو ہم اپنے رب کو پہچان جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس صفت میں ظاہر ہوگا جو ان کے اعتقاد کے موافق ہے سو فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو مسلمان کہیں گے ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے سو اس کی اتباع کریں گے اور دوزخ کی پشت پر پل رکھا جائے گا تو میں اور میری امت سب سے پہلے عبور کریں گے او رسوائے پیغمبروں کے اس دن کوئی نہ بول سکے گا اور پیغمبروں کا قول اس دن یہ ہوگا کہ الٰہی! پناہ الٰہی! پناہ اور دوزخ میں آنکڑے ہیں جیسے سعدان کے کانٹے (سعدان ایک جھاڑی کا نام ہے اس کے کانٹے سر کج ہوتے ہیں) حضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ اصحاب نے کہا ہاں یا حضرت! آپ نے فرمایا تو وہ دوزخ کے آنکڑے بھی سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں مگر یہ کہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا کہ کتنے کتنے بڑے ہیں فرشتے اُن آنکڑوں سے لوگوں کو دوزخ کے اندر پل سے کھینچ لیں گے ان کے بد اعمال

النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَآءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَأَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا يَشَآءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا أَكُوْنُ أَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِكَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَا شَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ إِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ وَيْحَكَ يَا ابْنَ

کے سبب سے سو بعض آدمی تو اپنے بدعمل کے سبب سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض آدمی آدھ موا نجات پانے تک یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فراغت پائے گا اور چاہے گا کہ نکالے دوزخ والوں میں سے اپنی رحمت سے جس کو چاہے تو فرشتوں کو حکم کرے گا کہ دوزخ سے اس کو نکال لیں جس نے اللہ کے ساتھ کچھ شریک نہ کیا ہو جس پر اللہ نے رحمت کا ارادہ کیا ہو جو کہ لا الہ الا اللہ کہتا ہو تو فرشتے ان کو دوزخ میں پہچان لیں گے ان کو سجدے کی نشان سے پہچانیں گے آگ آدمی کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کی نشان کو اللہ نے دوزخ پر سجدے کا مکان جلانا دوزخ پر حرام کیا ہے تو دوزخ سے نکالے جائیں گے جلے بھنے پھر اُن پر آب حیات چھڑکا جائے گا تو اس سے وہ جم اٹھیں گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کوڑے میں خود رو دانہ جم اٹھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ کر چکے گا اور ایک مرد باقی رہ جائے گا دوزخ کا سامنا کیے ہوئے اور وہ اہل بہشت میں سے سب سے پیچھے بہشت میں داخل ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے کہ اس کی بدبو نے مجھ کو تنگ کر دیا اور اس کے لپٹ نے مجھ کو جلا ڈالا ہے سو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا جہاں تک کہ اللہ اس کا دعا کرنا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر میں یہ تیرا سوال پورا کروں تو اس کے سوا تو کچھ اور بھی سوال کرے گا سو وہ شخص کہے گا میں اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا سو اپنے رب سے نہ مانگنے کا قول اقرار کرے گا جس طرح کہ اللہ چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا سو جب کہ بہشت کا سامنا کرے گا اور اس کو دیکھے گا جتنا کہ اللہ چاہے تو پھر کہے گا اے میرے

اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِیْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ لَهٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰی حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰی اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیُّ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِنِّیْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ.

رب! مجھ کو آگے بڑھا دے بہشت کے دروازے تک تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو قول واقرار نہیں کر چکا ہے پہلے سوال کے سوائے مجھ سے اور سوال نہ کرے گا تیرا برا ہو اے آدمی تو کیا دغا باز ہے تو وہ مرد کہے گا اے رب میرے! اور اللہ سے دعا مانگے گا جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اگر میں تیرا مطلب پورا کردوں تو اس کے سوا تو اور کچھ بھی مانگے گا تو وہ کہے گا کہ تیری عزت کی قسم ہے کہ نہ مانگوں گا سوا اپنے رب سے نہ مانگنے کا قول واقرار کرے گا تو اللہ اس کو بہشت کے دروازے پر کھڑا کر دے گا سو جب وہ بہشت کے دروازے پر کھڑا ہو گا تو تمام بہشت اس پر ظاہر ہو گی سو اس کو نظر آئے گا جو کچھ اس میں نعمت اور فرحت سے ہے تو چپ رہے گا جتنا کہ اللہ چاہے گا پھر کہے گا کہ اے میرے رب! اب مجھ کو بہشت میں داخل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو قول اقرار نہیں کر چکا ہے کہ اب میں نہ مانگوں گا؟ تیرا برا ہو اے آدمی تو کیا دغا باز ہے تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں تیری مخلوق میں بدبخت بے نصیب نہیں ہونے کا تو ہمیشہ دعا کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے سو جب کہ اللہ راضی ہو گا تو فرمائے گا کہ جا بہشت میں سو جب وہ بہشت میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کسی چیز کی آرزو کر تو وہ مانگے گا اپنے رب سے اور تمنا ظاہر کرے گا یہاں تک کہ اس پر کرم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ فلانی چیز بھی مانگ لے فلانی چیز بھی مانگ لے یہاں تک کہ جب اس کی سب ہوس اور خواہشات پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے یہ سب سوال پورے ہوئے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی میں

نے تجھ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
کہ میں نے تجھ کو اس کے ساتھ دس گنا اور بھی دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کا دیدار قیامت میں مسلمانوں کو ہوگا اور یہی مذہب ہے تمام اہل سنت اور جماعت کا مگر بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کی قسمت میں یہ نعمت عظمیٰ نہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کیفیت دیدار کی ہم کو معلوم نہیں کہ کس طرح ہوگا اس کو اللہ ہی جانتا ہے اور یہ حدیث آئندہ بھی آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے دوزخ پر سجدے کے مکان کو جلانا حرام کیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہے کہ آگ تمام بدن کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کا مکان چاند کی طرح چمکتا ہوگا اس کو آگ ہرگز نہ جلا سکے گی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مراد سجدے کے مکان سے بعض کے نزدیک سات اعضاء ہیں یعنی ہاتھ اور پاؤں اور گھٹنے اور پیشانی اور بعض کے نزدیک فقط پیشانی ہے یعنی چہرہ چاند کی طرح چمکے گا اور یہ جو فرمایا کہ اس امت میں منافق بھی ساتھ ہوں گے تو یہ اس واسطے کہ جیسے منافق دنیا میں مسلمانوں میں چھپے ہوئے تھے ویسے ہی قیامت میں بھی مسلمانوں میں مل جائیں گے اس خیال سے کہ شاید ہماری بھی ان کے ذریعہ سے نجات ہو جائے اور ہم کو ذلت نہ ہو سو اچانک مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان ایک قلعہ کھینچ دیا جائے گا اور علیحدہ کر کے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے اور یہ جو فرمایا کہ پہلے اللہ ایسی صفت میں ظاہر ہوگا جو مسلمانوں کے اعتقاد کے مخالف ہے سو بعض کہتے ہیں کہ پہلا قول منافقوں کا ہے اور دوسرا قول مسلمانوں کا ہے یعنی اللہ تو اپنی اصلی صورت مقدس سے ظاہر ہوگا لیکن چونکہ وہ صفت منافقوں کے اعتقاد کے مخالف ہوگی تو منافق کہیں گے تو ہمارا رب نہیں پس منافق مسلمانوں سے علیحدہ ہو جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی بار فرشتہ آئے گا یعنی ان کی آزمائش کے لیے اور دوسری بار خود رب ظاہر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابُ يُبْدِیْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِیْ فِی السُّجُوْدِ.

سجدے میں نمازی اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھے۔

٧٦٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

٧٦٥۔ مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو خوب کھول دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی یعنی ہر ہاتھ کو پہلو سے دور رکھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اس سے آدمی کا بوجھ چہرے سے ہلکا ہو جاتا ہے اور ناک اور منہ کو زمین پر رکھنے میں تکلیف نہیں پہنچتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس صورت میں تواضع زیادہ پائی جاتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ہر ہر عضو کو علیحدہ رکھے اور ہر عضو سے علیحدہ سجدہ کرے تو گویا ایسا ہے کہ ایک آدمی کے بدلے کئی آدمی سجدہ کر رہے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ اپنے بازوؤں کو اس قدر کھولتے کہ ان کے تلے سے جانور گزر سکتا لیکن یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ أَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نمازی اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھے یعنی التحیات میں۔ اور اس حدیث کو حضرت ﷺ سے ابو حمید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ.

جب نمازی سجدہ کو پورا نہ کرے یعنی اس میں اطمینان نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٧٦٦ ـ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَأٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٧٦٦۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ سجدہ سو جب وہ نماز پڑھ چکا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ تیری نماز نہیں ہوئی اور اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو بے دین ہو کر مرے گا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی باب اذا لم یتم الرکوع میں گزر چکی ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ.

سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا بیان۔

٧٦٧ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

٧٦٧۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں اور وہ سات ہڈیاں یہ ہیں ماتھا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بالوں کا جوڑا باندھنا اور کپڑے کو خاک سے بچانا مکروہ ہے اور اسی طرح نماز سے باہر بھی جمہور کے نزدیک یہی حکم ہے لیکن اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان ساتھ عضو پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق وغیرہ کا سو اگر ان میں سے ایک عضو کو بھی چھوڑ دے گا تو نماز باطل ہو جائے گی فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ کرنے میں ماتھا اصل ہے اور ناک اس کی تابع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ایک عضو کا حکم ہے ورنہ آٹھ اعضاء ہو جائیں گے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر صرف ناک پر سجدہ کرلے تو بھی کافی ہو جاتا ہے مگر جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا بھی کافی ہو جائے جیسے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا کافی ہو جاتا ہے لیکن ماتھے کا ذکر حدیث میں صریح آچکا ہے پس حق یہی ہے کہ قیاس اس تصریح کے معارض نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ ان کو ایک عضو کہا جائے لیکن یہ فقط نام ہی رکھنے میں ہے حکم میں نہیں اور ابن منذر نے نقل کیا ہے اجماع صحابہ کا اس پر کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک فقط ماتھے پر سجدہ کرنا کافی ہو جاتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور اوزاعی وغیرہ کے نزدیک ناک اور ماتھے دونوں کو زمین پر رکھنا واجب ہے اور یہی ہے ایک قول شافعی کا اور ہاتھوں سے تمام بازو مراد نہیں بلکہ فقط دونوں ہتھیلیاں مراد ہیں اور وہ بھی اندر کی طرف سے اور قدموں سے مراد انگلیاں پاؤں کی ہیں نہ تمام پاؤں اور طریق ان کے سجدہ کرنے کا یہ ہے کہ قدموں کو انگلیوں کے سروں پر کھڑا کرلے اور اپنی ایڑیوں کو بلند کرے اور قدموں کے اوپر کی طرف قبلے کے سامنے کرے اسی واسطے مستحب ہے کہ انگلیوں کو جوڑ کر رکھے اگر کھول کر رکھے گا تو بعض انگلیوں کا منہ قبلے سے پھر جائے گا اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ تمام اعضاء پر سجدہ کرنا واجب نہیں بلکہ فقط ماتھے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث جنگلی آدمی کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اپنے ماتھے کو زمین پر اطمینان سے رکھا کر سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ مفہوم ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منطوق ہے اور منطوق مقدم ہوتا ہے مفہوم پر اور اس کے سوا اور بھی ان کی کئی دلیلیں ہیں لیکن سب کی سب ضعیف بلکہ اضعف ہیں اور اس حدیث سے ظاہر یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عضو کا کھولنا واجب نہیں اس لیے کہ عضو کو زمین پر رکھنے سے سجدہ حاصل ہو جاتا ہے نہ عضوؤں کو کھولنے سے سو خواہ کپڑے پر سجدے کرے اور خواہ ننگی زمین پر سجدہ کرے دونوں طرح سے جائز ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

٧٦٨ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

٧٦٨۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں بالوں اور کپڑوں کو نہ لپیٹیں۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَّلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَّلَا شَعَرًا.

فائدہ: ان حدیثوں میں ہڈیوں سے مراد عضو ہیں اور ان کو ہڈی کہنا قبیل سے تسمیہ کل کے ساتھ اسم بعض کی ہے اس لیے کہ ہر ایک عضو میں سے کئی ہڈیوں سے مرکب ہے۔

۷۶۹ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا إِسْرَآئِیْلُ عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ الْخَطْمِیِّ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ وَّهُوَ غَیْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّیْ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ یَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰی یَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَی الْأَرْضِ.

۷۶۹۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ نہ جھکا تا یہاں تک کہ آپ اپنے ماتھے کو زمین پر رکھتے یعنی ہم لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیچھے سجدے میں جاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں فقط ماتھے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے لیکن یہ حدیث پہلی حدیثوں کے معارض نہیں جن میں سات عضو پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اس لیے کہ اس سے غیر کی نفی ثابت نہیں ہوتی ہے اور نیز اس حدیث میں ماتھے کو خاص اس واسطے کیا ہے کہ وہ ان سب سے افضل اور اشرف ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَی الْأَنْفِ. ناک پر سجدہ کرنے کا بیان۔

فائدہ: یہ مسئلہ پہلے باب میں معلوم ہو چکا ہے لیکن علیحدہ اس کا باب اس واسطے باندھا کہ اس کی تاکید زیادہ ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اہتمام بہت کیا ہے یہاں تک کہ آپ نے اس کو حرج کی حالت میں بھی نہیں چھوڑا پس معلوم ہوا کہ اس کی نہایت تاکید ہے اگر تاکید نہ ہوتی تو ایسی حالت کیچڑ میں آپ اس کو چھوڑ دیتے۔

۷۷۰ ۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّی بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِیَدِهٖ عَلٰی أَنْفِهٖ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّكْبَتَیْنِ وَأَطْرَافِ

۷۷۰۔ ترجمہ اس کا ابھی گزر چکا ہے۔

الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

فائدہ: بعض نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کرنا کافی ہے اس لیے کہ مقرر ہو چکا ہے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا جائز ہے اور ناک بھی بعض ماتھے کا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ بعض ماتھے پر سجدہ کرنا بعض شافعیوں کا مذہب ہے سب کا یہ مذہب نہیں سو جو شخص بعض ماتھے پر سجدہ جائز ہونے سے انکار کرے اس پر الزام نہیں آ سکتا ہے اور نیز پہلے گزر چکا ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ فقط ناک پر سجدہ کافی نہیں پھر صرف ناک پر سجدہ کرنا کس طرح جائز ہوگا اس لیے کہ اب ماتھے سے ناک بالاتفاق مخصوص ہے اور باقی جواب اس کا فتح الباری میں مذکور ہے۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ وَالسُّجُوْدِ عَلَى الطِّيْنِ.

کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا۔

٧٧١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلٰى أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْأُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّيْ نُسِّيْتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ وَإِنِّيْ رَأَيْتُ كَأَنِّيْ

۷۷۱۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کو کہا کہ کیا تو ہمارے ساتھ نخل کی طرف نہیں چلتا وہاں چل کر کچھ بات چیت کریں سو وہ ہمارے ساتھ نکل کر چلا سو میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کر جو تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے باب میں سنی ہے اس نے کہا کہ ایک سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے سو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آیا سو اس نے کہا کہ آپ جس چیز کو تلاش کرتے ہو وہ تمہارے آگے ہے یعنی شب قدر آئندہ عشرے میں ہے سو آپ درمیان کے عشرے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے سو پھر آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ جس چیز کو تلاش کرتے ہو وہ آگے ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں کی صبح کو خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو میرے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہو تو وہ پھر آئے اپنے اعتکاف کے مقام پر یعنی جس نے اعتکاف توڑا ہو وہ پھر مسجد میں آ کر اعتکاف کرے سو بے شک شب قدر مجھ کو معلوم

أَسْجُدُ فِيْ طِيْنٍ وَّمَآءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ شَيْئًا فَجَآءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهٖ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ.

ہوئی تھی سو میں بھول گیا اور بے شک وہ پچھلے عشرے میں ہے طاق راتوں میں اور میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کرتا ہوں یعنی شب قدر وہ رات ہے جس میں پانی برسے گا اور میں کیچڑ میں سجدہ کروں گا۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت آسمان پر ہم کو کہیں بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا پھر بادل آئے (یہاں تک پانی برسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چھت ٹپکی) اور مسجد کی چھت کھجور کی چھڑیوں سے تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کیچڑ میں نماز پڑھائی یہاں تک کہ میں نے پانی اور مٹی کا نشان آپ کے ماتھے اور ناک پر دیکھا (اور یہ مینہ اللہ نے اس واسطے برسایا کہ اپنے نبی کی خواب کو سچا کرے)۔

فائدہ: نخل ایک جگہ کا نام ہے مدینہ میں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناک اور ماتھے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح آچکا ہے کہ آپ نے دونوں پر سجدہ کیا پس فقط ناک پر سجدہ کافی ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ حدیث اس کو بالکل باطل کرتی ہے کہ باوجود ایسے عذر کے آپ نے اس کو ترک نہ کیا۔ واللہ اعلم بالسواب والیہ المرجع والمآب۔

الحمد للہ کہ ترجمہ پارۂ سوم صحیح بخاری کا تمام ہوا اب چوتھے پارے کا ترجمہ شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو تمام بخاری شریف کا اسی طرز سے ترجمہ کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس کے فائدوں میں تمام فتح الباری لکھی گئی ہے فقط اسناد اور اختلاف الفاظ حدیث کے متعلق جو کلام ہے ان کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے عوام کو کچھ فائدہ نہیں اور یہ ترجمہ عوام کے واسطے کیا گیا ہے فقط و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ تمام شد

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

یہ کتاب ہے وقتوں نماز کے بیان میں

- وقت پر نماز کی فضیلت 650
- نماز کو وقت سے نکالنا 653
- نمازی اپنے رب سے کلام کرتا ہے 654
- ظہر کا وقت زوال سے ہے 659
- ظہر کو عصر تک تاخیر کرنا جائز ہے 663
- نماز عصر کے وقت کا بیان 665
- نماز شام کے وقت کا بیان 681
- وقت عشاء کا اور فضیلت 687
- عشاء سے اول سونا منع ہے 689
- عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے 693
- جس نے نماز فجر کی ایک رکعت پائی قبل طلوع کے اُس نے پائی نماز فجر کی 698
- نماز فجر کے بعد نماز پڑھنا 699
- عصر کے بعد قضا پڑھنا 704
- ابر کے دن اول وقت پڑھنا نماز عصر کا 707
- قضا نماز کے واسطے اذان 708
- قضا نماز کو جماعت سے پڑھنا 710
- قضا شدہ نمازوں کی ترتیب 713
- عشاء کے بعد بات چیت مکروہ ہے 714
- عشاء کے بعد علم اور نیک کلام جائز ہے 715

یہ کتاب ہے اذان کے بیان میں

- بعد تکبیر کے کلام ضروری جائز ہے 758
- فضیلت نماز جماعت کی 761
- تفصیل پچیس فضائل جماعت: ....
- دو آدمی اور دو سے زیادہ جماعت ہے 770
- انتظار نماز مسجد میں اور مسجد کی فضیلت 770
- جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے پھر کوئی نماز درست نہیں 773
- حد مریض کی جماعت کے لیے 775
- بارش اور بیماری میں گھر میں نماز جائز ہے 778
- جمعہ کے دن مینہ ہو تو کیا حکم ہے؟ 779
- کھانا تیار ہو اور تکبیر ہو جائے تو کیا کرے؟ 781
- علم اور بزرگی والے مستحق امامت ہیں 785
- جب قرآن پڑھنے میں یکساں ہوں تو بڑی عمر والا امام بنے 792
- امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھانا 801
- فتنے کرنے والے اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے 805
- اگر کوئی بائیں طرف امام کے کھڑا ہو جائے تو امام اس کو دائیں طرف پھیرے 808
- اگر تنہا ہو پھر لوگ اقتدا کریں اور نیت امامت کی بھی نہ ہو؟ 808
- اگر امام قراءت طویل کرے تو مقتدی علیحدہ پڑھے تو جائز ہے 809
- امام قراءت ہلکی کرے 813
- امام کو شک پڑے تو مقتدیوں کا کہا مان لے یا نہ؟ 821
- امام کے رونے کا کیا حکم ہے؟ 822
- تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرنا 824
- صف اول کی فضیلت 825
- گناہ اس کا جو صف سیدھی نہ کرے 827
- صف میں کندھے سے کندھا قدم سے قدم ملانا چاہیے 827

❀ تنہا عورت کو صف کا حکم ہے 829

❀ امام اور مسجد کے دائیں طرف کا بیان 830

❀ جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ ہو 830

❀ رات کی نماز کا بیان 832

❀ ابتدا نماز میں تکبیر واجب ہے 833

❀ رفع یدین تکبیر اولیٰ میں 837

❀ رفع یدین میں کہاں تک ہاتھ اٹھائے 840

❀ جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو تب بھی رفع یدین کرے 841

❀ نماز میں عذابِ الٰہی سے ڈرنا 842

❀ قرآن کی قراءت ہر حال میں امام اور مقتدیوں پر واجب ہے 852

❀ ایک رکعت میں دو سورتیں جوڑ کر یا اخیر سورہ کا یا اول یا مقدم یا مؤخر نماز میں پڑھنا جائز ہے. 872

❀ اخیر کی دو رکعتوں میں صرف الحمد سری نمازوں میں کوئی آیت جہر پڑھنا 877

❀ امام کا آمین کو پکار کر کہنا 878

❀ ثواب آمین کہنے کا 880

❀ مقتدیوں کا آمین کو پکار کر کہنا 881

❀ صف سے دور رکوع کرنا 885

❀ حد رکوع پورا کرنے کی 890

❀ اعادہ کرانا آنحضرت ﷺ کا نماز اس شخص کی کا جس نے رکوع پورا نہ کیا 892

❀ رکوع میں دعا کرنے کا بیان 893

❀ دعائے قنوت کا بیان 895

❀ سجدے میں کہنیوں کو پہلو سے دور اور رانوں کو پیٹ سے دور رکھے 904

❀ جو سجدہ پورا نہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ 905

❀ سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا بیان 905

❀ ناک پر سجدہ کرنا کیچڑ میں اور سوائے کیچڑ کے 908

❀ ...... ❀ ...... ❀